ناول

میرے نصیب کی بارشیں

نگہت عبداللہ

میرے نصیب کی بارشیں

نگہت عبداللہ

طاہر سنز پبلشرز
۴۰۔بی، اُردو بازار۔لاہور
فون:7234137 فیکس:7312159
Website: www.tahirsonspublishers.com
E-mail: info@tahirsonspublishers.com

نام کتاب	میرے نصیب کی بارشیں
مصنفہ	نگہت عبداللہ
اہتمام	سیّد فرحان زیدی
ٹائٹل ڈیزائن	آغا نثار
کمپوزنگ	عاصم شہزاد (طاہر سنز آرٹ سیکشن)
ناشر	طاہر سنز پبلشرز اُردو بازار، لاہور
مطبع	محمد سیّد شاہ پرنٹنگ پریس
سن اشاعت	جولائی 2007ء
قیمت	-/200 روپے

انتساب

اپنے پیارے بیٹے "فرحان"

کے نام

• جو بہت محبت سے میری تحریروں

کو کتابی شکل دیتا ہے

میرے نصیب کی بارشیں

وہ بہت سوچ سوچ کر اپنی ضروری چیزیں سوٹ کیس میں رکھ رہا تھا گو کہ اسے کوئی بہت لمبے ٹور پر نہیں جانا تھا اور نہ ہی بہت زیادہ دنوں کے لئے، صرف دو دن کے لئے۔ وہ آفیشل ٹور پر لاہور جا رہا تھا اور اس کے لئے اتنی تیاری کی ضرورت تو نہیں تھی لیکن وہ کبھی کسی معاملے کو ایزی نہیں لیتا تھا اور نہ ہی بے پرواہی برتتا تھا۔ اس کی طبیعت میں ایک ٹھہراؤ تھا اور نفاست بھی جو مل کر اس کی وجیہہ پرسنالٹی میں نکھار پیدا کرتے تھے۔ اسی لئے اپنے خاندان میں اور دوست احباب میں بھی وہ بے حد پسند کیا جاتا تھا۔

گزشتہ سال وہ سی۔اے کرتے ہی ایک ملٹی نیشنل کمپنی سے وابستہ ہو گیا تھا اور ابھی تک تو وہ اپنی جاب سے مطمئن ہی تھا یوں بھی اس پر کوئی اتنی زیادہ ذمہ داریاں نہیں تھیں۔ گھر میں ایک بابا تھے یعنی اس کے والد اور ایک چھوٹی بہن صوفیہ۔ اس کی والدہ صوفیہ کی پیدائش پر ہی اللہ کو پیاری ہو گئی تھیں اور بابا نے صرف ان دو بچوں کی خاطر دوسری شادی نہیں کی تھی۔ اس کے بابا آرمی میں تھے۔ اب تو خیر وہ ریٹائر ہو چکے تھے پھر بھی فارغ نہیں بیٹھے تھے۔ تھوڑی بہت زمین تھی اسی پر کچھ نہ کچھ کاشت کرتے رہتے تھے جبکہ اس کی بہن

صوفیہ ابھی بی۔اے کی اسٹوڈنٹ تھی اور اس پر آج کل ایک ہی دُھن سوار تھی کہ بھائی کی شادی ہوتا کہ گھر میں بھابی آجائے۔اس سلسلے میں بابا بھی اس پر کافی زور دے رہے تھے۔ اسے شادی سے یکسر انکار تو نہیں تھا بس وہ یہ چاہتا تھا کہ پہلے صوفیہ کی شادی ہو جائے لیکن پھر بابا نے اسے سمجھایا کہ اس کی دُلہن آجائے گی تو وہ صوفیہ کی شادی کا زیادہ اچھا انتظام کر سکے گی جو کہ ہم مرد نہیں کر سکتے۔اس بات سے قائل ہو کر اس نے شادی کی ہامی بھر لی تھی۔ ویسے لڑکیاں تو خاندان میں بھی موجود تھیں لیکن وہ جانے اپنے لئے کیسی شریک حیات چاہتا تھا کہ بابا نے جس کی بھی بات کی اس نے منع کر دیا۔جس پر صوفیہ بے حد جھنجلائی ہوئی تھی۔ اس وقت وہ ڈائننگ ٹیبل پر بابا کے ساتھ بیٹھی یہی کہہ رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے بابا......! بھائی کو شادی کرنی ہی نہیں ہے۔"

"ارے نہیں بیٹا......! یہ تم نے کیسے سوچ لیا......؟" بابا نے ٹوکا تو وہ منہ پھلائے ہوئے بولی۔

"منع جو کئے جا رہے ہیں۔کتنی اچھی اچھی لڑکیاں دکھائیں کوئی بھی انہیں پسند نہیں آئی۔"

"ہاں تو جو پسند نہیں اس سے شادی کیسے کرلے......؟" بابا پسند کے معاملے میں اسے پورا اختیار دے چکے تھے جب ہی اس کی فیور میں بولے۔

"پسند نہ آنے کا صرف بہانہ ہے بابا......! ورنہ آپ بتائیں صائمہ باجی میں کیا کمی ہے......؟" صوفیہ کی بات پر بابا ذرا سا مسکرائے پھر کہنے لگے۔

"کمی تو کسی میں نہیں ہے بیٹا......! اور اگر ہو بھی تو پہلے ہمیں اپنے آپ کو دیکھنا چاہئے کہ ہم کتنے پرفیکٹ ہیں۔خیر تم دل چھوٹا نہ کرو،تمہارے بھائی کی شادی جلد ہی ہو جائے گی۔"

"آثار تو نظر نہیں آرہے۔" وہ بڑبڑائی۔

"اوہ بیٹا......! مایوس نہیں ہوتے۔" بابا نے ٹوکا پھر ٹائم دیکھتے ہوئے بولے۔

"کہاں رہ گیا احسن......؟ اس کی فلائٹ کا ٹائم ہو رہا ہے۔"

"ابھی تک اپنا سوٹ کیس پیک کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔" صوفیہ ہنسی تھی۔

"جاؤ بلاؤ اسے۔"

"جی......!" وہ چیئر دھکیل کر اُٹھی ہی تھی کہ وہ آگیا اور آتے ہی عجلت دکھانے لگا۔

"آپ نے ابھی تک کھانا شروع نہیں کیا۔جلدی کریں بابا......! مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"دیکھیں بابا......! یہ اب ہمیں الزام دیں گے جیسے ہماری وجہ سے دیر ہوئی ہے۔"

صوفیہ نے فوراً اس کی شکایت کی تو وہ اسے گھور کر بولا۔

"تم بالکل خاموش رہو۔"

"میں آپ سے تو بات نہیں کر رہی۔"

"بس......! اب تم دونوں لڑو مت۔" بابا نے دونوں کو ٹوکا پھر اس سے کہنے لگے۔

"بیٹا......! تم جا تو آفیشل کام سے رہے ہو۔ایک چھوٹا سا کام میرا بھی کر دینا۔"

"جی......! کہئے بابا......!" وہ فوراً متوجہ ہو گیا۔

"لاہور گلبرگ میں میرے ایک دیرینہ دوست ہیں ان سے مل لینا۔" بابا نے کہا تو وہ پوچھنے لگا۔

"اور کام......؟"

"یہی کام ہے۔ان سے ملنا اور میرا اسلام کہہ دینا۔" بابا نے کہا تو اس نے پہلے صوفیہ کو دیکھا پھر کندھے اُچکا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا بابا......! مجھے اجازت دیجئے،دیر ہو رہی ہے اور ہاں اپنے دوست کا ایڈریس تو بتا دیجئے۔"

"میں لکھ دیتا ہوں۔صوفیہ بیٹا......! کوئی کاغذ لاؤ۔"

"یہ لیجئے......!" اس نے پاکٹ ڈائری نکال کر بابا کے آگے رکھ دی تو انہوں نے اپنی

جیب سے پین نکال کر ایڈریس لکھ دیا پھر تاکید سے بولے۔

''ضرور جانا بیٹا......!''

''جی بہتر......! اور تمہارے لئے کیا لاؤں......؟'' اس نے صوفیہ سے پوچھا تو وہ فوراً بولی۔

''بھابی......!''

بابا ہنسنے لگے تو وہ جلدی سے ''خدا حافظ......!'' کہہ کر باہر نکل گیا۔

○ ○ ○

وہ پودوں کو پانی دینے میں اتنی مگن تھی کہ ڈور بیل کی آواز سنائی ہی نہیں دی۔ دوسری بار پھر بیل بڑے زور سے بجی تھی۔ وہ پھر بھی متوجہ نہیں ہوئی تب برآمدے سے شینا نے چیخ کر اسے پکارا۔

''ثوبیہ......! بہری ہوگئی ہو کیا......؟''

''کیا ہوا......؟'' اس نے شینا کو دیکھتے ہوئے اشارے سے پوچھا۔

''گیٹ پر دیکھو کون ہے......؟'' شینا نے کہا تو وہ پائپ کیاری میں چھوڑ کر گیٹ پر چلی آئی۔

''کون ہے......؟'' اس نے پوچھنے کے ساتھ گیٹ بھی کھول دیا۔

''میرا نام احسن کمال ہے۔'' وہ سامنے کھڑی سرو قد لڑکی کی جھیل سی آنکھوں میں بس ایک پل دیکھ سکا پھر اس کے پیچھے نظریں دوڑاتا ہوا بولا۔

''خان صاحب کو بتا دیجئے اور یہ بھی کہ میں کوئٹہ سے آیا ہوں۔''

''لیکن ابا تو گھر پر نہیں ہیں۔'' وہ بولی تو احسن کمال اس کی آواز کے ترنم میں کھو گیا پھر چونک کر اسے دیکھا تو وہ سادگی سے کہنے لگی۔

''آپ پھر کسی وقت آجایئے گا۔''

''پھر کسی وقت......؟'' وہ سوچ میں پڑ گیا۔ تب ہی عقب سے شینا نے اسے پکار کر

پوچھا۔

''ثوبیہ......! کون ہے......؟''

''یہ ابا کا پوچھ رہے ہیں۔'' اس نے پلٹ کر جواب دیا تو احسن کمال بھی پیچھے کھڑی لڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''آپ احسن کمال تو نہیں ہیں......؟'' شینا نے آگے آتے ہوئے پوچھا تو وہ جلدی سے بولا۔

''جی جی......!''

''ابا کسی ضروری کام سے گئے ہیں لیکن وہ آپ کے بارے میں بتا گئے تھے، آیئے......!'' شینا سامنے سے ہٹتے ہوئے بولی تو وہ دل ہی دل میں شکر کرتے ہوئے اندر چلا آیا۔

ثوبیہ اس اثنا میں اندر جا چکی تھی جب کہ احسن کی نگاہیں اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھیں۔

''آیئے......!'' شینا اسے لے کر ڈرائنگ روم میں آگئی اور بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

''میرا نام شاہینہ ہے لیکن سب مجھے شینا کہتے ہیں۔'' بلاشبہ وہ بے حد حسین تھی اور اپنے حسن سے آگاہ بھی تھی جب ہی صراحی دار گردن میں کہیں خم نہیں تھا۔ لہجے میں تفخر جیسے خود پر ناز کرنا اور دوسرے کو مرعوب کرنا اس کا پیدائشی حق ہو اور احسن کمال مرعوب ضرور ہوا تھا لیکن اس سے جو خود سے آگاہ نہیں تھی اور جو برآمدے ہی سے کسی اور سمت مڑ گئی تھی۔ جب ہی دھیان ادھر تھا اور بے دھیانی میں شینا کو دیکھ رہا تھا جو کہہ رہی تھی۔

''ابا صبح سے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ بس اس وقت اچانک کسی کام سے جانا پڑا۔''

''مجھے صبح ہی آنا تھا لیکن کچھ مصروفیت آڑے آگئی اور مجھے افسوس ہے کہ خان صاحب کو انتظار کی زحمت اُٹھانا پڑی۔ ویسے کب تک آجائیں گے......؟'' اس نے معذرت کرتے ہوئے پوچھا تو شینا نے ایک ادا سے کندھے اُچکائے۔

"پتا نہیں......! واپسی کے بارے میں کچھ بتا کر نہیں گئے۔" اسی وقت ثوبیہ چائے
لے کر آ گئی اور ٹرے ٹیبل پر رکھ کر شینا کو یوں دیکھنے لگی جیسے پوچھ رہی ہو میں جاؤں۔
"یہ ثوبیہ ہے میری چھوٹی بہن۔" شینا نے اس کی نظروں کا مفہوم سمجھنے کے باوجود جواباً
کوئی اشارہ نہیں کیا بلکہ یکسر نظر انداز کر کے پہلے اس کا تعارف کرایا پھر اسے چائے بنانے
کے لئے کہا تو وہ ٹیبل کے قریب کارپٹ پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئی اور ٹرے میں کپ سیدھے کر
کے ان میں چائے ڈالنے لگی۔

احسن کمال بظاہر شینا کی طرف متوجہ اس کی بات سن رہا تھا اور کتنا اچھا لگ رہا تھا
چوری چوری اسے دیکھنا جو چائے بنا رہی تھی۔ کبھی اس کے نرم نرم ہاتھوں کی مخروطی اُنگلیاں
سامنے آتیں اور کبھی تراشیدہ گلابی ہونٹ اور جب لانبی گھنیری پلکوں پر نظر ٹھہری اسی پل
چائے کا کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے پلکیں اُٹھائیں تو لمحہ بھر کو اپنی اپنی جگہ
دونوں سٹپٹا گئے پھر وہ تو فوراً سنبھل گیا جبکہ ثوبیہ کو دیر لگی۔ بمشکل دوسرا کپ شینا کو تھمایا اور
اُٹھ کر باہر چلی گئی۔

چائے کے بعد شینا اسے لے کر مہمان خانے میں آئی تو پوچھنے لگی۔
"آپ یہاں...... میرا مطلب ہے لاہور کس سلسلے میں آئے ہیں......؟"
"آفیشل ٹور پر آیا تھا۔" اس نے سرسری جواب دیا۔
"ابا سے کوئی کام ہے آپ کو......؟" شینا نے پھر پوچھا۔
"کوئی نہیں......!" وہ بے اختیار کہہ کر پھر بات سنبھالنے لگا۔
"اصل میں میرے بابا نے مجھے یہاں بھیجا ہے اور بس اتنا کہا تھا کہ آپ کے فادر
سے مل لوں۔ اب پتا نہیں آپ کے فادر کو مجھ سے کوئی کام ہے یا...... آئی ایم سوری......!
مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"بہت خوب......!" شینا بے ساختہ ہنس پڑی گویا اس کا مذاق اُڑایا اور وہ قدرے
خجل سا ہو کر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

"اوکے......!" ابا کے آنے تک آپ کچھ دیر آرام کریں اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو
بلا جھجک کہہ دیجئے گا۔" شینا کہتے ہوئے چلی گئی تو اس نے پہلے دروازہ بند کیا پھر جوتے
موزے اُتار کر آرام سے بیڈ پر لیٹا تو سوچنے لگا کہ واقعی یہ کتنی عجیب سی بات ہے کہ اسے اپنی
یہاں آمد کا مقصد معلوم ہی نہیں ہے۔

"بابا کو بتانا چاہئے تھا، صرف سلام کہلوا بھیجا، اگر شینا کی طرح اس کے ابا نے بھی
پوچھ لیا تو میں کیا کہوں گا کہ بابا کا سلام لے کر آیا ہوں اور بس۔" وہ جھنجلا گیا۔

پھر جب ابا آئے اور انہوں نے اسے اپنے کمرے میں بلوایا تو ان سے ملتے ہی وہ
کہنے لگا۔

"میں اپنے آفس کے ایک کام سے لاہور آ رہا تھا تو بابا نے خاص طور سے مجھے ہدایت
کی تھی کہ میں آپ سے ضرور ملوں۔"

"ہاں......! تمہارے بابا کا فون آیا تھا۔ بہت اچھا کیا تم نے آ گئے۔ اسے اپنا ہی گھر
سمجھو۔" وہ خاصے مہربان نظر آئے پھر یونہی اِدھر اُدھر کی باتوں کے دوران وقفے وقفے سے
اس کے متعلق ایک آدھ سوال کر لیتے۔ اس کی تعلیم، وہ کیا کرتا ہے اور دیگر مصروفیات
وغیرہ۔

رات کے کھانے پر وہ ابا کے ساتھ ڈائننگ ہال میں آیا تو وہیں اماں جی اور ان کے
بڑے بیٹے اور بہو سے بھی ملاقات ہو گئی۔ شینا اور ثوبیہ بھی موجود تھیں۔

کھانے کے دوران زیادہ تر شینا ہی بولتی رہی اور اس کے اندازِ گفتگو سے احسن کمال
نے اندازہ لگایا کہ وہ نہ صرف سر پھری ہے بلکہ سر چڑھی ہوئی بھی ہے۔ اپنے سامنے کسی کو
نہیں ٹھہرنے دیتی۔ بھائی بڑا اور بال بچوں والا ہونے کے باوجود اس سے مرعوب نظر آ رہا
تھا۔ ثوبیہ تو پھر چھوٹی تھی اور یوں لگ رہا تھا جیسے ثوبیہ کا سارا کنٹرول شینا کے ہاتھوں میں ہو۔
وہ کہے گی کھڑی ہو جاؤ تو وہ کھڑی ہو جائے گی اور وہ بیٹھنے کو کہے گی تو بیٹھ جائے گی اور غالباً وہ
احسن کو بھی مرعوب کرنا چاہتی تھی اور وہ ضرور مرعوب ہو جاتا اگر جو اس کے برابر بیٹھی ثوبیہ اتنی

بے نیازی نہ دکھاتی۔

پتا نہیں بے نیازی اس کی فطرت میں تھی یا شینا کی موجودگی نے اسے محتاط بنا دیا تھا۔
وہ بہرحال نہ صرف اس کی بے نیازی محسوس کر رہا تھا بلکہ وہ اسے چیلنج بھی کر رہی تھی۔ کھانے کے بعد اُٹھنے لگا تو اسے دیکھ کر کہنے لگا۔

"شام میں چائے بہت اچھی تھی۔ اگر اس وقت بھی ایسی ہی چائے مل جائے تو......"

"واقعی......! ثوبیہ چائے بہت اچھی بناتی ہے۔" بھابی نے بھی تعریف اور تائید کی تو وہ چپ چاپ اُٹھ کر کچن میں چلی گئی۔

اور وہ چائے اپنے کمرے میں بھجوانے کا کہہ کر ڈائننگ روم سے نکل آیا۔ اصل میں اسے کھانے کے فوراً بعد سگریٹ پینے کی عادت تھی اور سب کے درمیان بیٹھ کر سگریٹ نہیں سلگا سکتا تھا اس لئے فوراً وہ اپنے کمرے میں آ گیا اور سگریٹ سلگا کر اطمینان سے بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد جب قدموں کی آہٹ سنائی دی تب خود اس پر ادراک ہوا کہ وہ لاشعوری طور پر اس لڑکی کا منتظر ہے جسے وہ چائے کا کہہ کر آیا تھا۔ فوراً سگریٹ ایش ٹرے میں ڈال کر دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا لیکن شینا کو چائے لاتا دیکھ کر اسے بے حد کوفت ہوئی پھر بھی مروتاً اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کہنا پڑا۔

"سوری......! آپ کو زحمت ہوئی۔"

"ہرگز نہیں......!" شینا ایک ادا سے کہتے ہوئے کپ اسے تھما کر سامنے جا بیٹھی تو وہ چائے پیتے ہوئے خود کو بے نیاز ظاہر کرنے کی کوشش میں یہ بھول گیا کہ ابھی کچھ دیر پہلے ثوبیہ کی بے نیازی اسے چیلنج کر گئی تھی۔ اگر اسے ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا کہ وہی کیفیت اس وقت شینا کی ہے تو فوراً سنبھل کر اس سے دوستانہ ماحول میں باتیں کرنے لگتا لیکن اس کے برعکس بہت خاموشی سے چائے پی کر خالی کپ ٹیبل پر رکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور معذرت کرتے ہوئے بولا۔

"میں اب سونا چاہتا ہوں۔"

"اتنی جلدی......؟ ابھی تو صرف دس ہی بجے ہیں۔" شینا نے تعجب سے کہا۔

"میں جلدی سونے کا عادی ہوں اور اُٹھتا بھی جلدی ہوں۔"

شینا کندھے اُچکا کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور کپ اُٹھا کر شب بخیر کہتے ہوئے چلی گئی تو اس نے اطمینان کا سانس لیا تھا۔

○○○

وہ کم رو نہیں تھی۔ سبک سا ناک نقشہ اور کھلتی ہوئی گندمی رنگت میں بے پناہ کشش تھی لیکن شینا کے مقابلے میں وہ ہمیشہ نظر انداز ہو جاتی تھی کیونکہ شینا کا حسن آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا تھا پھر وہ بولڈ بھی تھی۔ ہر ایک پر چھا جاتی تھی اور اسی حساب سے اس کے لئے پرپوزلز کی لائن لگی ہوئی تھی لیکن وہ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی نقص نکال کر ریجیکٹ کر دیتی تھی۔

اماں اور ابا دونوں ہی اس کے لئے پریشان تھے لیکن اسے کسی کی پریشانی کا کوئی احساس نہیں تھا۔ بہرحال ابا اماں اب اس کی طرف سے مایوس ہو کر ثوبیہ کے بارے میں سوچنے لگے تھے لیکن مسئلہ یہ تھا کہ شینا کی موجودگی میں کوئی ثوبیہ کی طرف دیکھتا بھی نہیں تھا اور اس بات کا ثوبیہ کو بھی احساس تھا لیکن وہ شینا سے جیلس نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ خود اس کے بے پناہ حسن کی معترف تھی اور اس کی تعریف بھی کرتی تھی جس سے وہ اور مغرور ہو جاتی لیکن اس کے برعکس ایسی نظروں سے دیکھتی جیسے تم میرے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہو اور یہ تو ثوبیہ خود بھی مانتی تھی کہ اس کی موجودگی میں وہ کسی کو نظر نہیں آتی لیکن اب اچانک یہ کیسا انقلاب آیا تھا کہ احسن کمال شینا کے بجائے اس کی طرف مائل ہو رہا تھا اور یہ بات خود ثوبیہ نے محسوس کی تھی کہ وہ بظاہر شینا کی بات سن رہا تھا لیکن سارا دھیان اس کی طرف تھا، بار بار کن اکھیوں سے اسے دیکھ بھی رہا تھا اور اس کا دیکھنا ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ شینا جیسی کیوں نہیں ہے بلکہ وہ شینا کی نفی کر رہا تھا۔

"یہ کیسے ممکن ہے بھلا......؟" وہ کتنی دیر سے اسی نہج پر سوچ رہی تھی بلکہ اپنے آپ سے اُلجھ بھی رہی تھی پھر سر جھٹکا۔

"میرا وہم ہے ورنہ کہاں شینا......؟ کہاں میں......؟ میں تو شینا کے سامنے کچھ بھی نہیں۔" اس نے سوچا۔

"تم کچھ ہو یا نہیں لیکن یہاں تم شینا کو مات دی گئی ہو۔" اس کے اندر یہ جانے کس کی آواز تھی وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھی اور یوں اِدھر اُدھر دیکھنے لگی جیسے کسی نے سنا تو نہیں اور ابھی وہ ایسے ہی ہراساں بیٹھی تھی کہ شینا آ گئی۔

"ارے......! تم اتنی جلدی سو رہی ہو......؟" شینا نے یونہی اسے ٹوکا تھا۔

"نہیں......! سو تو نہیں رہی۔" وہ اپنے آپ سے خائف ہو رہی تھی۔

"خیر......! احسن کمال کو میں سلا آئی ہوں۔" شینا نے اس کے سامنے بیڈ پر گرتے ہوئے کہا تو وہ سمجھی نہیں۔

"کیا مطلب......؟"

"میں چائے لے کر گئی تو بڑے موڈ میں تھے۔ کہنے لگے بیٹھو تم سے باتیں کرنے کو دل چاہ رہا ہے لیکن میرا موڈ نہیں تھا اس لئے رکھائی سے انہیں سونے کا کہہ کر چلی آئی۔" شینا نے خوبصورتی سے اپنی اہمیت جتائی اور وہ جو کچھ دیر پہلے اپنے احساسات کو کوئی نام دینے کا سوچ رہی تھی اسے یقین ہو گیا کہ اس نے جو محسوس کیا سراسر اس کا وہم تھا پھر دھیرج سے بولی۔

"لیکن شینا......! وہ مہمان ہیں۔"

"تو کیا ہوا......؟ تمہیں تو پتا ہے میں زیادہ کسی کو لفٹ نہیں کراتی۔" شینا نے بے نیازی دکھائی پھر بات بدل دی۔

"سنو......! بڑے دنوں سے ابرار نہیں آیا۔"

"ابرار بھائی......! ہاں پرسوں آئے تھے ناں......!" اس نے اچانک یاد آنے پر بتایا تو شینا پوچھنے لگی۔

"میں کہاں تھی......؟"

"تم چچا جان کے گھر گئی ہوئی تھیں۔"

"اچھا......؟ ہاں......! پھر کب آنے کو کہا ہے ابرار نے......؟" شینا نے پوچھا تو اس نے لاعلمی ظاہر کی۔

"پتا نہیں......! مجھ سے تو کوئی بات نہیں ہوئی شاید اماں کو بتایا ہو۔"

"اچھا......! جاؤ مانی کو لے آؤ۔ ذرا اس سے کھیلتے ہیں۔" شینا نے لیٹتے ہوئے کہا تو وہ سستی سے بولی۔

"مانی سو چکا ہوگا۔"

"ارے نہیں......! ابھی جب میں آ رہی تھی تو بھابی اسے ڈانٹ رہی تھیں۔" شینا کو پتا تھا کہ وہ مانی سے کتنا پیار کرتی ہے اور بھابی کے ڈانٹنے کا سن کر بھاگی جائے گی اور واقعی وہ فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"بھابی کیوں ڈانٹ رہی تھیں......؟"

"مجھے کیا پتا......؟"

"عجیب ہیں بھابی بھی۔ اتنے سے بچے کو ڈانٹتی ہیں۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی تو شینا ہنسنے لگی۔

○○○

صبح بہت جلدی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ ابھی اُجالا پوری طرح نہیں پھیلا تھا پہلے تو اس نے سوچا کچھ دیر اور سو لے لیکن رات جلدی سونے کے باعث نیند پوری ہو چکی تھی اس لئے دوبارہ سونے کی کوشش بے سود رہی۔ کچھ دیر کو ہی آنکھیں بند کیں پھر اُٹھ گیا۔

"پتا نہیں یہاں بیڈ ٹی کا رواج ہے کہ نہیں......؟" وہ سوچتا ہوا کھڑکی کے پاس آ کھڑا ہوا تو بے حد دلکش منظر سامنے تھا۔ دھیرے دھیرے پھیلتا اُجالا، بادِ صبا کے نرم جھونکے، پرندوں کی چہچہاہٹ اور گلابوں کی مسحور کن مہک۔

وہ کھڑکی سے ہٹ کر کمرے سے باہر برآمدے میں نکل کر آیا تو لان کے ایک گوشے

میں ثوبیہ کھڑی نظر آئی۔ ایک دم منظر کی دلکشی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ بڑے آرام سے ستون کے سہارے کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ حالانکہ وہ دل پھینک نہیں تھا نہ ہی مزاج میں شوخی اور رنگینی تھی۔ اگر ایسی بات ہوتی تو شینا حسین اور بولڈ تھی۔ وہ محض بوریت دُور کرنے کی خاطر ہی اس سے بات کر سکتا تھا لیکن وہ شروع سے ہی خاصا محتاط تھا۔ بہت کم کسی کی طرف متوجہ ہوتا اور اس لڑکی ثوبیہ میں جانے کیا بات تھی کہ وہ پہلے مقام پر بھی بس ایک پل کو اس کی آنکھوں میں دیکھ سکا تھا اور اس وقت سے اب تک وہ اس کے ذہن میں تھی۔

دل چاہا اسے مخاطب کرے اور جواب میں اس کی آواز کی جلترنگ میں کھو جائے اور جب وہ پلکیں اُٹھائے تو اس کی جھیل جیسی آنکھوں میں خود کو ڈوبتے اُبھرتے دیکھے۔ اپنی خواہش پر پہلے وہ محظوظ ہوا پھر واقعی اس کے پاس چلا آیا۔

''صبح بخیر......!'' اس نے دبے پاؤں آ کر کہا تو وہ جو اپنے ہی کسی خیال میں کھڑی تھی، بری طرح چونکی اور جب اس پر نظر پڑی تو غالباً مہمان ہونے کا خیال کر کے ہلکے سے مسکرائی۔

''کیسی ہیں آپ......؟'' اس نے پوچھا تو وہ اسی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''ٹھیک ہوں۔ آپ کہیے نئی جگہ کے باعث کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی......؟''

''نہیں......! رات بہت آرام سے سویا جب ہی تو اتنی جلدی اُٹھ گیا ہوں۔ فریش بھی ہوں۔''

''ناشتہ اسی وقت کریں گے......؟ یا......'' ثوبیہ نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ وہ بول پڑا۔

''ناشتہ تو سب کے ساتھ ہی کروں گا البتہ اس وقت چائے مل جائے تو......''

''میں ابھی لاتی ہوں۔'' وہ چلی گئی تب اسے افسوس ہونے لگا کیوں اسے جانے دیا۔ اب پتا نہیں چائے لے کر وہ خود آئے گی یا۔

پھر ناشتے کے بعد اس نے مناسب نہیں سمجھا کہ سارا دن گھر بیٹھا رہے۔ باہر جانے کے خیال سے ڈریس اپ ہو کر کمرے سے نکلا تو کوئی مخصوص جگہ ذہن میں نہیں تھی۔ بس یہی

خیال تھا کہ شام نہیں تو دوپہر تک ہی کہیں اِدھر اُدھر وقت گزارے گا۔ برآمدے تک آیا تھا کہ سامنے سے شینا آ گئی۔ اس کے دراز سراپے پر پسندیدگی کی نظر ڈال کر پوچھنے لگی۔

''کہیں جا رہے ہیں......؟''

''ہاں......! بس ذرا لاہور شہر دیکھوں گا۔''

''گویا کسی کام سے نہیں جا رہے......؟''

''نہیں......!''

''پھر دو منٹ رُکیں میں ابھی آتی ہوں۔ آپ کے ساتھ چلوں گی۔'' شینا اسے کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر راہداری میں مڑ گئی اور اسے مجبوراً انتظار کرنا پڑا۔ کچھ دیر بعد واپس آئی تو وہ خاموشی سے اس کے ساتھ باہر آیا لیکن جب گاڑی میں بیٹھنے لگا تو کہے بغیر نہیں رہ سکا۔

''اپنی سسٹر کو بھی ساتھ لے لیتیں۔''

''وہ فضول سی لڑکی بور کرے گی۔'' شینا نخوت سے کہہ کر گاڑی اسٹارٹ کرنے لگی پھر ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دی تو وہ خود کو اس کے رحم و کرم پر محسوس کر کے اندر ہی اندر جھنجھلانے لگا۔ یہ حقیقت تھی کہ وہ کبھی کسی کے رُعب میں نہیں آیا تھا۔ لڑکیوں کی وہ عزت کرتا تھا لیکن اپنے حسن سے مرعوب کرنے والی لڑکیاں اسے کبھی اچھی نہیں لگی تھیں اور شینا کچھ زیادہ ہی احساسِ برتری کا شکار تھی۔ جیسے چند لمحے دوسرے کی جھولی میں ڈال کر احسانِ عظیم کر رہی ہو اور بقیہ ساری زندگی اس احسان کے بدلے دوسرا اس کے سامنے سر نہیں اُٹھا سکے گا۔

بہر حال سارا وقت وہ اس کے ساتھ ایک مجبوری کی حالت میں پھرتا رہا۔ دوپہر کے کھانے تک واپسی ہوئی تو ایک طرح سے شینا سے جان چھڑا کر کمرے میں بند ہو گیا لیکن شام میں جب کمرے سے نکلا تو پھر شینا سے سامنا ہو گیا لیکن اس وقت وہ اکیلی نہیں تھی۔ اس کے ساتھ جانے کون تھا۔ اس نے مخل ہونا مناسب نہیں سمجھا اور واپس پلٹنے لگا تھا کہ شینا

نے پکار لیا۔

''احسن کمال......! یہ میرے کزن ہیں ابرار۔''

''ہیلو......!'' ابرار نے اس کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اس نے فوراً آگے بڑھ کر تھام لیا پھر اس کے کہنے پر وہیں بیٹھ گیا۔

''ابھی شینا آپ کا ذکر کر رہی تھی بلکہ تعریف۔'' ابرار نے کہا تو وہ خاموش رہا جس پر ابرار کچھ حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ کو خوشی نہیں ہوئی......؟ یعنی شینا آپ کی تعریف کر رہی ہے۔ ہمارے حساب سے تو آپ خوش قسمت ترین انسان ہیں کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی کسی کی تعریف نہیں کی۔''

''اچھا......؟'' وہ یونہی ذرا سا ہنسا تھا۔

''بلیوی......!'' ابرار نے جانے کیا جتانے کی کوشش کی وہ پھر خاموش ہو رہا اور یہاں سے اُٹھنے کا بہانہ سوچ ہی رہا تھا کہ ثوبیہ چائے لے کر آ گئی اور سب سے پہلے کپ اُٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

''تھینک یو......!'' وہ پوری طرح ثوبیہ کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

''لاہور کس سلسلے میں آنا ہوا......؟'' ابرار نے اس سے پوچھا تو ابھی وہ چونک کر اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ شینا بول پڑی۔

''انہیں خود معلوم نہیں ہے۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' وہ ایک نظر ثوبیہ پر ڈال کر اتنے مضبوط لہجے میں بولا کہ ایک پل کو شینا کی رگوں میں لہو منجمد ہو گیا لیکن پھر فوراً سنبھل بھی گئی۔

''واقعی......؟ کل تو آپ......''

''میں نے مذاق کیا تھا۔'' وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے بول پڑا۔ پھر ایک ہی گھونٹ میں چائے کا کپ خالی کر کے ان کے درمیان سے اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ پھر خان

صاحب کے بہت اصرار پر وہ ایک دن اور وہاں رُکا اس کے بعد کام کا بہانہ کر کے واپس کوئٹہ آ گیا۔ اس کی اتنی جلدی واپسی پر بابا حیران ہوئے۔

''کیا ہوا......؟ لاہور پسند نہیں آیا......؟''

''آپ بھول رہے ہیں بابا......! میں اس سے پہلے بھی کئی بار لاہور جا چکا ہوں۔'' اس کے لہجے میں خفگی تھی۔

''لگتا ہے اس بار بور ہوئے ہو......؟'' بابا نے اس کی خفگی محسوس کرتے ہوئے پھر پوچھا۔

''یہ بتاؤ خان صاحب سے ملاقات کیسی رہی......؟''

''اچھی رہی۔''

''اور ان کی بیٹیاں......؟''

''جی......!'' اس نے چونک کر دیکھا اور بابا کی معنی خیز مسکراہٹ پر دوبارہ سر جھکا لیا تو وہ ہنس کر کہنے لگے۔

''برخوردار......! میں نے تمہیں اس لئے بھیجا تھا اور پہلے اس لئے نہیں بتایا کہ لڑکیاں دونوں اچھی ہیں اور تم کنفیوز ہو جاتے یعنی تمہارے لئے انتخاب مشکل ہو جاتا۔ اب بتاؤ کس کے لئے بات کروں......؟''

''ثوبیہ......! ثوبیہ......! ثوبیہ......!'' اس کا دل ایک ہی لے پر دھڑکنے لگا اور پھر تصور میں وہ سرو قد لڑکی آن سمائی جس کی آواز کی جلترنگ میں وہ کھو جانا چاہتا تھا اور جس کی آنکھوں کی جھیلوں میں ڈوبنے اُبھرنے کی خواہش ساتھ لے کر آیا تھا پھر ہونٹوں نے بھی اسی نام کو چھو لیا۔

''ثوبیہ......!''

○ ○ ○

وہ شینا کے جاتے ہی اپنی الماری سیٹ کرنے کھڑی ہو گئی۔ پچھلے کتنے دنوں سے وہ یہ

کام کرنا چاہتی تھی لیکن شینا روک دیتی تھی۔ پتا نہیں اسے الماری سیٹ کرنے سے کیا چڑ تھی۔ بہر حال ابھی وہ ابرار کے ساتھ کہیں گئی تھی تو اسے موقع مل گیا۔ سارے کپڑے باہر نکال کر دوبارہ سے تہہ کئے پھر نفاست سے جما کر رکھ رہی تھی کہ بھابی مانی کو لے کر آ گئیں۔

''ثوبیہ......! تھوڑی دیر اسے سنبھالو۔ میں نہانے جا رہی ہوں۔'' بھابی نے مانی کو اس کی گود میں دیتے ہوئے کہا تو وہ بیڈ پر پھیلے کپڑوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

''ہائے بھابی......! ابھی اگر شینا آ گئی تو سارے کپڑے اُٹھا کر ایسے ہی الماری میں ٹھونس دے گی۔''

''تو اسے اماں جی کو دے دو۔'' بھابی عجلت میں کہتی ہوئی چلی گئیں تو اس نے مانی کو بازوؤں میں بھینچ کر پیار کیا پھر اس کا چہرہ سامنے کر کے بولی۔

''مانی......! جلدی سے بڑے ہو جاؤ پھر پھپھو کا ہاتھ بٹانا۔ بٹاؤ گے ناں......؟'' اس نے گدگدایا تو بچہ کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔

''بس......! زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ چلو اماں جی کے پاس۔'' وہ اسی طرح اسے گدگداتی ہوئی اماں جی کے کمرے تک آئی تھی کہ اندر سے آتی ابا کی آواز سن کر رُک گئی۔ وہ کہہ رہے تھے۔

''ہاں تو ثوبیہ کے لئے ہامی بھر لیتے ہیں۔''

''اتنی جلدی......؟ میرا مطلب ہے پہلے جا کر ان کا گھر بار دیکھیں، رہن سہن دیکھیں۔ صرف احسن کمال کو دیکھ کر فیصلہ کر لینا تو عقلمندی نہیں ہے۔''

وہ جواباً کی بات پر ٹھٹکی تھی، اماں جی کی بات سن کر نہ صرف حیران ہوئی بلکہ اس کا دل متضاد کیفیات میں ایک ساتھ دھڑکنے لگا تھا۔

''احسن کمال......!'' اس کی نظروں میں وہ اپنی تمام تر وجاہتوں کے ساتھ آن سمایا۔

''احسن کمال......!'' دوسرے پل وہ غیر یقینی سے نفی میں سر ہلانے لگی۔ تب ہی اس کے بازوؤں میں مانی مچل گیا تو وہ بوکھلا کر بجائے واپس پلٹنے کے اماں جی کے کمرے میں

داخل ہو گئی۔

''کیا ہوا......؟'' اماں نے اسے دیکھا تو وہ مزید ٹپٹا گئی۔

''یہ مانی...... وہ بھابی...... میرا مطلب ہے آپ اسے پکڑیں۔''

''تمہاری بھابی کہاں ہیں......؟'' اماں جی نے مانی کو لیتے ہوئے پوچھا۔

''وہ نہا رہی ہیں اور میں بھی کام کر رہی ہوں۔'' وہ جلدی سے کہہ کر ان کے کمرے سے نکل آئی اور اپنے کمرے میں آتے ہی بیڈ پر ڈھے گئی۔

''اُف......! یہ میں نے کیا سنا......؟ کیا احسن کمال کا پروپوزل آیا ہے......؟ لیکن ابا میرا نام کیوں لے رہے تھے......؟ وہ تو شینا......'' وہ اُلجھنے لگی۔

''ابا کے منہ سے غلطی سے میرا نام نکل گیا ہوگا۔ لیکن اماں نے بھی تصحیح نہیں کی۔ پتا نہیں کیا معاملہ ہے......؟ شینا آئے گی تو......'' اور شینا کے آنے کا خیال آتے ہی وہ فوراً اُٹھ گئی اور بقیہ کپڑے جلدی جلدی تہہ کر کے الماری میں رکھے پھر جا کر کچن میں مصروف ہو گئی۔ یہ اس کی لاشعوری کوشش تھی جس میں اسے کامیابی نہیں ہو رہی تھی کیونکہ ذہن مسلسل احسن کمال میں اُلجھ رہا تھا اور وہ جو دو دن یہاں رہا تھا تو ان دونوں کا ہر پل سوچنے لگی تھی اور زیادہ وقت تو شینا ہی اس کے ساتھ رہی تھی اس لئے اسے یقین ہو چلا تھا کہ احسن کا پروپوزل شینا ہی کے لئے ہوگا۔

''اللہ کرے شینا ہامی بھر لے۔ اس میں نہ کوئی نقص نکالنے کھڑی ہو جائے۔'' آخر میں وہ شینا کے لئے دُعا کرتی ہوئی کچن سے نکل کر آئی تو برآمدے میں ابرار سے سامنا ہو گیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی بولا۔

''ارے......! تم کچن سے بغیر چائے لئے آ رہی ہو......؟''

''سوری......! مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ آ چکے ہیں۔'' اس نے کہا تو وہ فوراً بولا۔

''اب تو معلوم ہو گیا ناں......؟''

''تو آپ چائے ضرور پئیں گے......؟''

"جی بالکل......!"

"ابھی لائی......!" وہ ہنستی ہوئی واپس پلٹ گئی اور کچھ دیر میں سب کے لئے چائے لے کر لاؤنج میں آ گئی۔ ابرار وہیں ابا اور اماں جی کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے باری باری سب کے سامنے چائے رکھ کر اماں جی سے پوچھا۔

"شینا کہاں ہے......؟"

"ابھی یہاں سے اُٹھ کر گئی ہے۔ اپنے کمرے میں ہوگی۔" اماں جی نے بتایا تو وہ چائے کا کپ لے کر شینا کے پاس آ گئی۔

"تم کہاں تھیں......؟" شینا نے اس سے کپ لیتے ہوئے پوچھا۔

"کچن میں۔" وہ سرسری سے انداز میں جواب دے کر کھڑکی سے پردے سمیٹنے لگی پھر شینا کی طرف متوجہ ہوئی تو اس کی تنقیدی نظروں سے قدرے ٹھٹک گئی۔

"کیا بات ہے......؟ایسے کیوں دیکھ رہی ہو......؟"

شینا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید اس نے سنا ہی نہیں تھا کیونکہ اس کا ذہن کہیں اور بھٹک رہا تھا۔ آنکھوں میں بھی سوچ کی پرچھائیاں تھیں اور چائے کا کپ ہونٹوں کے قریب لا کر پھر وہ اسے بھی بھول چکی تھی۔

"شینا......!" اس نے قریب آ کر شینا کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا سوچ رہی ہو......؟"

"کچھ نہیں......!" شینا نظریں چرا کر بیڈ پر جا بیٹھی تو وہ پھر اس کے قریب آ گئی۔

"تمہیں پتا ہے شینا......! احسن کمال کا پروپوزل آیا ہے......؟" وہ شوق سے بتا کر فوراً اس کی منت کرنے لگی۔

"اب تم منع مت کرنا شینا......! ان میں کوئی نقص نہیں نکالنا۔ مجھے تو وہ بہت اچھے لگے ہیں۔"

شینا جو بلا ارادہ اسے دیکھنے لگی تھی، اس کی آخری بات پر جیسے اسے جواب سوجھ گیا تھا۔

"اسی لئے تو میں نے منع کر دیا ہے۔"

"کیا مطلب......؟ کیا تم نے......" وہ پریشان ہو گئی تھی۔

"ہاں......! میں نے احسن کمال کو ریجیکٹ کر دیا ہے۔" شینا نے اب اپنے ازلی تفخر کے ساتھ گردن اکڑا کر کہا تو وہ افسوس سے پوچھنے لگی۔

"کیوں شینا......؟"

"میری مرضی ہے، تم کیوں خواہ مخواہ اس کی سفارش کر رہی ہو......؟" شینا نے اب تیز لہجے میں کہا تو وہ خائف ہو کر اس کے پاس سے ہٹ گئی پھر جیسا کہ اس نے سنا تھا کہ ابا کہہ رہے تھے۔ ہاں تو ثوبیہ کے لئے ہامی بھر لیتے ہیں تو اس بات کو سوچتے ہوئے وہ یہی سمجھی تھی کہ شینا کے انکار پر ابا نے ایسا کہا ہوگا اور پھر واقعی ابا نے ہامی بھر لی تھی۔

○○○

کوئٹہ ان دنوں شدید سردی کی زد میں تھا گو کہ ابھی باقاعدہ برفباری کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا پھر ٹھٹھرا دینے والی سردی تھی۔ اس نے کمرے میں آتے ہی ہیٹر آن کر دیا۔ وہ جوتے موزے اُتار رہا تھا کہ صوفیہ چائے لے کر آ گئی۔

"بھائی......! جلدی سے چائے پی لیں ورنہ زکام ہو جائے گا اور اگر زکام ہو گیا تو آواز بھاری ہو جائے گی اور اگر آواز بھاری ہو گئی تو......"

"شٹ اَپ......!" وہ اسے خاموش کرا کے بولا۔

"تمہیں اتنا فضول بولنے کی عادت کب سے ہو گئی......؟"

"اب ڈال رہی ہوں۔" صوفیہ بڑے آرام سے بولی تو وہ حیران ہوا۔

"کیوں......؟"

"گھر میں بھابی جو آنے والی ہیں۔ ایسا نہ ہو خاموشی سے گھبرا کر بھاگ جائیں۔"

صوفیہ نے کہا تو وہ سمجھا نہیں۔

"کون سی بھابی آ رہی ہیں......؟"

"آپ کی نہیں میری بھابی......!" صوفیہ سر پیٹ کر بولی۔

"وہ جسے آپ لاہور میں پسند کر کے آئے ہیں۔"

"تو کیا جواب آ گیا وہاں سے......؟ کیا کہا انہوں نے......؟" اس کی بے صبری پر

صوفیہ پہلے کھلکھلا کر ہنسی پھر اسی کے انداز میں بولی۔

"یہ آپ اتنے بے صبرے کب سے ہو گئے......؟"

"میری بات کا جواب دو......!" اس نے اب رُعب جما کر صوفیہ کا کان پکڑ لیا تو وہ

چیخ کر بولی۔

"بابا......!بابا......!دیکھیں بھائی کو۔"

"شٹ اَپ......!" اس نے پیر مار کر دروازہ بند کر دیا تا کہ اس کی آواز بابا تک نہ

جائے پھر اس کا کان زور سے دبا کر بولا۔

"جلدی بتاؤ......!ورنہ پورا کان کھینچ لوں گا۔"

"بتاتی ہوں پہلے کان تو چھوڑیں۔" وہ مچلنے لگی تو اس نے کان چھوڑ دیا اور دروازے

کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا تا کہ وہ بھاگ نہ سکے۔

"اُف بھائی......! کتنے ظالم ہیں آپ......!" وہ کان سہلائے جا رہی تھی پھر روٹھے

انداز میں بولی۔

"خوش ہو جائیں۔ انہوں نے ہاں کہہ دی ہے۔"

"واقعی......؟" وہ پہلے خوش ہوا پھر اس کے روٹھے انداز پر پوچھنے لگا۔

"تمہیں خوشی نہیں ہوئی......؟"

"نہیں......!" وہ ہنوز روٹھی ہوئی تھی۔

"کیوں......؟"

"میرا کان درد کر رہا ہے۔"

"سوری سوری......! دکھاؤ......!" وہ قریب آ کر اس کا کان دیکھنے لگا تو وہ اچانک

کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"یہ کیا حرکت ہے......؟" اس نے ڈانٹا۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے بھائی صاحب......! بھابی آ جائیں گی تو میں اس سے بھی زیادہ

تنگ کروں گی آپ کو۔" وہ کہتی ہوئی بھاگ گئی تو وہ ایک قدم اس کے پیچھے بڑھا پھر رُک

گیا۔ خود سے نہیں رُکا تھا۔ یوں لگا تھا جیسے کسی نے روکا ہو جب ہی حیران ہو کر اِدھر اُدھر

دیکھنے لگا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی کیونکہ اپنے رُکنے کا راز پا لیا تھا۔

وہ سرو قد لڑکی دل کے ایوانوں میں کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔ وہ کتنی دیر خوشگوار احساس

میں گھرا اسے سوچتا رہا پھر ٹیلی فون اُٹھا کر ان کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ وہاں دو دن قیام کے

دوران تو اسے موقع نہیں ملا تھا کہ اسے اپنے دل کا حال سنا سکے اور اب وہ اسے بتانا چاہتا تھا

کہ وہ اسے پہلی نظر میں ہی اچھی لگی تھی اور وہ اسی وقت سے ہی اس کی ہمراہی کا تمنائی ہو گیا

تھا۔

"ہیلو......!" دوسری طرف سے ریسیور اُٹھنے کے ساتھ جو آواز اس کی سماعتوں سے

ٹکرائی اس سے وہ کچھ کنفیوژ سا ہو گیا یعنی سمجھ ہی نہیں پایا کہ وہ ثوبیہ ہے یا شینا۔ جب ہی

قدرے رُک کر بولا۔

"میں احسن کمال بات کر رہا ہوں۔"

"آہا......! احسن کمال......! کیسے ہیں آپ......؟" اب شینا کی آواز واضح ہو گئی تھی

جس سے وہ جز بز تو ہوا لیکن اخلاق بھی نبھانا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں......؟"

"فرسٹ کلاس......! اور وہ بھی ٹھیک ہے۔" شینا نے کہا تو وہ قصداً انجان بن کر

پوچھنے لگا۔

"وہ کون......؟"

"وہی جس کے لئے آپ نے فون کیا ہے۔" شینا کی شوخی پر وہ محظوظ ہو کر بولا۔

"تو بات کرا دیں اس سے۔"

"ایک منٹ......! میں بلاتی ہوں اسے۔" شینا اسے انتظار میں چھوڑ کر جانے کہاں چلی گئی اور اسے ایک ایک پل کاٹنا مشکل ہو گیا پھر کتنی دیر بعد شینا ہی کی آواز آئی تھی۔

"سوری احسن......! وہ نہیں آ رہی۔"

"کیوں......؟" وہ بے حد مایوس ہوا تھا۔

"کیا کہہ رہی ہیں......؟"

"کہہ رہی ہے میں فون پر بات نہیں کروں گی۔"

"پھر......؟"

"آپ یہاں آ جائیں ناں......! آئی مین ثوبیہ ہی کہہ رہی ہے۔ میں نے اسے سمجھایا بھی کہ آپ مصروف آدمی ہیں، اتنی جلدی دوبارہ نہیں آ سکتے لیکن وہ نہیں مانی۔ اب بتائیں آپ کی طرف سے میں اسے کیا کہوں......؟" شینا نے ثوبیہ کا عذر بتا کر پوچھا تو وہ چند لمحے سوچنے کے بعد بولا۔

"ٹھیک ہے......! کہہ دیں کہ میں آ رہا ہوں۔"

"واقعی......؟ کب...... کب آ رہے ہیں......؟" شینا کا اشتیاق وہ یکسر نظر انداز کر گیا۔

"اسی ہفتے......!" اس نے بتا کر فون بند کر دیا تھا۔

○ ○ ○

شینا جتنی حسین تھی اسی قدر چالاک بھی لیکن اپنی اس دوسری خوبی کو وہ کہیں ظاہر نہیں ہونے دیتی تھی پر اب تک تو یہ ہوتا آیا تھا کہ اس کی موجودگی میں ثوبیہ نظر انداز ہوتی رہی تھی اس لئے وہ اطمینان سے تھی یعنی اسے ثوبیہ کی طرف سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ کسی

مقام پر وہ اس سے بازی لے جائے گی اور اب ایسا ہو گیا تھا اور یہ سب قسمت کے کھیل تھے لیکن شینا کو یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی اس لئے بھی کہ وہ خود احسن کمال کے سامنے ہار گئی تھی اور اسے یہ بھی یقین تھا کہ احسن کمال اس کے ملکوتی حسن کے سحر میں گرفتار ہو گیا ہے اور بہت جلد لوٹ کر اس کے پاس آئے گا لیکن اس کا یقین چکنا چور ہو گیا جب اماں جی نے اسے بتایا تھا کہ ثوبیہ کے لئے احسن کمال کا پروپوزل آیا ہے، وہ بے حد شاکڈ ہوئی تھی اور اسے ہرگز یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ لڑکی جو ہمیشہ اس کے مقابلے میں نظر انداز ہوتی رہی ہے وہ کیسے احسن کمال کی نظروں میں سما گئی۔ بہرحال یہاں وہ مات کھا گئی تھی لیکن اتنی آسانی سے ہار ماننے والی نہیں تھی۔ حقیقتاً اس کے اندر ایک آگ دہک اٹھی تھی جو اسے حقیقت تسلیم کرنے نہیں دے رہی تھی۔

"احسن کمال......! تمہیں میں نے پسند کیا پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ تم کسی اور کے ہو جاؤ......؟ نہیں......! کبھی نہیں......!" وہ بے حد تفخر اور تنفر سے سوچتی اور یہ بھول جاتی کہ مقابل اس کی اپنی بہن ہے۔ اس کی ماں جائی جو اس سے جان دینے کی حد تک پیار کرتی ہے اور جو اس کی ہر بات پر ایمان لے آتی ہے۔

اس نے کہا کہ میں نے احسن کمال کو ریجیکٹ کر دیا اور ثوبیہ نے مان لیا۔ اماں جی یا بھابی سے تصدیق کروانے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی اور یہ ضرورت تو تب پیش آتی اگر جو اسے اپنے بارے میں کوئی خوش فہمی ہوتی۔ وہ تو ہمیشہ سے خود کو شینا کے مقابلے میں کم رو جانتی تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ شینا کے لئے کتنے اچھے پروپوزل آتے ہیں جنہیں وہ نخوت سے ریجیکٹ کر دیتی ہے اور اگر اس نے احسن کمال کو بھی ریجیکٹ کر دیا تو یہ کوئی نئی بات نہیں تھی نہ ہی انہونی جو ثوبیہ یقین نہ کرتی۔ وہ تو یوں بھی شینا کی ہر بات پر ایمان لے آتی تھی۔

بہرحال ان سب باتوں سے ہٹ کر جب اس نے یہ سنا کہ ابا نے اس کے لئے ہامی بھر لی ہے تو اسے بڑا عجیب سا لگا تھا کہ شینا نے منع کر دیا تو اسے پیش کر دیا گیا لیکن وہ شینا کی طرح منہ پھٹ نہیں تھی نہ ہی احتجاج کرنا جانتی تھی۔ بس اپنے آپ میں کڑھ کر رہ گئی اور گو کہ احسن

کمال کا وجیہہ سراپا اکثر اس کی نظروں میں آن سماتا لیکن اس کے حوالے سے کوئی خواب سجانے سے وہ قصداً کترا رہی تھی۔

"جس شخص نے شینا کو پسند کیا، اسے پروپوز کیا، وہ مجھے کیسے اپنے دل میں جگہ دے گا......؟" وہ یہ سوچ کر آزردگی میں گھر جاتی تھی۔ اس وقت بھی وہ ایسے ہی آزردہ بیٹھی تھی۔ شینا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی بالوں میں برش کر رہی تھی۔ گاہے بگاہے آئینے میں اس پر نظر ڈال رہی تھی پھر ایک دم برش پھینک کر اس کے پاس آ بیٹھی۔

"ثوبی......!"

"ہوں......!" وہ چونک کر شینا کو دیکھنے لگی۔

"کیا سوچ رہی تھیں......؟"

"کچھ نہیں......!" اس کے ہونٹوں سے آپ ہی آپ گہری سانس خارج ہوئی تھی۔

"کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے......؟" شینا نے پہلے شوخی سے کہا پھر اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اپنائیت سے بولی۔

"مجھے بھی نہیں بتاؤ گی......؟"

"کیا بتاؤں......؟" اس کی دل گرفتگی پر شینا کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو تڑپ جاتا کہ وہ جو اتنی سادہ اتنی معصوم ہے وہ کیوں اُداس ہے لیکن وہ شینا تھی جو محض اس سے اُگلوانا چاہتی تھی جب ہی بظاہر لگاوٹ کا مظاہرہ کر کے بولی۔

"بتا دو ناں جو تمہارے دل میں ہے۔"

"ایک بات پریشان کرتی ہے شینا......!" اس نے ابھی اسی قدر کہا تھا کہ شینا بے صبری سے بولی۔

"کیا بات......؟"

"وہ احسن کمال کا پروپوزل تمہارے لئے آیا تھا ناں......؟" اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"ہاں......!" شینا نے فوراً ڈھٹائی سے اعتراف کیا۔

"لیکن میں نے تو ریجیکٹ کر دیا تھا۔"

"شینا......! میں سوچتی ہوں کہ جب انہوں نے تمہیں پسند کیا، تمہیں پروپوز کیا پھر مجھے کیسے قبول کریں گے......؟" وہ کہہ کر آخر میں شینا کو دیکھنے لگی۔ شینا نے اسے تسلی بھی دی تو اس کی کم مائیگی جتا کر۔

"بات برے بھلے کی نہیں ہے شینا......! دل کے معاملے میں تو انسان بے اختیار ہوتا ہے جو صورت ایک بار دل کے آئینے پر نقش ہو جائے پھر اسے ہٹانا آسان تو نہیں ہوتا۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"ہاں......! لیکن تمہیں یہ سب نہیں سوچنا چاہئے۔" شینا نے یہاں بھی اس کی غلط فہمی دور نہیں کی پھر مزید گویا ہوئی۔

"بھئی......! آخر میری وجہ سے اماں ابا کب تک تمہیں بٹھائے رکھیں گے اور پھر یہاں تو جو بھی آتا ہے میرے لئے آتا ہے۔ تنگ آ گئی ہوں میں تو۔"

"تو آخر تم چاہتی کیا ہو......؟"

"جسے چاہا وہ تو......" شینا نے سوچتے ہوئے ہونٹ بھینچ لئے پھر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو فضول باتیں مت سوچا کرو۔"

"میں نہیں سوچنا چاہتی لیکن......" وہ بہت بے بس نظر آ رہی تھی۔

"چلو چھوڑو ان باتوں کو۔ اُٹھو کسی کام میں اپنا دھیان بٹاؤ۔ ایسا کرو چائے بنا لاؤ۔"

شینا نے خود ہی اسے کام بھی بتا دیا تو وہ چپ چاپ اُٹھ کر کمرے سے نکل آئی۔ اگر ایک بار بھی پلٹ کر دیکھتی تو شینا کے چہرے پر شاطرانہ مسکراہٹ ضرور محسوس کر کے ٹھٹکتی۔ لیکن وہ سیدھی نکل آئی تھی اور ابھی کچن میں داخل نہیں ہوئی تھی کہ ڈور بیل بجنے سے وہیں سے پلٹ کر گیٹ پر آ گئی۔ اس وقت کیونکہ ابا یا بھائی ہی آتے تھے اس لئے اس نے بغیر پوچھے گیٹ کھول دیا اور سامنے احسن کمال کو کھڑے دیکھ کر وہ خاصی نروس سی ہو کر بے اختیار دو قدم

پیچھے ہی تھی اور احسن کمال یقیناً تمام راستے یہی دُعا کرتا آیا تھا کہ گزشتہ کی طرح اب بھی وہی گیٹ کھولے اور پہلے سامنا اسی سے ہو جب ہی اپنی دُعا کے مستجاب ہونے پر اس نے تشکر سے آسمان کو دیکھا پھر اسے دیکھ کر بولا۔

"دُعائیں مستجاب ہو جائیں تو کتنا اچھا لگتا ہے۔"

"جی......؟" وہ سمجھی نہیں تھی۔

"اندر آنے کو نہیں کہیں گی......؟" وہ کہہ کر خود ہی گیٹ کھول کر اندر آ گیا۔ تب ہی شینا بھی آ گئی۔

"کون ہے ثوبی......؟" شینا نے برآمدے ہی سے پوچھا پھر احسن کمال پر نظر پڑی تو تیزی سے قریب آ کر بولی۔

"ارے احسن......! آپ کیسے آئے......؟"

"آپ نے بلایا میں آ گیا۔" وہ ثوبیہ کو دیکھ کر بولا لیکن وہ کیونکہ سر جھکائے کھڑی تھی اس لئے سمجھ نہیں سکی جبکہ شینا اچھی طرح سمجھ گئی تھی اور اسے ثوبیہ کا سر جھکانا بہت غنیمت لگا۔ فوراً احسن سے بولی۔

"تو یہاں کیوں کھڑے ہیں......؟ آیئے اندر آیئے ناں......! ثوبی......! تم جلدی سے چائے بناؤ اور اماں جی کو بھی بتا دو کہ احسن آئے ہیں۔" شینا نے جلدی جلدی ثوبیہ سے کہا پھر احسن کے ساتھ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی تو وہ پلکیں اُٹھا کر ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھنے لگی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تب وہ کچن میں آ گئی۔

اس کے اندر آزردگی مزید بڑھ گئی تھی۔ چائے بھی بے دلی سے بنائی پھر وہیں کھڑی رہ کر انتظار کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد شینا بہت تیزی سے آئی تھی۔

"تم نے ابھی تک چائے......"

"بن گئی ہے۔" اس نے ٹرے کی طرف اشارہ کیا تو شینا نے فوراً ٹرے اُٹھا لی پھر جاتے جاتے جیسے بادلِ نخواستہ بولی تھی۔

"تم بھی چلو......!"

"میں......؟" وہ شش و پنج میں تھی۔

"اوہو......! ابھی سے شرمانے لگیں......؟" شینا نے ایک طرح سے اسے روک دیا اور خود چلی گئی۔

○○○

احسن کمال جس کے لئے آیا تھا وہ جانے کہاں چھپ گئی تھی یا چھپا دی گئی تھی کہ رات کے کھانے پر بھی سب کے ساتھ نظر نہیں آئی جس سے وہ خاصا بددل ہوا اور بار بار شینا سے اشاروں سے اس کے بارے میں پوچھنے کی کوشش کی لیکن شینا یکسر انجان بنی رہی پھر جب کھانے کے بعد اس کے کمرے میں چائے لے کر گئی تب وہ شکایتاً بولا۔

"آپ نے کہاں چھپا دیا ہے اسے......؟"

"اسے خود چھپنے کا شوق ہے۔" شینا کپ اسے تھما کر بیٹھتے ہوئے کہنے لگی۔

"یقین کریں میں نے اس کی بہت خوشامد کی اور اب بھی بہت کہا کہ چائے تم لے جاؤ لیکن وہ نہیں مانی۔"

"اگر اس نے یونہی مجھ سے چھپنا تھا تو بلایا کیوں......؟" اس کے لہجے میں خفگی تھی جسے محسوس کر کے شینا فوراً بولی۔

"ارے......! آپ تو ناراض ہونے لگے۔"

اس نے خاموشی سے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا تو شینا پھر کہنے لگی۔

"میرا خیال ہے وہ آپ کو آزمانا چاہ رہی تھی کہ اس کے بلانے پر آپ آتے ہیں یا نہیں۔"

وہ اب بھی کچھ نہیں بولا تو شینا قصداً جھنجلائی۔

"اوہو......! آپ اپنا موڈ تو ٹھیک کریں ورنہ میں بھی اُٹھ کر چلی جاؤں گی۔" اور احسن کمال کو اس کے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا لیکن اب کیونکہ اس کے ساتھ باقاعدہ

ایک رشتہ قائم ہو چکا تھا۔

"ارے سنیں......! آپ چلی جائیں گی تو میں مزید بور ہو جاؤں گا۔" اس بات سے شینا کھل اٹھی پھر اس کے گھر کا حال احوال پوچھنے لگی۔

"آپ کے بابا کیسے ہیں......؟ اور آپ کی بہن......؟ وہ کیا کرتی ہے......؟"

"صوفیہ گریجویشن کر رہی ہے۔"

"اسے بھی لے آتے۔"

"وہ تو تیار تھی لیکن پھر بابا اکیلے ہو جاتے۔ اس لئے میں نہیں لایا اسے۔ اصل میں وہ ثوبیہ کو دیکھنے کو بے چین ہو رہی ہے۔" اس نے بتایا تو شینا کو اس کے منہ سے ثوبیہ کا نام بالکل اچھا نہیں لگا۔ شاید اس لئے کہ اس نام کے ساتھ ہی اس کے لہجے میں محبت سمٹ آئی تھی۔

"آپ ابھی کچھ دن رہیں گے ناں......؟" شینا نے اپنے تئیں ثوبیہ کی طرف سے اس کا دھیان ہٹانے کی خاطر پوچھا لیکن وہ پھر اسی کا نام لے آیا۔

"اگر ثوبیہ اسی طرح مجھ سے چھپتی رہی تو پھر میں کل ہی چلا جاؤں گا۔"

"میں آپ کی یہ بات اسے بتا دوں گی۔" شینا بظاہر ہنس کر بولی تھی۔

"ضرور بتائیے گا اور یہ بھی کہئے گا کہ میں ناراض ہو کر جاؤں گا۔" اس نے کہا تو شینا برا سا منہ بنا کر بولی۔

"اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔"

"واقعی......؟" وہ حیران ہوا۔

"ہاں......! وہ شروع ہی سے ایسی ہے۔ جان بوجھ کر بے حسی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ آپ برا نہیں منائیے گا۔ احساسِ کمتری کا شکار لوگ ایسی ہی حرکتیں کرتے ہیں۔" شینا بہت طریقے سے ڈبل گیم کھیل رہی تھی۔

"ارے......! اسے کس بات کا کمپلیکس ہے......؟" اس نے حیرت سے پوچھا تو شینا

کا دل چاہا گردن اکڑا کر کہے میرے مقابلے میں کوئی بھی کمپلیکس کا شکار ہو سکتا ہے لیکن وہ بہت سنبھل کر گویا ہوئی تھی۔

"اصل میں ہم دونوں اسکول پھر کالج بھی ساتھ ہی جاتی تھیں تو لڑکیاں ہمیں دیکھ کر باقاعدہ تبصرہ کرنے کھڑی ہو جاتیں کہ ان دونوں بہنوں میں کتنا فرق ہے۔ شینا کتنی حسین ہے اور اس کے سامنے ثوبیہ کچھ بھی نہیں۔ یوں بیچاری ثوبیہ کمپلیکس کا شکار ہو گئی۔"

"بے وقوف ہے۔" اس نے سر جھٹکا۔

"میں بھی اسے یہی سمجھاتی ہوں لیکن......" وہ اس کے نوٹس نہ لینے پر اندر ہی اندر تلملائی تھی پھر بات بدل کر بولی۔

"اچھا......! اب بتائیں آپ کی نظر میں خوبصورت کون ہے......؟"

"میں ظاہری خوبصورتی سے متاثر نہیں ہوتا۔" وہ مختصر جواب دے کر اپنی بات پر آ گیا۔

"آپ کو میرا ایک کام کرنا ہے۔"

"کیا......؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"کل ہم آؤٹنگ پر چلیں گے اور آپ نے ہر صورت ثوبیہ کو بھی ساتھ چلنے پر آمادہ کرنا ہے۔ ٹھیک......؟" اس نے کہا تو شینا سوچتے ہوئے انداز میں بولی۔

"ہے تو مشکل کام پھر بھی میں کوشش کروں گی۔" پھر پوچھنے لگی۔

"کل کس وقت......؟"

"دن میں چلیں گے، گیارہ بجے، پھر لنچ باہر ہی کریں گے۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا یوں جیسے تم بھی جاؤ میں سوؤں گا اور وہ سمجھ کر بھی پوچھنے لگی۔

"آپ اور چائے پئیں گے......؟"

"نہیں......! پھر نیند نہیں آئے گی۔"

"او کے......! گڈ نائٹ......!" وہ اس کے کمرے سے نکل آئی اور کچھ دیر برآمدے

میں ٹہلنے کے بعد اپنے کمرے میں آئی تو زیرو پاور کی مدہم روشنی میں ثوبیہ کو دیکھنے لگی جو آنکھوں پر بازو رکھے سیدھی لیٹی تھی پتا نہیں سو رہی تھی یا جاگ رہی تھی وہ اندازہ نہیں لگا سکی تو پہلے چلتی ہوئی اس کے پاس آکر لیٹی پھر آہستہ سے اس کا بازو ہلا کر پوچھنے لگی۔

''سو رہی ہو......؟''

''کیا بات ہے......؟'' ثوبیہ نے یوں دیکھا جیسے غنودگی سے جاگی ہو۔

''بات تو خاص ہے لیکن اگر تمہیں نیند آرہی ہے تو......'' اس نے کمالِ ہوشیاری سے اس کی نیند اُڑا دی تھی۔

''نہیں......! نیند تو اتنی نہیں ہے۔ تم بتاؤ کیا بات ہے......؟'' ثوبیہ نے اس کی طرف کروٹ لے کر پوری آنکھیں کھول دیں تو شینا جان بوجھ کر سوچنے کے انداز میں رُک رُک کر بولنے لگی۔

''میں احسن کمال کے پاس سے آرہی ہوں۔ ان سے باتوں کے دوران میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ صرف تمہیں آزمانے آئے ہیں کہ تم کیسی لڑکی ہو۔''

''کیا مطلب......؟ وہ مجھے کیسے آزمائیں گے......؟'' وہ بزدل سی لڑکی پریشان ہو گئی تھی۔

''پہلے میری پوری بات سنو......!'' شینا اسے ٹوک کر کہنے لگی۔

''میں نے ان سے یونہی پوچھ لیا تھا کہ انہیں لڑکیوں میں کیا بات اچھی لگتی ہے۔ اس پر کہنے لگے۔ شرم و حیا، خاص طور پر آنکھوں میں حجاب، پھر خود ہی بولے۔ آج کل کی لڑکیوں میں تو یہ بات نہیں ہے پھر انہوں نے کل آؤٹنگ کا پروگرام بنا ڈالا کہ ہم تینوں چلیں گے۔''

''تینوں......؟'' اس نے وضاحت چاہی۔

''احسن، تم اور میں۔'' شینا نے بتایا تو وہ فوراً بولی۔

''نہیں......! میں تو نہیں جاؤں گی۔''

''کیوں نہیں جاؤ گی......؟ احسن خود تم سے چلنے کو کہیں گے۔'' شینا نے یوں کہا جیسے وہ

احسن کی بات کبھی نہیں ٹال سکے گی۔

''کہتے رہیں، میں تو نہیں جاؤں گی۔'' وہ اُڑ کر بولی تھی اور شینا کا مقصد پورا ہو گیا تھا جب ہی بے نیازی سے بولی۔

''خیر......! صبح دیکھیں گے۔'' اس کے ساتھ ہی شینا نے کروٹ بدل لی اور کچھ دیر میں سو بھی گئی جبکہ اس نے ابھی نیند کو بھگایا تھا تو اب اسے منانے اور واپس بلانے کے جتن بھی کرنے تھے۔

○ ○ ○

شام میں صائمہ یونہی ملنے کی غرض سے آئی تھی لیکن پھر صوفیہ کے بے حد اصرار پر اسے رات میں بھی رُکنا پڑا۔ اصل میں احسن کمال کے نہ ہونے کی وجہ سے گھر میں بہت سناٹا محسوس ہوتا تھا جس سے صوفیہ کو بہت گھبراہٹ ہوتی تھی۔ بابا بھی سردی کی وجہ سے جلدی اپنے کمرے میں بند ہو جاتے تھے۔ بہرحال آج صائمہ کی آمد پر صوفیہ نے بے حد خوشی کا اظہار کیا اور بصد اصرار اسے رُکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ یوں بھی اپنی کزنز میں اس کی سب سے زیادہ انڈراسٹینڈنگ صائمہ کے ساتھ تھی گو کہ دونوں کی عمروں میں نمایاں فرق تھا اور وہ اسے صائمہ باجی کہتی تھی۔

اس وقت وہ دونوں ہاتھوں میں کافی کے مگ لئے کمرے میں آئی تو صائمہ اسے دیکھ کر بولی۔

''صوفیہ......! اتنی سردی میں تم کیا کرتی پھر رہی ہو......؟ اگر میرے لئے اتنا تکلف کرو گی تو میں ابھی چلی جاؤں گی۔''

''میں کوئی تکلف نہیں کر رہی صائمہ باجی......! یقین کریں میرا اپنا دل چاہ رہا تھا کافی پینے کو۔'' اس نے ایک مگ اسے تھماتے ہوئے کہا پھر اس کے ساتھ ہی کمبل میں بیٹھ گئی۔

''احسن نہیں آئے ابھی تک......؟'' صائمہ نے کافی کا سپ لے کر پوچھا تو وہ اپنی بھول جانے کی عادت پر جھنجلا کر بولی۔

''اوہو......! میں آپ کو بتانا بھول گئی۔ بھائی لاہور گئے ہوئے ہیں۔''

''آفیشل ٹور پر......؟'' صائمہ کا انداز بظاہر سرسری تھا۔

''ہاں......! کہہ کر تو یہی گئے ہیں۔'' اس نے کہا تو صائمہ اب براہ راست اسے دیکھنے لگی۔

''کیا مطلب......؟''

''مطلب یہ کہ آفس ٹور کا بہانہ کر کے وہ اپنی منگیتر سے ملنے گئے ہیں۔'' اس نے بتایا تو ایک لمحے کو صائمہ کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا پھر سنبھلنے کی کوشش میں پھیکی ہنسی کے ساتھ پوچھنے لگی۔

''منگیتر......؟ احسن کی منگنی کب ہوئی......؟''

''باقاعدہ منگنی تو نہیں ہوئی صائمہ باجی......! اور ایسا کوئی پروگرام بھی نہیں ہے بس انشاءاللہ جلدی شادی کریں گے۔'' شادی کا بتاتے ہوئے صوفیہ خوش ہو رہی تھی۔

''لاہور میں کون ہے......؟'' صائمہ کا انداز سوچتا ہوا تھا۔

''آپ نہیں جانتیں۔ بابا کے کوئی دوست ہیں ان کی بیٹی ہیں۔ ہم نے تو کبھی دیکھا بھی نہیں انہیں۔ پچھلی بار جب احسن بھائی آفیشل کام سے لاہور جا رہے تھے تو بابا نے خاص طور سے انہیں اپنے دوست کے گھر جانے کو کہا تھا۔ یوں بھائی نے وہاں ان کی لڑکی کو دیکھ کر پسند کر لیا اور پھر بابا نے فون پر بات طے کر دی۔'' صوفیہ نے پوری تفصیل بتا ڈالی۔

''تو اب احسن اس سے ملنے گئے ہیں......؟'' صائمہ کھوئی کھوئی سی تھی۔

''مجھے بھی لگ رہا ہے۔'' وہ ہنس کر بولی تو صائمہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر قصداً ذرا سا مسکرائی۔

''ایک بات کہوں صائمہ باجی......! آپ برا تو نہیں مانیں گی......؟'' اس نے قدرے جھجکتے ہوئے کہا۔

''ارے......! میں نے پہلے کبھی تمہاری کسی بات کا برا مانا ہے......؟ تم بلا جھجک کہو۔''

صائمہ نے پیار سے اس کا گال تھپکا پھر بھی وہ قدرے رُک کر بولی۔

''میں نے احسن بھائی کے لئے آپ کو پسند کیا تھا اور میں نے بابا سے کہا بھی تھا مجھے آپ بہت اچھی لگتی ہیں صائمہ باجی......!'' وہ ایک دم جذباتی ہو کر صائمہ کے گلے لگ گئی تو صائمہ کو آنسو پینے کا موقع مل گیا پھر اس کا سر تھپک کر بولی۔

''پگلی......! یہ سب نصیبوں کے کھیل ہیں۔ کون کس کے نصیب میں لکھا ہے یہ ہم نہیں جانتے......؟''

''ہاں......! اللہ پاک بھی پتا نہیں کہاں کہاں جوڑے جا ملاتے ہیں......؟'' وہ شاکی ہو رہی تھی۔

''وہ بہتر جانتا ہے۔ ہم نادان ہیں۔ اپنا نصیب اپنی مرضی سے لکھوانا چاہتے ہیں۔'' صائمہ کے لہجے میں آزردگی سمٹ آئی تھی۔

○ ○ ○

وہ رات بہت دیر سے سوئی تھی۔ اس کے باوجود صبح معمول کے مطابق اس کی آنکھ کھل گئی تھی اور معمول کے مطابق اس نے فجر کی نماز پڑھی اس کے بعد معمول سے کترا گئی۔ یعنی روزانہ فجر کے بعد وہ لان میں نکل جاتی تھی لیکن آج صرف احسن کی وجہ سے وہ کمرے سے نہیں نکلی۔ پھر ناشتے کی ٹیبل پر بھی نہیں گئی گو کہ کوئی پابندی نہیں تھی کہ وہ احسن کے سامنے نہ آئے لیکن اسے خود ہی ابا اور بھائی کی موجودگی میں اس کے سامنے جانا اچھا نہیں لگا تھا جب ہی ناشتے کو منع کر دیا پھر جیسا کہ رات میں شینا نے اسے بتایا تھا کہ آج وہ آؤٹنگ پر جائیں گے تو گیارہ بجے پہلے شینا ہی نے اس سے چلنے کو کہا اور اس نے منع کر دیا تو کچھ دیر بعد احسن کمال خود اس کے کمرے میں آ گیا۔

''سنیں......! میں......'' اس کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کہے۔

''میں وجہ جاننا چاہتا ہوں۔ آخر آپ کیوں منع کر رہی ہیں......؟ جبکہ آپ کے گھر والوں کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔'' وہ اپنی جگہ یوں جم کر کھڑا تھا جیسے اس کا جواب

لئے بغیر نہیں جائے گا اور وہ جیسے بے بس ہو کر بولی تھی۔

''بس......! مجھے اچھا نہیں لگتا۔''

''کیا اچھا نہیں لگتا......؟ میرے ساتھ جانا......؟'' اس نے پھر ٹوکا تو وہ روہانسی ہوگئی۔

''پلیز......! آپ جائیں......!''

وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر اس کے کمرے سے نکل کر آیا تو برآمدے میں شینا بڑی بیقراری سے ٹہل رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی لپک کر اس کے پاس آئی۔

''کیا ہوا......؟ مان گئی ثوبیہ......؟''

اس نے مایوسی سے نفی میں سر ہلا دیا۔

''مجھے پتا تھا نہیں مانے گی۔'' شینا کھل اُٹھی اور یہیں وہ ٹھٹک گیا پھر وہ صرف اس لئے شینا کو ساتھ لے گیا تا کہ اس لڑکی کے بارے میں مزید جان سکے کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ یوں تو وہ اوّل روز ہی جان گیا تھا کہ شینا احساسِ برتری کا شکار ہو کر ہر ایک کو اپنے اشاروں پر چلانا چاہتی ہے اور خاص طور سے ثوبیہ پر اس کی گرفت مضبوط ہے مزید آج اس نے یہ بھی جان لیا کہ وہ ثوبیہ سے جیلس ہوگئی ہے صرف اس لئے کہ احسن کمال نے اس کے بجائے ثوبیہ کو منتخب کرلیا ہے اور وہ اپنے انتخاب پر خوش تھا جب ہی بادل نخواستہ اسے برداشت کرتا رہا پروگرام کے مطابق پہلے آؤٹنگ پھر ایک اچھے ریسٹورنٹ میں لنچ اس کے بعد گھر آتے ہی وہ اپنا سامان پیک کر کے واپس جانے کے لئے تیار ہوگیا۔ اماں جی اور بھابی نے بہت کہا کہ شام تک رُک جائے، ابا اور بھائی سے مل کر جائے لیکن وہ ضروری کام کا بہانہ کر کے اسی وقت وہاں سے نکل گیا تھا اور پھر احسن کمال کے جاتے ہی شینا منہ لٹکائے ہوئے ثوبیہ کے پاس آئی اور تشویش بھرے لہجے میں کہنے لگی۔

''بڑی غلطی ہوگئی ثوبیہ......! مجھے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ تمہیں احسن کو منع نہیں کرنا چاہئے تھا۔ میرا مطلب ہے تم بھی ہمارے ساتھ چلتیں۔''

''انہوں نے برا مانا کیا......؟'' اس نے سادگی سے پوچھا۔

''بہت بہت ناراض ہوئے۔ یہاں تک کہا کہ یہ اتنی بور اور ڈل لڑکی میرے ساتھ کیسے چل سکے گی......؟''

''لیکن شینا......! رات تو تم نے کچھ اور کہا تھا۔'' وہ شینا کو ٹوکتے ہوئے خائف تھی۔

''ہاں......! مجھے کیا پتا۔ میں نے ان کی باتوں سے ہی اندازہ لگایا تھا کہ انہیں شرمائی لجائی لڑکیاں اچھی لگتی ہیں جب ہی میں نے تمہیں خبردار کیا تھا لیکن آج تو ان کا رنگ ہی اور تھا۔'' شینا ڈھٹائی سے بولی پھر اسے تسلی دینے لگی۔

''خیر......! تم فکر مت کرو۔ میں نے انہیں یقین دلایا ہے کہ شادی کے بعد تم خود بخود ان کے رنگ میں رنگ جاؤ گی۔''

وہ کیا کہتی۔ خاموشی سے دیکھتی رہی تھی۔

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ثوبی......! میں تمہیں اچھی طرح ٹرینڈ کر دوں گی اور دیکھنا احسن کمال کو تمہارا غلام نہ بنا دیا تو پھر کہنا۔''

شینا نے اسے گلے لگا کر مزید یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ اس کی سب سے بڑی ہمدرد وہی ہے اور وہ نادان شینا کی محبت پر شبہ کر ہی نہیں سکتی تھی جب ہی اس کی آنکھیں تشکر کے آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں۔

○ ○ ○

احسن کمال نے واپس آتے ہی بابا سے کہہ دیا کہ وہ جلدی شادی کرنا چاہتا ہے اور بابا کو بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے وہ تو خود یہی چاہتے تھے۔ یوں آناً فاناً اس کی شادی طے ہوگئی اور پھر تیسرے ہی ہفتے ثوبیہ اس کی زندگی میں بہار بن کر آگئی۔ حقیقتاً وہ اسے پا کر بے حد خوش تھا اور جب اس نے ثوبیہ کو بتایا کہ وہ پہلی نظر ہی میں اس کی محبت میں گرفتار ہوگیا تھا تو وہ نہ صرف حیران ہوئی بلکہ اسے یقین بھی نہیں آرہا تھا۔

''آپ میرا دل رکھنے کی خاطر ایسا کہہ رہے ہیں ورنہ شینا کے مقابلے میں تو میں کچھ

بھی نہیں ہوں۔" اس نے سادگی سے کہا تو وہ اس کا حنائی ہاتھ ہونٹوں سے چھو کر پوچھنے لگا۔

"یہ تم سے کس نے کہا......؟"

"کون کہے گا......؟ میں خود نہیں دیکھ سکتی تھی کیا......؟ پھر شینا نے بھی بتایا تھا کہ......" وہ جانے کیا کہنے جا رہی تھی کہ ایک دم نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر جیسے خود کو بولنے سے باز رکھا۔

"کیا بتایا تھا شینا نے......؟" وہ اندر سے ٹھٹکا تھا۔

"کچھ نہیں......!"

"اوں ہوں......! تمہیں بتانا پڑے گا۔" اس نے محبت سے اصرار کیا تو وہ بے بسی سے بولی۔

"کچھ نہیں ناں......!"

"تمہیں میری قسم......! بتاؤ......!" اس نے اپنی قسم دی تو وہ پریشان ہو گئی پھر بتاتے ہوئے خوش نہیں تھی۔

"شینا بتا رہی تھی کہ آپ کا پروپوزل اس کے لئے تھا لیکن اس نے ریجیکٹ کر دیا۔"

"کیا......؟" وہ ایک دم سناٹے میں آ گیا جبکہ وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اس کی کیفیت سے بے خبر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"پتا نہیں وہ کیا چاہتی ہے......؟ اتنے لوگ اسے پسند کرتے ہیں لیکن وہ کسی کو خاطر میں ہی نہیں لاتی حالانکہ آپ تو......"

"بس کرو ثوبیہ......!" اس نے فوراً ٹوک دیا۔ حقیقتاً اسے بے حد توہین کا احساس ہو رہا تھا یعنی شینا جو اپنی تمام تر خوبصورتیوں کے باوجود اس کے دل میں جگہ نہیں بنا سکی تھی وہ یہ بات کہہ رہی تھی۔ دل تو چاہا اسی وقت ثوبیہ کے سامنے اس کی حقیقت کھول کر رکھ دے کہ وہ کوشش کے باوجود اسے اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکی تھی اور محض اپنی برتری جتانے اور قائم رکھنے کی خاطر اس نے ثوبیہ سے ایسی گھٹیا بات کہہ دی لیکن وہ سطحی مرد نہیں تھا پھر اولین شب

کے رنگین لمحات کو وہ اس سرپھری لڑکی کی وجہ سے بے رنگ نہیں کرنا چاہتا تھا جب ہی بہت ضبط کرنے کے بعد اس کا ہاتھ ہاتھوں میں لے کر بولا۔

"شینا نے تم سے مذاق کیا ہوگا اور سنو......! میری آنکھیں ظاہری حسن و جمال کو نہیں دیکھتیں۔ ویسے بھی تم شینا سے کم نہیں ہو بلکہ تمہاری ذات کی اچھائیوں نے تمہیں اس سے کہیں زیادہ حسین بنا دیا ہے۔ سمجھیں تم......!" وہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی تھی۔

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے فوراً اپنے پہلو میں دیکھا اور ثوبیہ کو موجود نہ پا کر ہڑبڑا کر اُٹھنا چاہتا تھا کہ وہ جائے نماز پر کھڑی نظر آ گئی۔ ایک پل کو اپنی جگہ ساکت ہو گیا تھا۔ سہانے سے کا بڑا سہانا منظر تھا۔ سچ مچ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سارے جہاں کی خوبصورتیاں چرا لائی ہو۔ آسمانی رنگ کے دوپٹے کے ہالے میں اس کا چہرہ ہر قسم کی بناوٹ سے پاک تھا۔ وہ پلکیں جھپکائے بنا اسے دیکھے گیا اور جب وہ جائے نماز سے اُٹھی تو اسے دیکھتے پا کر جھینپ گئی۔ وہ اس کے جھینپنے پر بے ساختہ مسکرایا پھر اس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے پاس بٹھا کر پوچھنے لگا۔

"تم اتنی جلدی کیسے اُٹھ گئیں......؟"

"میں ہمیشہ سے ایسے ہی اُٹھتی ہوں۔" وہ کہہ کر پوچھنے لگی۔

"آپ نماز نہیں پڑھیں گے......؟"

"اب تم نے ٹوکا ہے تو پڑھنا ہی پڑے گی۔" وہ اُٹھنے میں سستی دکھانے لگا۔

"ایسے نہیں......! فوراً اُٹھیں......!"

"یار......! میں چائے کے بغیر......"

"بس......! جب تک آپ نماز پڑھیں میں چائے بنا لاتی ہوں۔" وہ کہتے ہوئے اُٹھنے لگی کہ اس نے پھر بٹھا دیا۔

"تم چائے کیسے بناؤ گی......؟"

"کیوں......؟ میں نہیں بنا سکتی......؟"

''نہیں......! میرا مطلب ہے تمہیں تو ابھی گھر کا نقشہ بھی نہیں معلوم کچن کہاں ہے۔''

''کمرے سے نکلوں گی تو سب دیکھ لوں گی۔'' وہ اب کہہ کر چلی ہی گئی تو وہ کمبل پھینکتے ہوئے خود سے بولا۔

''چلو احسن کمال......! اب نماز پڑھ ہی لو۔''

پھر ابھی وہ نماز سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ وہ چائے لے کر آ گئی اور ٹرے ٹیبل پر رکھ کر کھڑکیوں سے پردے سمیٹنے لگی۔ سرد موسم میں اُترتا ہلکا ہلکا اُجالا بے حد بھلا لگ رہا تھا اور اپنے گھر میں تو وہ اس وقت لان میں نکل جاتی تھی لیکن اب ٹھٹھرا دینے والی سردی کے باعث یہ ممکن نہیں تھا۔ بس یہیں سے لان کا نظارہ کر کے وہ پلٹی تو احسن کمال اس کے بے حد قریب کھڑا تھا۔ دھیرے سے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

''میں آج کی صبح کو اپنی زندگی کی سب سے حسین صبح کہوں گا۔''

''چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔'' وہ نروس ہو گئی تھی جب ہی اسے چائے کی طرف متوجہ کیا۔

''ارے......! تمہیں دقت تو نہیں ہوئی چائے بنانے میں......؟'' اس نے فوراً کپ اُٹھا کر پوچھا۔

''بالکل نہیں......! بابا بھی اُٹھ گئے تھے پھر کچن میں میرے ساتھ کھڑے رہے۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ ناشتہ میں بناؤں گی۔'' وہ قدرے لجائے انداز میں بولتی ہوئی بہت اچھی لگ رہی تھی۔ احسن کمال نے خود کو کسی بھی شرارت سے باز رکھا تاکہ وہ اسی طرح بولتی رہے۔

''اور صوفیہ نہیں اُٹھی......؟''

''نہیں......! بابا بتا رہے تھے وہ آج کل کالج بند ہونے کی وجہ سے دیر سے اُٹھتی ہے۔''

''اچھا......! اور کیا بتایا بابا نے......؟'' وہ بظاہر سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا لیکن اس کی

آنکھوں میں چمکتی شرارت دیکھ کر وہ پھر نروس ہو گئی۔

''کچھ نہیں......!''

''نہیں بتاؤ......!'' وہ اب شریر ہو گیا۔

''دیکھیں بابا آ گئے۔'' اس نے کہا تو وہ جیسے ہی اِدھر متوجہ ہوا وہ اسے دھکیل کر کمرے سے نکل گئی۔

''بے ایمان......!'' وہ کھل کر مسکرایا تھا۔

پھر ناشتے پر صوفیہ بھی آ گئی تو مسلسل وہی بولتی رہی۔ پہلے گھر کی روٹین سے شروع ہوئی تھی۔ ناشتے کے اوقات بتائے پھر اپنی اور بابا کی ایکٹیوٹیز، اس کے بعد خاندان بھر کا غائبانہ تعارف کراتے ہوئے اس نے خاص طور سے اپنی صائمہ باجی کی بہت تعریف کی جیسے اس نے تو نہیں لیکن احسن نے محسوس کر لیا تھا جب ہی ٹوک دیا۔

''بس صوفیہ......! اب خاموش ہو جاؤ۔ ثوبیہ خود سب سے مل لیں گی۔''

''سب سے پہلے تو میں آپ کو صائمہ باجی سے ملواؤں گی۔'' صوفیہ پھر صائمہ کا ذکر لے آئی اور وہ پھر اسے ٹوکنا چاہتا تھا کہ فون کی بیل بجنے سے صوفیہ اُٹھ کر بھاگ گئی لیکن پھر جلدی واپس آ کر بولی۔

''بھابی......! آپ کے گھر سے فون ہے۔''

اس نے پہلے احسن کو دیکھا اور اُس نے جانے کا اشارہ کیا تب وہ اُٹھ کر لاؤنج میں آ گئی۔

''ہیلو......!''

''ہائے ثوبی......! کیسی ہو......؟'' دوسری طرف شینا تھی۔ اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر بولے چلی گئی۔

''خیریت سے پہنچ گئے تھے تم لوگ کوئٹہ......؟ سنا ہے وہاں بہت سردی ہے۔ کیسا ہے احسن کا گھر اور اس کے گھر والے......؟''

"گھر بھی اچھا ہے اور گھر والے بھی۔" اس نے کہا تو وہ پوچھنے لگی۔

"احسن کہاں ہیں......؟"

"ناشتہ کر رہے ہیں۔"

"اوہو......! میں نے تمہیں ناشتے سے اُٹھا دیا۔ خیر......! یہ بتاؤ تم خوش ہو ناں......؟ احسن نے تم سے کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں کی......؟" شینا کو جانے کیا جاننے کی جلدی تھی۔

"نہیں شینا......! احسن بہت اچھے ہیں اور تم نے میرے ساتھ یہ کیا مذاق کیا تھا......؟" اس نے احسن کی تعریف کرتے ہوئے کہا تو شینا فوراً پوچھنے لگی۔

"کون سا مذاق......؟"

"وہ جو تم نے کہا تھا کہ احسن کا پروپوزل تمہارے لئے آیا تھا۔ پتا ہے میں نے احسن سے پوچھا تھا، وہ کہنے لگے تم نے مذاق کیا ہوگا۔" اس نے اپنی ازلی سادگی سے بتایا اور ادھر شینا بھڑک گئی۔

"پاگل ہو تم......! ایسی باتیں کہیں پوچھی جاتی ہیں......؟ اور ظاہر ہے اب تو وہ یہی کہیں گے ناں......! بیچارے ہرٹ ہوئے تھے میرے انکار پر اور اب تم بار بار انہیں یہ بات یاد دلا کر مزید ہرٹ مت کرنا، سمجھیں......؟"

"ہوں......!" احسن کو آتا دیکھ کر اس نے "ہوں" کہنے پر اکتفا کیا۔

"اچھا ٹھیک ہے......! میں پھر فون کروں گی۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے فون رکھ دیا پھر احسن کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔

"شینا تھی۔"

"خیریت......؟ آنکھ کھلتے ہی اسے تمہارا خیال کیسے آ گیا......؟" وہ بظاہر ہلکے پھلکے انداز میں بولا تھا۔

"ہم دونوں ایک ہی بیڈ پر جو سوتی تھیں جب وہ اُٹھی ہوگی تو مجھے نہ پا کر اسے عجیب

سا لگا ہوگا۔"

"ہاں......! یہی بات ہوگی۔" وہ طنزاً مسکرایا تھا۔

○○○

شینا کو اب کسی پل چین نہیں تھا کیونکہ اس کی ساری تدبیریں ناکام ہو گئی تھیں اور احسن کمال بہت محبت سے ثوبیہ کو بیاہ کر لے گیا تھا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ شینا اس کو نصیب کا لکھا سمجھ کر خاموشی اختیار کر لیتی لیکن اس کے برعکس وہ ہر وقت احسن کے خلاف منصوبے بناتی رہتی کہ کسی طرح اسے سکون سے نہ رہنے دے۔ اس وقت بھی وہ ایسا ہی کچھ سوچ رہی تھی کہ ابرار آ گیا۔

"ہیلو......!" ابرار اسے متوجہ کر کے اس کے سامنے ہی چیئر کھینچ کر بیٹھ گیا تو وہ بے دھیانی سے اسے دیکھنے لگی۔

"کہاں گم ہو......؟" ابرار نے پھر ٹوکا تو وہ گہری سانس کھینچ کر بولی۔

"میں ثوبیہ کو سوچ رہی تھی۔"

"ارے ہاں......! کیسی ہے ثوبیہ......؟ ایڈجسٹ ہو گئی وہاں......؟" ابرار ثوبیہ کا پوچھ کر پھر خود ہی کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے اسے کوئی پرابلم نہیں ہوگی کیونکہ وہ بہت محبت کرنے والی لڑکی ہے جلد ہی سب میں گھل مل جائے گی۔"

"لیکن مجھے اس کی بہت فکر ہے۔ وہ بے شک محبت کرنے والی ہے لیکن سب لوگ تو محبت کی زبان نہیں سمجھتے۔ خاص طور سے سسرال والے۔" شینا نے نخوت سے کہا تو ابرار نے اس کی نفی کی۔

"میں تمہاری اس بات سے اتفاق نہیں کرتا۔"

"کیونکہ تم مرد ہو۔" وہ تڑخ کر بولی تھی۔

"میں اس پر بحث نہیں کروں گا۔" ابرار اس موضوع سے ہٹنا چاہتا تھا اور وہ استہزائیہ

ہنسی۔

"ہارنے سے ڈرتے ہو......؟"

"تم جو بھی سمجھو......!" ابرار نے کندھے اُچکائے تو وہ پھر اپنی بات پر آ گئی۔

"ہاں......! میں ثوبیہ کی بات کر رہی تھی۔ سوچ رہی ہوں اس کے پاس چکر لگا آؤں۔ بیچاری پہلی بار گھر سے اتنی دُور گئی ہے، گھبرا رہی ہو گی۔"

"کیوں گھبرا رہی ہو گی......؟ یہ تو اس کے خوشیوں کے دن ہیں۔" ابرار نے پھر اس کی بات رَد کی تو وہ تلملا گئی۔

"تمہیں کیا پتا......؟"

"ظاہر ہے نئی نئی شادی ہے اور نیا شادی شدہ جوڑا خود کسی کی مداخلت پسند نہیں کرتا۔" ابرار ٹھیک کہہ رہا تھا لیکن وہ کہاں ماننے والی تھی۔

"میں کسی نہیں، ثوبیہ کی بہن ہوں اور یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ کتنی احمق ہے۔ اسے ہر بات سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"لیکن اب اسے ہر بات خود سمجھنے دو۔" ابرار نے زور دے کر کہا۔

"میں بھی اسے یہی سمجھانا چاہتی ہوں۔" وہ پھر پینترا بدل کر کہنے لگی۔

"پتا ہے جب بھی اس سے فون پر بات ہوتی ہے وہ بہت ڈری ہوئی ہوتی ہے۔ شاید نئے ماحول میں ایڈجسٹ نہیں ہو پا رہی۔"

ابرار نے اب خاموشی اختیار کر لی تو قدرے توقف سے وہ پھر گویا ہوئی۔

"اماں ابا تو اس کی شادی کر کے مطمئن سے ہو گئے لیکن میں جب تک اپنی آنکھوں سے اسے اپنے گھر میں خوش باش نہیں دیکھ لوں گی مجھے اطمینان نہیں ہو گا۔"

"اچھی بات ہے۔ اب یہ بتاؤ تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا ہے......؟" ابرار نے محض کسی بحث سے بچنے کی خاطر اس کی تائید کر کے پوچھا۔

"کیا مطلب......؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"بھئی......! تم سے چھوٹی بہن کی شادی ہو چکی ہے اب تمہیں بھی سنجیدہ ہو جانا چاہئے۔ آئی مین شادی کے لئے۔" ابرار نے ہلکے پھلکے انداز میں اسے احساس دلا کر کہا تو وہ شریر مسکراہٹ کے ساتھ پوچھنے لگی۔

"کہیں تم تو مجھے پرپوز کرنے کا نہیں سوچ رہے......؟"

"نہیں......! مجھے جان بوجھ کر ریجیکٹ ہونے کا کوئی شوق نہیں۔" ابرار نے پھر اس پر جتایا تھا اور اسے وہ اپنی خوبی مانتی تھی جب ہی کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

○ ○ ○

اس کی شادی کو چار مہینے ہو گئے تھے۔ زندگی مخصوص ڈگر پر چل نکلی تھی لیکن احسن کمال کی محبتوں میں کمی نہیں آئی تھی۔ وہ ثوبیہ کو پا کر خوش تھا اور اس کے سنگ خوشگوار اور مطمئن زندگی گزارنے کا خواہاں تھا لیکن شینا کی جانے کس جنم میں اس سے دُشمنی رہی تھی جس کا بدلہ وہ اب لے رہی تھی۔ اوّل روز ہی اس نے محسوس کر لیا تھا جیسے ثوبیہ کا سارا کنٹرول اسی کے ہاتھ میں ہو اور وہ ابھی تک اس پر گرفت مضبوط کئے ہوئے تھی گو کہ شہروں کا فاصلہ تھا پھر بھی وہ صبح شام فون کر کے پہلے ثوبیہ سے اپنی محبت جتاتی پھر اس کے گھریلو معاملات میں دخل اندازی کرتی تھی۔ بہت جلد اس نے محسوس کر لیا کہ اس کے گھر پر شینا حکمرانی کر رہی ہے اور یہ بات اسے سخت ناگوار گزری اور یہ صحیح بھی تھا کہ اگر اسے شینا سے حکمرانی کروانی ہوتی تو ثوبیہ کو کیوں بیاہ کر لاتا۔

بہرحال خاموش اس لئے تھا کہ ایک تو وہ شینا کا مسئلہ سمجھتا تھا کہ وہ بے پناہ حسین ہونے کے باوجود ثوبیہ سے مات کھا گئی تھی اور اسے سراسر اپنی توہین سمجھتے ہوئے انتقامی کارروائی پر اُتر آئی تھی اور ایسے میں وہ یہ بھی بھلا بیٹھی کہ ثوبیہ اس کی ماں جائی ہے۔ دوسرے وہ چاہتا تھا ثوبیہ خود سمجھداری سے کام لے۔ شینا کے ہاتھوں کٹھ پتلی بننے کے بجائے اپنے ذہن سے سوچے۔ جبھی وہ مسلسل ضبط سے کام لے رہا تھا۔ پھر انہی دنوں ایک تو ثوبیہ اُمید سے ہو گئی، دوسرے اس کے ٹرانسفر آرڈرز آ گئے۔ اس لئے وقتی طور پر اس کا دھیان بٹ

گیا۔

وہ نئے مہمان کی آمد کی خبر سے جتنا خوش تھا اسی قدر ٹرانسفر سے پریشان۔اس کے کراچی جانے کا سن کر بابا اور صوفیہ بھی خوش نہیں تھے اس لئے پہلے اس نے ٹرانسفر رکوانے کی بہت کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی تو اس نے بابا اور صوفیہ کو بھی ساتھ چلنے کو کہا لیکن بابا اپنا گھر اور جو تھوڑی بہت زمین تھی وہ چھوڑنے کو تیار نہیں تھے اور ظاہر ہے وہ بھی جاب نہیں چھوڑ سکتا تھا اس لئے جانے کی تیاری کرنے لگا۔اس کے ساتھ وہ ثوبیہ کا بھی خاص خیال رکھتا تھا اور اس کی کوشش ہوتی کہ شینا سے اس کا رابطہ نہ ہو۔اتفاق سے ان دنوں فون بھی خراب ہو گیا تو اس نے اندر ہی اندر اطمینان محسوس کیا لیکن یہ اطمینان اسے راس نہیں آیا۔

جس دن اسے ثوبیہ کے ساتھ کراچی جانا تھا اس سے ایک دن پہلے شینا آ گئی۔پتا نہیں دن میں کس وقت آئی تھی۔وہ آفس سے لوٹا تو ثوبیہ کے ساتھ گھر میں موجود تھی اور ظاہر ہے وہ اتنا بد اخلاق بھی نہیں تھا۔اس کا حال احوال پوچھنے کے بعد یہ بھی کہنا پڑا۔

''آپ آنے کی اطلاع دے دیتیں تو ہم آپ کو لینے آ جاتے۔''

''میں فون کر کر کے تھک گئی لیکن......''

''سوری......!بہت دنوں سے فون خراب ہے۔''اس نے معذرت کرتے ہوئے یوں کہا جیسے اسے بھی ابھی یاد آیا ہو۔

''بہت دنوں سے......؟''شینا نے شدید حیرت کا مظاہرہ کیا۔

''کمال ہے......!اتنی اہم ضرورت کو آپ نظر انداز کر رہے ہیں......؟یعنی حد ہے بے پرواہی کی۔ثوبیہ......!کیا تم انہیں ٹوکتی نہیں ہو......؟''

''روزانہ تو کہتی ہوں۔''

''ثوبی......!میڈیسن لی تھیں......؟''اس نے فوراً موضوع تبدیل کر دیا پھر اسی طرح اس کی طبیعت کا پوچھتے ہوئے اُٹھ کر بابا کے کمرے میں چلا آیا۔یہاں صوفیہ منہ پھلائے بیٹھی تھی۔اسے دیکھتے ہی بولی۔

''آپ کی سالی صاحبہ آئی ہیں۔پہلے ان سے مل آئیں۔''

''مل چکا ہوں۔''وہ بابا کے پاس بیٹھ گیا۔

''کیوں آئی ہیں......؟''صوفیہ نے پھر کہا تو بابا نرمی سے اسے ٹوک کر بولے۔

''بری بات بیٹا......!ایسا نہیں کہتے۔مہمان ہیں ہماری۔''

''مہمان ایسے تھوڑی ہوتے ہیں۔دیکھا نہیں تھا کیسے آتے ہی سارے گھر کا جائزہ لینے لگی تھیں۔میری الماری تک دیکھ ڈالی۔''صوفیہ خاصی نالاں نظر آ رہی تھی۔

''تو تمہیں اس بات کا غصہ ہے کہ تمہاری الماری کیوں دیکھی......؟''اس نے ہنستے ہوئے صوفیہ سے کہا تو وہ مزید ناراضگی سے بولی۔

''جی......!اور جب سے آئی ہیں بھابی کو اپنے ساتھ لگا کر بیٹھی ہوئی ہیں۔''

''بیٹا......!بہن ہے اس کی۔پھر اتنے دنوں بعد ملی ہے۔''بابا نے پھر اسے رام کرنے کی کوشش کی لیکن وہ سر جھٹک کر بولی۔

''مجھے بالکل اچھی نہیں لگیں۔شکر ہے بھائی......!آپ نے انہیں نہیں پسند کیا۔''

''اور جو میں نے پسند کی وہ تمہیں کیسی لگتی ہے......؟''اس نے پوچھا تو اب صوفیہ خوش ہو کر بولی۔

''بہت اچھی......!''

''چلو اسی خوشی میں کھانا لگاؤ۔''اس نے صوفیہ کے کندھے پر ہاتھ مار کر اسے اُٹھا دیا پھر بابا کی طرف متوجہ ہوا تو وہ پوچھنے لگے۔

''پھر کل تم لوگ جا رہے ہو......؟''

''جی بابا......!سامان پہنچ چکا ہے وہاں۔میں ثوبیہ کے ساتھ بائی ایئر جاؤں گا۔''

''یہ ٹھیک ہے۔بیٹا......!دلہن کا خیال رکھنا۔مجھے اس کی کچھ فکر ہو رہی ہے۔''بابا نے کہا تو وہ انہیں اطمینان دلانے لگا۔

''آپ بالکل فکر نہ کریں۔اگر کوئی پرابلم ہوئی تو میں اسے آپ کے پاس بھیج دوں

گا۔"

"اور یہ تمہاری سالی جو آئی ہے اس کا کیا پروگرام ہے......؟ میرا مطلب ہے وہ بیچاری آج ہی تو آئی ہے کچھ دن یہیں رہ جائے۔ اتنی جلدی اسے واپس بھیجنا تو مناسب نہیں ہے۔"

"دیکھیں وہ کیا کہتی ہیں......؟ چلیں ابھی تو ہم کھانا کھائیں۔" وہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اور پھر شینا یہاں رہنے کے بجائے زبردستی ان دونوں کے ساتھ کراچی آ گئی۔ اسے اس کے آنے یا رہنے پر اعتراض نہیں تھا لیکن اس کی باتیں اور حرکتیں ناقابل برداشت تھیں۔ ثوبیہ ماں ضرور بننے والی تھی لیکن بہتر خوراک اور دیکھ بھال کی وجہ سے اس کی صحت بالکل ٹھیک تھی لیکن شینا نے زبردستی اسے مریض بنا کر بستر پر بٹھا دیا اور خود گھر کی سیٹنگ کرنے میں اس کے ساتھ لگ گئی۔ وہ کسی کام کے لئے ثوبیہ کو پکارتا تو شینا فوراً ٹوک دیتی۔

"ثوبی کے لئے زیادہ چلنا پھرنا ٹھیک نہیں ہے آپ کو احساس ہونا چاہئے۔ مجھ سے کہئے......! کیا کام ہے......؟"

وہ خاصا جز بز ہوتا رہا کیونکہ ایسی باتیں کر کے جہاں وہ خود کو ثوبیہ کی سب سے بڑی ہمدرد ثابت کرتی وہاں اس سے متنفر بھی کر جاتی۔

○ ○ ○

اسے کراچی آئے دو ہفتے ہو گئے تھے۔ اپنے آفس میں تو وہ مکمل سیٹ ہو چکا تھا لیکن گھر کی طرف سے خاصا متفکر تھا۔ کیونکہ شینا واپس جانے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ وہ دن بھر کا تھکا ہارا شام میں گھر آتا تو آگے استقبال کو ثوبیہ کے بجائے شینا موجود ہوتی اور گیٹ سے ہی شروع ہو جاتی کہ گھر میں بیوی بیمار پڑی ہے وہ اس کا خیال نہیں کرتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

وہ ان باتوں سے عاجز آ چکا تھا اس لئے اس رات یونہی اِدھر اُدھر کی باتوں کے دوران اس نے بظاہر سرسری انداز میں ثوبیہ سے پوچھ لیا۔

"شینا کب تک یہاں رہیں گی......؟"

"کیوں......؟" ثوبیہ نے چونک کر دیکھا اور قدرے منہ پھلا کر بولی۔

"آپ کو ان کے یہاں رہنے پر اعتراض ہے کیا......؟"

"ارے نہیں......! مجھے کیوں اعتراض ہوگا بھلا......؟" وہ کہہ کر سگریٹ سلگانے میں لگ گیا گویا اپنی طرف سے بات ختم کر دی لیکن قدرے توقف سے ثوبیہ خود ہی کہنے لگی۔

"وہ تو جا رہی تھیں لیکن میں نے زبردستی روک لیا کیونکہ آپ تو سارا دن آفس میں ہوتے ہیں اور میں نہ صرف بور ہوتی ہوں بلکہ اس حالت میں مجھے گھبراہٹ بھی زیادہ ہوتی ہے۔ شینا کی وجہ سے میرا دل بہلا رہتا ہے۔"

"یہ سب تو ٹھیک ہے ثوبی......! لیکن تمہیں اب اس ماحول کا عادی ہو جانا چاہئے۔ وہ بار بار تو نہیں آئیں گی۔ پھر تم کیوں خود کو ان کا محتاج بنا رہی ہو......؟ ان کے بغیر چلنا سیکھو۔" وہ رسان سے اسے سمجھانے لگا۔

"میں مانتا ہوں وہ تمہارا خیال رکھ رہی ہیں لیکن یہ بھی تو سوچو کہ کل کو جب ان کی شادی ہو گی اور انہیں بھی ایسی ہی ضرورت پڑ گئی تو کیا تم اپنا گھر چھوڑ کر ان کے پاس جاؤ گی......؟ میرا خیال ہے میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ اس لئے میری جان......! دوسرے کا اتنا ہی احسان لو جو بعد میں تم سے بھی نبھایا جا سکے۔ میری بات سمجھ رہی ہو ناں......؟"

"ہوں......!" ثوبیہ نے اس وقت سمجھ کے سر ہلایا تھا لیکن اگلے روز غالباً اس نے یہ ساری باتیں شینا سے بھی کہہ دیں جو وہ بغیر لحاظ کئے اس پر بگڑ گئی۔

"آپ نے یہ سوچا کیسے کہ میں ثوبیہ پر کوئی احسان کر رہی ہوں......؟ یہ میری بہن ہے۔ میں اس کا خیال نہیں کروں گی تو کون کرے گا......؟ اور میں بدلے کی غرض سے ایسا نہیں کر رہی احسن کمال......! سمجھے آپ......؟ مجھے بہت افسوس ہوا آپ کی سوچ پر۔"

وہ کیا کہتا۔ خوامخواہ شرمندہ ہوتا اور معذرت کرتا رہ گیا کہ اس کا یہ مطلب نہیں تھا لیکن

شینا نے اس کی ایک نہیں سنی اور اسی وقت واپس جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ ثوبیہ کے ساتھ ساتھ اس نے بھی بہت روکا لیکن وہ نہیں رُکی۔ اسی وقت چلی گئی اور اس کے جاتے ہی پہلی بار احسن ثوبیہ پر ناراض ہوا تھا۔

"کیسی عورت ہو تم......؟ شوہر کی کوئی بات اپنے تک نہیں رکھ سکتیں......؟ کیا بہت ضروری تھا شینا سے ہر بات کہنا......؟"

اور وہ کیونکہ قصوروار تھی جب ہی رونے لگی۔ وہ اس کے آنسوؤں سے بے چین ہو گیا لیکن قصداً نرم نہیں پڑا اور اسی طرح سخت لہجے میں بولا۔

"کیا عزت رہ گئی میری......؟ بتاؤ......!"

"مجھے معاف کر دیں......!" ثوبیہ نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیئے تو اب وہ بالکل بھی خود پر ضبط نہیں کر سکا فوراً اس کے ہاتھ تھام لئے۔

"بہت بے وقوف ہو تم......!" پھر اپنی انگلیوں پر اس کے آنسو سمیٹتے ہوئے بولا۔

"آئندہ کبھی انہیں یوں مت لٹانا، سمجھیں......؟"

"آپ نے مجھے معاف کر دیا ناں......؟" وہ اس کی ناراضگی سے خاصی سہم گئی تھی۔

"کر دیا بابا......! اب جاؤ جلدی سے تیار ہو کر آؤ۔ کہیں باہر چلتے ہیں۔" اس نے کہا تو وہ کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

"شینا بھی ہوتی تو کتنا مزہ آتا۔"

"مائی گاڈ......!" اس کا سر پیٹنے کو دل چاہا تھا لیکن صرف سوچ کر رہ گیا۔ خدا خدا کر کے تو جان چھوٹی ہے اس سے۔

بہر حال جب سے وہ کراچی آیا تھا آج پہلی بار اسے لے کر باہر نکلا تھا۔ پہلے سی ویو لے گیا پھر اس کے او آنے والے بچے کے لئے شاپنگ کرائی اور رات کا کھانا چائنیز میں کھا کر جب دونوں گھر لوٹے تو گیارہ بج چکے تھے اور گو کہ روٹین کے مطابق اسے اس وقت سو جانا تھا کیونکہ صبح آفس جانا تھا لیکن اس رات دیر تک اسے اپنے گھر اور اس کی اہمیت

سمجھانے کی کوشش کرتا رہا پھر براہ راست شینا کا نام تو نہیں لیا لیکن یہ ضرور کہا کہ اسے اپنے گھریلو معاملات میں کسی تیسرے فرد کی دخل اندازی بالکل پسند نہیں ہے۔

"ہاں......! شینا بھی مجھ سے یہی کہہ رہی تھی۔"

"کیا......؟" وہ اتنا ہی کہہ پایا۔

"کہ تم اپنے گھریلو معاملات میں کسی کو دخل مت دینے دینا۔" ثوبیہ نے اس کی بات پر کہا تو وہ حیران ہوا۔

"واقعی......؟ شینا نے یہ کہا تم سے......؟"

"ہاں......! آپ کو حیرت کیوں ہو رہی ہے......؟" ثوبیہ نے اس کی حیرت محسوس کر کے ٹوکا بھی تو وہ فوری طور پر کوئی بات نہیں بنا سکا۔

"بس ایسے ہی۔ چلو اب سو جاؤ۔ صبح مجھے آفس بھی جانا ہے۔"

"ارے ہاں......! آپ تو صبح آفس چلے جائیں گے پھر میں اکیلی کیسے رہوں گی......؟"

"مجبوری ہے......! ویسے میں کوشش کر رہا ہوں کل وقتی ملازمہ مل جائے اور انشاء اللہ جلدی مل جائے گی۔"

"اللہ کرے جلدی مل جائے ورنہ اکیلے میں تو میں......"

"ڈونٹ وری جان......! سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ اسے پیار سے تسلی دے کر اُٹھ کھڑا ہوا پھر ڈریس چینج کر کے آیا اور لائٹ آف کر دی۔

⊖ ⊖ ⊖

شینا نے واپس آتے ہی اماں جی کے سامنے ثوبیہ کا ایسا نقشہ کھینچا کہ اماں جی تڑپ گئیں۔

"ہائے......!میری پھول سی بچی پر اتنا ظلم......؟"

"ہاں تو آپ نے بھی تو پھول سی بچی کو بغیر دیکھے بھالے بیاہ دیا۔" شینا نے فٹ انہیں بھی الزام دے ڈالا۔

"ارے......! میں نے بہت کہا تھا تمہارے ابا سے کہ پہلے جا کر لڑکے کا گھربار دیکھیں۔ رہن سہن دیکھیں پھر ہامی بھریں لیکن انہوں نے میری ایک نہیں سنی۔" اماں جی بھی رونے لگیں۔

"اب یہ تو ساری عمر کا رونا ہے اماں جی......!" شینا بجائے انہیں چپ کرانے کے مزید بھڑکانے لگی۔

"پر احسن دیکھنے میں تو ایسا نہیں لگتا۔" اماں جی نے خود ہی اپنے آپ کو تسلی دینی چاہی۔

"ابا بھی اس کا ظاہر دیکھ کر دھوکا کھا گئے۔ مجھ سے پوچھیں۔ میں تو اس کے گھر رہ کر آ رہی ہوں۔ سچ اماں جی......! ایسا بداخلاق اور بددماغ آدمی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ بات بات پر ثوبیہ کو ذلیل کر کے رکھ دیتا ہے۔ زبان اتنی خراب ہے کہ آپ سنیں تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔"

"ہائے بیٹی......! تم نے سمجھایا نہیں اسے......؟"

"توبہ کریں اماں جی......! مجھے اپنی بے عزتی تھوڑی کروانی تھی۔ اس کا تو ایسے ہی بس نہیں چل رہا تھا کہ مجھے نکال باہر کرے۔ اب بھی میں اس کی وجہ سے آ گئی ورنہ بیچاری ثوبی تو بہت روک رہی تھی۔" وہ اماں جی کو داماد سے متنفر کرنے کی سرتوڑ کوشش کر رہی تھی اور کامیاب بھی ہو رہی تھی۔

"ثوبیہ ماں بننے والی ہے ناں اماں جی......! اور اس حالت میں اس کا وہاں رہنا ٹھیک نہیں۔ آپ اسے اپنے پاس بلا لیں کیونکہ اسے بہتر خوراک اور زیادہ دیکھ بھال کی ضرورت ہے ورنہ خدانخواستہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

"ہائے......! اللہ نہ کرے۔" اماں جی دہل گئیں۔

"میں آج ہی تمہارے ابا سے بات کرتی ہوں۔"

"ابا کو یہ سارے حالات مت بتائیے گا۔ وہ پہلے ہی دل کے مریض ہیں۔" اس نے فوراً ٹوکا۔ اماں جی بیچارگی سے بولیں۔

"پھر کیا کہوں ان سے......؟"

"یہی کہ ثوبیہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور وہ اکیلی ہے اس لئے آپ اسے بلا رہی ہیں۔" اس نے کہا تو اماں جی چند لمحے سوچنے کے بعد پوچھنے لگیں۔

"اس کا میاں آنے دے گا......؟"

"آرام سے تو نہیں آنے دے گا پھر اپنی ثوبی بھی تو ڈرپوک ہے۔ دیکھئے گا جب آپ اس سے احسن کے بارے میں پوچھیں گی تو کہے گی بہت اچھے ہیں، میرا بہت خیال رکھتے

ہیں۔" آخر میں وہ ثوبیہ کی نقل اُتارنے لگی تھی پھر مزید گویا ہوئی۔

"میں بھی جب فون پر پوچھتی تھی تو وہ یہی کہتی تھی۔ وہ تو میں نے جا کر دیکھا کہ وہ کتنا چھا ہے۔ ہونہہ......!"

"اچھا......؟ تم فون ملاؤ ثوبیہ کا میں اس سے بات کرتی ہوں۔" اماں جی نے کہا تو وہ اُٹھ کر لاؤنج میں چلی گئی پھر کچھ دیر بعد واپس آ کر بولی۔

"اس کا فون شاید خراب ہے۔ ٹون ہی نہیں جا رہی۔ آپ ایسا کریں اماں جی......! کہ خط لکھ دیں بلکہ یہ زیادہ اچھا ہے۔ ثوبیہ خط احسن کو دکھا سکے گی۔"

"تو لاؤ کاغذ لکھوا دیتی ہوں۔" اماں جی بہت بجھے دل سے بولیں۔ شاید اس لئے کہ اس وقت وہ ثوبیہ کی آواز سننا چاہتی تھیں۔

"ابھی لائی......!" شینا فوراً کاغذ قلم لینے بھاگی تھی۔

○ ○ ○

پتا نہیں شینا نے خط میں وہی کچھ لکھا تھا جو اماں جی نے لکھوایا تھا یا اپنی طرف سے سب لکھ دیا تھا۔ بہرحال ثوبیہ اماں جی کا محبت بھرا خط پا کر خوش تو ہوئی ساتھ میں ان سے ملنے کو بے چین بھی ہو گئی تھی۔

شام میں جب احسن کمال آفس سے لوٹا تو وہ اس کے ریلیکس ہونے تک بھی صبر نہیں کر سکی اور فوراً اماں جی کا خط اسے تھما دیا جس میں اماں جی نے اسے آنے کو بھی لکھا تھا۔

"تو تم جانا چاہتی ہو......؟" احسن نے خط پڑھ کر اس سے پوچھا تو یہاں اس نے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ بات اس پر ڈال دی۔

"جیسا آپ کہیں گے۔"

"میں منع تو نہیں کر سکتا لیکن تمہارے جانے کے بعد میں بہت اکیلا ہو جاؤں گا۔"

[احسن] نے کہا تو وہ پرسوچ انداز میں اثبات میں سر ہلا کر بولی۔

"ہوں......! میں بھی سارا دن یہی سوچتی رہی ہوں...... پھر کیا کروں......؟ منع کر دوں اماں جی کو......؟"

"نہیں نہیں......! صاف منع کرنا مناسب نہیں لگتا۔" احسن نے فوراً ٹوکا۔

"پھر......؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"پھر......؟" وہ چند لمحے سوچنے کے بعد کہنے لگا۔

"ہاں......! یہ کہہ دو کہ جب میرا لاہور کا ٹور لگے گا تو تم میرے ساتھ آ جاؤ گی۔"

"یہ ٹھیک ہے......!" وہ خوش ہو گئی۔

"میں ابھی اماں جی کو فون کرتی ہوں۔ آپ جب تک شاور لے لیں پھر ساتھ چائے پئیں گے۔"

"اوکے......! اماں جی کو میرا اسلام کہہ دینا۔" وہ کہتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تو وہ فوراً ٹیلی فون کے پاس آ گئی اور نمبر ڈائل کر کے انتظار کرنے لگی۔

"ہیلو......!" دوسری طرف شینا نے فون اُٹھایا تھا۔

"کیسی ہو شینا......! میں ثوبیہ بات کر رہی ہوں۔" اس نے کہا تو شینا حد درجہ لگاوٹ کا مظاہرہ کرنے لگی۔

"ارے ثوبی......! کیا حال ہے......؟ ہم سب تمہیں بہت یاد کر رہے ہیں اور اماں جی تو تم سے ملنے کو بہت ہی بے چین ہیں۔"

"ہاں......! آج اماں جی کا خط بھی آیا ہے۔" اس نے بتایا تو شینا فوراً پوچھنے لگی۔

"پھر کب آ رہی ہو......؟"

"ابھی فوراً تو نہیں آ سکتی۔" اس نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ شینا نے ٹوک دیا۔

"کیوں......؟ کیوں نہیں آ سکتی......؟"

"احسن اکیلے ہو جائیں گے ناں......!" وہ سادگی سے بولی تھی۔

"اور جو تم سارا دن اکیلی ہوتی ہو......؟" شینا باقاعدہ جرح کرنے لگی تو وہ گھبرا کر بولی۔

"اچھا......! تم اماں جی سے میری بات کراؤ۔"

"اماں جی واش روم میں ہیں۔" اب پتا نہیں شینا سچ کہہ رہی تھی یا جھوٹ، وہ بہر حال سچ ہی مانتی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے......! تم اماں جی سے کہہ دینا کہ جب احسن کا لاہور کا ٹور لگے گا تو میں ان کے ساتھ آجاؤں گی۔"

"کب لگے گا احسن کا ٹور......؟" شینا زچ کر دیتی تھی۔

"پتا نہیں......! اچھا میں پھر فون کروں گی۔" اس نے احسن کو آتے دیکھ کر فون بند کر دیا۔

"ہوگئی اماں جی سے بات......؟" احسن نے یونہی پوچھ لیا تھا۔

"نہیں......! ان سے بات نہیں ہو سکی۔ میں نے شینا سے کہہ دیا ہے کہ ہم جلدی آئیں گے۔"

"ہاں......! میں کوشش کروں گا۔ اب پلیز چائے......!"

"ابھی لائی......!" وہ فوراً کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"پھر احسن نے چاہا بھی کہ اسے دو تین دن کے لئے ہی سہی لاہور لے جائے لیکن آفس میں کام کی زیادتی کے باعث اسے ایک دن کی چھٹی بھی نہیں ملی اور اکیلے وہ اسے بھیجنا نہیں چاہتا تھا اس لئے آج کل پر ٹالتا رہا۔ یوں کتنے مہینے گزر گئے پھر لائبہ کی پیدائش پر وہ اتنا خوش تھا کہ ساری مصروفیات ایک طرف رکھ کر سوا مہینے کے بعد ثوبیہ کو اور بچی کو لے کر لاہور آگیا اور ایک بار پھر شینا سے اپنے رویے کی معافی مانگی کیونکہ ایک تو وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس خوشی پر وہ منہ پھلائے الگ تھلگ رہے دوسرے یہ بھی سوچ چکا تھا کہ اپنے گھر کے سکون کی خاطر اسے شینا سے دوستی کر لینی چاہئے لیکن وہی بات کہ نہ اس سے دوستی اچھی نہ دشمنی اچھی۔ پتا نہیں شینا نے اپنے دل میں کیا ٹھان رکھی تھی۔

بہر حال ہفتہ دس دن کے بعد جب اس نے واپسی کی بات کی تو سب سے پہلے شینا

نے ثوبیہ اور بچی کو ان کے پاس چھوڑ جانے کا کہا۔ وہ اس کے لئے ہر گز تیار نہیں تھا لیکن جب اماں جی، ابا اور بھابی وغیرہ نے بھی اصرار کیا تو وہ مجبوراً اکیلا واپس آگیا۔ دل ہی دل میں شینا کو کوستا تھا کہ اسی نے شوشا چھوڑا تھا کہ ثوبیہ اور بچی وہیں رہ جائیں۔ اب اکیلا واپس آیا تھا تو حقیقتاً گھر اسے کاٹنے کو دوڑتا تھا۔ صبح شام ثوبیہ کو فون کرتا، بچی کے بارے میں پوچھتا پھر اس سے اپنی تنہائی کا ذکر کرتا اور آنے پر اصرار۔ مہینے بھر بعد بھی اس کا وہی جواب تھا۔

"کیا کروں......؟ سب اتنی محبت سے روکتے ہیں۔"

"سب کی ایسی تیسی......!" اس سے مزید برداشت نہیں ہو سکا اور اگلے ہی روز وہ اسے لینے پہنچ گیا تھا۔

○ ○ ○
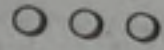
کتنا بہت سارا وقت گزر گیا۔ احسن کمال اپنی چھوٹی سی دُنیا میں خوش تھا۔ شام میں آفس سے لوٹتا تو اب ثوبیہ کے ساتھ ننھی لائبہ جسے وہ پیار سے ہنی پکارتا تھا، وہ بھی اس کی منتظر ہوتی۔ یوں شام کا سارا وقت وہ اس کے ساتھ کھیلنے میں گزارتا اور کبھی موڈ ہوتا تو اسے اور ثوبیہ کو آؤٹنگ پر لے جاتا۔ بہر حال اپنی اس چھوٹی سی دُنیا میں وہ خوش تھا لیکن شینا کی ٹینشن بھی ساتھ چل رہی تھی یعنی وہ ابھی تک ثوبیہ پر اپنی گرفت مضبوط کئے ہوئے تھی اور مستقل اس کے گھریلو معاملات میں دخل اندازی کر رہی تھی اور احسن کمال یہ سوچ کر نظر انداز کر رہا تھا کہ جب شینا کی شادی ہو جائے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا پھر وہ محض اپنے گھر کے سکون کی خاطر اس کی شادی میں دلچسپی لینے لگا۔ ایک دو اچھے پروپوزل بھی اس کے لئے بھجوائے جنہیں نہ صرف شینا نے ریجیکٹ کیا بلکہ اسے آفس میں فون کر کے یہ بھی کہا کہ وہ کون ہوتا ہے اس کے بارے میں سوچنے والا اور اس کی اس بات پر وہ سچ مچ تلملا گیا تھا۔ شام میں گھر آتے ہی ثوبیہ پر بگڑ گیا۔

"تمہاری بہن آخر اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے......؟ اسے اپنے بارے میں کچھ زیادہ ہی

خوش فہمی ہے پھر بھی سمجھا دو اسے کہ کوئی آسمان سے اُتر کر نہیں آئے گا اس کے لئے۔ یہی دو چار سال ہیں اس کے پاس اس کے بعد کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔"

"آخر ہوا کیا ہے......؟" ثوبیہ نے بہت ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا کیونکہ اتنے غصے میں وہ اسے پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

"ایک پروپوزل بھجوایا تھا تمہاری بہن کے لئے۔ اس پر محترمہ فرمانے لگیں کہ میں کون ہوتا ہوں اس کے بارے میں سوچنے والا۔ میری طرف سے جہنم میں جائے۔" وہ پیر پٹختا ہوا کمرے سے نکل گیا تھا۔

ثوبیہ کی ہمت ہی نہیں ہوئی اس کے پیچھے جانے کی۔ لائبہ کو وہیں صوفے پر سلا دیا اور خود کچن میں مصروف ہو گئی۔ حقیقتاً وہ بے حد خائف ہو گئی تھی۔ جب کھانا تیار کر کے ٹیبل پر رکھ دیا تب اسے کھانے کا کہنے کمرے میں آئی تو آگے وہ بیڈ پر چھوٹا سا سوٹ کیس رکھے اس میں اپنے کپڑے رکھ رہا تھا۔

"کہیں جا رہے ہیں......؟" وہ بھول گئی کہ کیا کہنے آئی تھی جو دیکھا وہ پوچھ لیا۔

"ہوں......! لاہور جانا ہے۔" اس نے مصروف انداز میں جواب دیا تو وہ بے ساختہ کہہ گئی۔

"میں بھی ساتھ چلوں گی۔"

"تم......؟" وہ اسے دیکھنے لگا پھر نفی میں سر ہلا کر بولا۔

"نہیں......! آفیشل ٹور ہے۔ دو تین دن میں آ جاؤں گا۔"

"میں اماں ابا سے مل لوں گی۔" وہ منمنائی۔

"نہیں......!" اب اس کا لہجہ سخت تھا۔ سوٹ کیس بھی زور سے بند کیا پھر پوچھنے لگا۔

"کھانا تیار ہے......؟"

"جی......!"

"چلو کھانا کھا لیں پھر مجھے جانا ہے۔" وہ کہتا ہوا اس کے ساتھ کمرے سے نکل کر

ڈائننگ ٹیبل پر آ بیٹھا تو پھر اسے نرمی سے سمجھانے لگا۔

"لاہور میں شدید گرمی پڑ رہی ہے ثوبی......! موسم اچھا ہو گا تو پھر میں تمہیں لے جاؤں گا۔"

وہ خاموش رہی تو قدرے توقف سے پھر کہنے لگا۔

"یوں بھی تین دن میں تمہارا دل نہیں بھرے گا۔ پھر وہاں بھی سب تمہیں روکیں گے اور تم رُک جاؤ گی پھر بتاؤ میں اکیلا کیسے رہوں گا۔ نہیں......! اب میں اکیلا نہیں رہ سکتا۔"

"تو میں کب جانے کی ضد کر رہی ہوں۔" اس نے کہا تو وہ بے ساختہ مسکرایا تھا۔

"اسی لئے تو میں تم پر جان دیتا ہوں۔"

"اچھا......! تو آپ ٹھہریں گے کہاں......؟ ابا کے گھر......؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں......! ہوٹل میں۔ البتہ میں ان سے ملنے ضرور جاؤں گا۔"

"ہاں......! میں بھی یہی کہنا چاہ رہی ہوں کہ اماں جی اور ابا سے ضرور ملنے جایئے گا ورنہ وہ شکایت کریں گے۔"

"فکر نہ کرو......! میں انہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔" وہ کہتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔

"میری فلائٹ کا ٹائم ہو رہا ہے اور ہاں میں لاہور سے آ جاؤں تو پھر ہم کوئٹہ چلیں گے۔ بابا بہت اصرار سے بلا رہے ہیں۔"

"ہاں......! آج دن میں بابا کا فون بھی آیا تھا۔" وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بتانے لگی۔

"بتا رہے تھے کہ صوفیہ کے لئے دو پروپوزل آئے ہوئے ہیں۔"

"ہاں......! ہم جائیں گے تو پھر بابا فائنل کر دیں گے۔"

"تو میں تیاری کر رکھوں......؟"

"بالکل......!" اس نے جھک کر سوئی ہوئی لائبہ کو پیار کیا پھر اس کی ٹھوڑی چھو کر بولا۔

"اپنا خیال رکھنا۔"

○○○
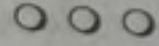
دو دن لاہور میں بے حد مصروف رہا اتنا کہ اسے گھر فون کرنے کی فرصت بھی نہیں ملی تھی۔ تیسرے دن کچھ وقت ملا تو اس نے پہلے ثوبیہ کو فون کر کے اس کا اور لائبہ کا حال احوال پوچھا پھر اسی وقت سسرال والوں سے ملنے کا سوچ کر وہ ہوٹل سے نکلا تھا کہ اس کا ایک پرانا ساتھی ندیم مل گیا۔ وہ اس وقت کہیں باہر جا رہا تھا اس لئے وہ اسے سی آف کرنے اس کے ساتھ ہی ائیرپورٹ چلا آیا۔ جہاں دو گھنٹے صرف ہوئے اور وہاں سے واپسی پر مسز ندیم کے ساتھ ان کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

مسز ندیم اپنے شوہر کی ہدایت پر لنچ کے لئے اسے اپنے گھر لے جانا چاہتی تھیں لیکن اس نے معذرت کرتے ہوئے بتایا کہ اس وقت وہ اپنے سسرال والوں سے ملنے جائے گا کیونکہ پھر اسے وقت نہیں ملے گا۔

مسز ندیم نے اس کی مجبوری سمجھ لی اور ہوٹل کے سامنے گاڑی روک کر جب وہ اس سے آئندہ اپنے گھر آنے کا وعدہ لے رہی تھیں اسی وقت اس کی نظر شینا پر پڑی۔ روڈ کے دوسری طرف وہ اپنی گاڑی میں تھی اور تیز چبھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے کے ساتھ اس کے ہونٹوں پر ایسی طنز بھری مسکراہٹ تھی کہ لمحہ بھر کو اس کا دل کانپ کر رہ گیا لیکن پھر اوپر آتے ہوئے اس نے سختی سے خود کو ٹوکا کہ وہ کیوں اس سے اتنا خائف ہوتا ہے پھر محض شینا کی وجہ سے اس نے اس وقت اس کے گھر جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور کھانا کھا کر سو گیا۔

پھر اگلے روز ہیڈ آفس میں اس کا کام مکمل ہو گیا تو وہ ہوٹل سے اپنا سوٹ کیس لے کر سسرال چلا آیا۔ اس کے پاس کل دو گھنٹے تھے جس پر گھر میں سب شاکی ہوئے کہ اتنے سے وقت کے لئے آیا ہے۔ وہ معذرت کرتا رہا۔ بہرحال اس دوران شینا نظر نہیں آئی۔ پتا نہیں گھر پر نہیں تھی یا اپنی اہمیت جتانے کی خاطر کمرے میں بند تھی۔ اس نے پوچھا بھی نہیں بلکہ دل ہی دل میں شکر کیا کہ اس سے سامنا نہیں ہوا اور وہ سب سے مل کر چلا آیا۔

پتا نہیں اس کا اطمینان اور شکر ہمیشہ اسے مہنگا کیوں پڑتا تھا۔ وہ شینا کا سامنا نہ ہونے پر اطمینان سے تھا لیکن جب لاہور سے واپسی پر اپنے گھر میں داخل ہوا تو پہلی نظر شینا پر ہی پڑی۔ وہ ثوبیہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ نہ صرف ٹھٹک گیا بلکہ اس کی یہاں موجودگی کا سبب بھی جان گیا پھر بھی اخلاق کا دامن تھام کر بولا۔

"آپ کب آئیں......؟"

"یہ پوچھیں کیوں آئیں......؟" شینا تنک کر بولی تھی۔

"آپ کا گھر ہے جب چاہیں آئیں۔" وہ کہتے ہوئے ثوبیہ کی طرف متوجہ ہوا تو اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر چونک گیا۔ فوراً اس کے پاس بیٹھ کر پوچھنے لگا۔

"کیا ہوا ثوبی......؟"

ثوبیہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رو پڑی۔

"ثوبی......!" وہ پریشان ہوا اور سوالیہ نظروں سے شینا کو دیکھا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے زہرخند لہجے میں بولی۔

"بس کریں احسن کمال......! ختم کریں یہ ڈرامہ۔ میری بہن کو آپ مزید دھوکا نہیں دے سکتے۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا......؟" اس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"مجھ سے مطلب پوچھ رہے ہیں......؟ ابھی سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دوں گی۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ اپنی زبانی ثوبیہ کو بتا دیجئے کہ آفس ٹور کے بہانے کس کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے پھر رہے تھے......؟" شینا نے تیز ہو کر کہا تو وہ بھی پوری قوت سے چیخ پڑا۔

"شٹ اَپ شینا......! میں اب تک آپ کا بہت لحاظ کرتا رہا ہوں لیکن میں آپ کو اپنی کردار کشی کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا۔"

"سچ بات پر بندہ یونہی چلاتا ہے۔" شینا اس کے چلانے سے ذرا خائف نہیں ہوئی۔

"سچ اور جھوٹ کی تمیز ہے آپ کو......؟"

"میری بات چھوڑیں۔ثوبیہ کے سامنے سچ بول سکتے ہیں تو ٹھیک ورنہ یہ یہاں نہیں رہے گی۔" شینا کے دوٹوک انداز پر وہ مزید تلملا گیا۔

"آپ کون ہوتی ہیں یہ فیصلہ کرنے والی......؟"

"ثوبیہ کی بہن......!"

"ثوبیہ......!" وہ اسے جھنجھوڑ گیا۔

"میں تمہاری بہن کا بہت لحاظ کر رہا ہوں۔سمجھا لو اسے کہ......"

"احسن پلیز......!" وہ اسے ٹوک کر بولی۔

"آپ خواہ مخواہ بات بڑھا رہے ہیں۔صاف صاف بتا دیجئے کہ آپ کے ساتھ کون تھی......؟"

"اور اگر میں نہ بتاؤں تو......؟" اس کے اندر کا تلاطم آپ ہی آپ تھم گیا۔بے حد سرد لہجے میں پوچھا تو ثوبیہ بے بسی سے ہونٹ کاٹنے لگی۔تب وہ اس کے کندھوں پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم مجھ پر شک کر کے میری توہین کر رہی ہو ثوبیہ......! میں اپنے بارے میں کوئی صفائی نہیں دوں گا۔تم اگر میرا یقین کر سکتی ہو تو کرو ورنہ......" وہ ایک جھٹکے سے اسے چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔اس کا ذہن بری طرح متاثر ہوا تھا۔اضطراری حالت میں کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا۔لاشعوری طور پر وہ ثوبیہ کا منتظر تھا اور وہ کتنی دیر بعد آئی بھی تو جانے کی بات کی۔

"میں جا رہی ہوں احسن......! اور میری واپسی اسی وقت ممکن ہو گی جب آپ میرے دل کے آئینے پر چڑھی گرد صاف کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"واپسی کی بات تب کرو ثوبیہ......! جب میں تمہارے پیچھے دروازہ کھلا چھوڑنے کی بات کروں۔" کچھ دیر پہلے تلاطم تھا۔اب اچانک اضطراب اٹھا اور وہ اس کے سامنے پتھر ہو گیا۔لہجے میں چٹانوں کی سی سختی سمٹ آئی تھی۔

"میں نے کوئی گناہ نہیں کیا جس پر شرمندہ ہو کر تمہارے سامنے معافی مانگنے کھڑا ہو جاؤں۔البتہ تم میرا یقین نہ کر کے میرے پندار کو جو ٹھیس پہنچا رہی ہو اس کے لئے میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔تم جانا چاہتی ہو ضرور جاؤ لیکن جانے سے پہلے یہ ضرور سوچ لینا کہ دوبارہ یہاں واپسی کا کوئی راستہ نہیں رہے گا اور ہاں لائبہ میری بیٹی ہے، میرے پاس رہے گی۔"

وہ کچھ دیر سناٹے میں گھری اسے دیکھتی رہی پھر سر جھکا کر کمرے سے نکل گئی تو وہ قدرے اطمینان محسوس کرتے ہوئے بیڈ پر نیم دراز ہو گیا۔غالباً اسے یقین تھا کہ ثوبیہ اس کے لئے نہ سہی بیٹی کی خاطر جانے کا خیال چھوڑ دے گی لیکن ثوبیہ اپنے ذہن سے کب سوچتی تھی۔اس کا تو سارا کنٹرول شینا کے ہاتھوں میں تھا جیسے اول روز خود اس نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ شینا اگر کہے گی بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ جائے گی اور وہ کھڑا ہونے کو کہے گی تو کھڑی ہو جائے گی پھر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ابھی تک شینا کی گرفت مضبوط ہے۔جانے اس وقت کیسے بھول گیا تھا۔بہرحال کتنی دیر تک انتظار کرتا رہا کہ ابھی ثوبیہ کسی بہانے سے کمرے میں آئے گی لیکن وہ نہیں آئی تب وہ خود ہی اٹھ کر کمرے سے نکلا تو لاؤنج میں ملازمہ لائبہ کو گود میں لئے بیٹھی تھی اسے دیکھتے ہی کہنے لگی۔

"صاب......! ہنی سو گئی ہے۔اسے آپ کے کمرے میں سلا دوں......؟" اس نے اثبات میں سر ہلایا اور بے حد خاموش نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ملازمہ بچی کو کمرے میں سلا کر واپس آئی تو آپ ہی آپ کہنے لگی۔

"بیگم صاحبہ کو اس وقت نہیں جانا چاہئے تھا، صبح چلی جاتیں۔"

"وہ......وہ چلی گئی......؟" اس کے اندر ڈھیروں آزردگی سمٹ آئی۔

"دروازہ بند کر دوں صاب......؟" ملازمہ نے پوچھا۔

"ہاں......! سب دروازے بند کر دو۔" اس نے کہا اور شکستہ قدموں سے اپنے کمرے میں آتے ہوئے بے حد تاسف سے بڑبڑایا تھا۔

"تم جیت گئیں شینا......!"

اور وہ مرد تھا۔ ثوبیہ کی محبت میں خود کو فنا کر سکتا تھا لیکن اسے اپنی انا کی موت گوارا نہیں تھی۔ رات اس نے دروازے بند کئے تھے۔ صبح ہوتے ہی طلاق نامہ بھجوا کر اس کی واپسی کی راہیں بھی مسدود کر دیں۔ اس مقام پر اگر اسے ایک بار بھی یہ خیال آتا کہ وہ شینا کی خواہش کے مطابق قدم اُٹھا رہا ہے تو یقیناً باز آ جاتا لیکن وہ بے حد ڈسٹرب تھا۔ بس یہی خیال کہ ثوبیہ نے اس کا یقین نہیں کیا۔ اس کی بات نہیں مانی اور بدلے میں اس نے اپنا کہا سچ کر دکھایا تھا۔

○○○

تمام راستہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری رہے تھے اور گھر آ کر تو اماں جی کی گود میں سر رکھ کر وہ یوں پھوٹ پھوٹ کر روئی کہ سب اس کے گرد جمع ہو گئے اور اسے چپ کراتے کراتے تھک گئے۔ آخر ابا نے شینا سے پوچھا۔

"آخر ہوا کیا......؟ تم ہی بتاؤ......!"

"احسن نے دھوکا دیا ہے اسے اور جب اس کا پول کھلا تو نکال باہر کیا اسے۔" شینا یوں شروع ہوئی اور پھر اپنے انداز سے بتانے لگی کہ احسن چار دن یہاں لاہور میں کسی عورت کے ساتھ رہا ہے اور جب ثوبیہ نے پوچھا تو صاف کہہ دیا کہ نہیں بتاؤں گا کہ وہ کون ہے پھر جب وہ میرے ساتھ آنے لگی تو روکا بھی نہیں بلکہ صاف جانے کو کہہ دیا اور بچی بھی اپنے پاس رکھ لی۔"

"ہائے......! اتنا ظلم......؟" اماں جی کو تو پہلے ہی شینا بھڑکا چکی تھی وہ مزید احسن کو برا بھلا کہنے لگیں۔

"میں اس کے باپ سے بات کرتا ہوں۔" ابا نے کہا تو شینا فوراً بول پڑی۔

"ان کے باپ وہاں تھوڑی بیٹھے ہیں ان بے چاروں کو تو پتا ہی نہیں ہے پھر ابا......! آپ جلدی کریں گے تو احسن ساری زندگی ثوبیہ کو طعنہ مارے گا کہ چار دن ماں باپ بٹھا نہ

سکے۔"

"یہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ کوئی ضرورت نہیں کسی سے بات کرنے کی۔" اماں جی اور بھیا نے بھی شینا کی تائید کی۔

"رومت بیٹا......! صبر سے کام لو۔" ابا نے بڑھ کر ثوبیہ کا سر تھپکا پھر کمرے سے نکل گئے کیونکہ ان سے ثوبیہ کا رونا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

"بس کرو ثوبی......! مت خود کو ہلکان کرو۔ دیکھو اماں جی تمہارے رونے سے کتنی پریشان ہو رہی ہیں۔ کچھ ان کا خیال کرو۔ چلو اٹھو......!" شینا اسے سمجھاتی ہوئی زبردستی اٹھا کر اپنے کمرے میں لے آئی۔

"جاؤ......! منہ ہاتھ دھو لو۔ میں چائے لے کر آتی ہوں۔" شینا کہہ کر جانے لگی کہ وہ سامنے آ گئی۔

"شینا......! شینا میری بچی......! میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔"

"میں جانتی ہوں۔ بچی بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اسی لئے میں نے اسے لانے پر زور نہیں دیا۔ دو دن احسن کو سنبھالنی پڑے گی تو دن میں تارے نظر آ جائیں گے پھر دیکھنا کیسے بچی کو لے کر تمہارے پاس بھاگے آئیں گے۔" شینا نے اس کا گال تھپک کر تسلی دی تو وہ انتہائی سادگی سے پوچھنے لگی۔

"کیا سچ مچ ایسا ہو گا......؟"

"ایسا ہی ہوتا ہے میری جان......! ایسا ہی ہوتا ہے اور دیکھو تم فوراً احسن کے ساتھ جانے کو تیار مت ہو جانا۔ جب تک وہ اس لڑکی کے بارے میں سچ سچ نہ بتا دیں۔ انہیں معاف مت کرنا، سمجھیں......؟" آخر میں شینا نے اس کی تھوڑی پکڑ کر ہلائی گویا اسے مسکرانے پر اکسایا لیکن وہ آزردگی سے بولی۔

"میرا دل سہا جا رہا ہے شینا......!"

"پاگل ہے تمہارا دل......! جاؤ منہ ہاتھ دھو، میں چائے لاتی ہوں۔" شینا اسے ٹوک

کر چلی گئی۔

پھر رات بھر وہ اپنی بچی لائبہ کے لئے بے چین رہی جبکہ شینا بے خبر سو رہی تھی۔ اس کا دل چیخ چیخ کر رونے کو چاہ رہا تھا۔ بڑی مشکلوں سے خود پر ضبط کئے ہوئے تھی اور اس کا ضبط اس وقت چکنا چور ہو گیا جب احسن کے بجائے اس کی طرف سے بھیجا ہوا طلاق نامہ اس کے ہاتھوں میں آیا۔ کتنی دیر تک تو وہ سکتے کی حالت میں کھڑی رہ گئی تھی پھر یوں ٹوٹ کر روئی کہ بچ مچ در و دیوار ہلا دیئے تھے۔

○ ○ ○

اس نے ثوبیہ سے کہا تھا کہ تیاری کر رکھے۔ وہ لاہور سے آنے کے بعد اسے کوئٹہ لے جائے گا اور ثوبیہ نے واقعی سوٹ کیس تیار کر لیا تھا۔ اب کسے خبر تھی کہ آناً فاناً اتنا بڑا طوفان آ کر سب کچھ بہا لے جائے گا۔ ابھی تو اس گھر میں بہاروں نے پوری طرح قدم بھی نہیں جمائے تھے کہ خزاؤں نے دھاوا بول دیا تھا اور وہ اس قدر وحشت زدہ ہوا کہ اسی وقت ننھی لائبہ کو سینے سے لگائے وہاں سے نکل آیا تھا۔

اور جب وہ کوئٹہ پہنچا تو اس وقت دن کا ایک بجا تھا۔ صوفیہ ابھی کالج سے لوٹی تھی۔ اسے آتے دیکھ کر بھاگی ہوئی آئی اور اس کے بازوؤں سے بچی کو جھپٹ کر وہیں سے چلانے لگی۔

"بابا......! بابا......! بھائی آئے ہیں۔"

اور وہ دل پر اتنا بڑا سانحہ لئے کھڑا تھا۔ جیسے ہی بابا آئے ان کے سینے سے لگ کر رو پڑا۔

"ارے......! ارے......!" بابا پہلے حیران پھر پریشان ہو گئے۔

"احسن......! کیا ہوا بیٹا......! دُلہن کہاں ہے......؟"

"ہاں بھائی......! بھابی کہاں ہیں......؟ بھابی کو نہیں لائے......؟" صوفیہ کو اب بھابی کا خیال آیا تو پلٹ کر دروازے کو دیکھنے لگی۔

لہجے پر بابا ٹھٹک گئے۔

"وہ نہیں آئے گی۔ کبھی نہیں آئے گی۔" اس کے ٹوٹے ہوئے

"کیا مطلب......؟ کیوں نہیں آئے گی......؟"

"وہ چلی گئی بابا......! مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔" وہ پھر رو پڑا۔

"کہاں چلی گئی......؟" بابا نے اس کا کندھا جھنجوڑا۔

"اپنے گھر لاہور...... ہمیشہ کے لئے چلی گئی۔" اس کی آواز ٹوٹ رہی تھی۔ بابا نے صوفیہ کو پانی لانے کا اشارہ کیا اور خود اس کا کندھا تھپک کر اسے ریلیکس کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

صوفیہ بچی کو صوفے پر لٹا کر پانی لے آئی تو بابا نے گلاس لے کر زبردستی اسے پانی پلایا پھر اسے حوصلہ دینے کے بعد اس سے تمام حالات سنے تو خود سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔

"یہ تم نے کیا کیا بیٹا......! وہ اگر چلی گئی تھی تو واپس بھی آ سکتی تھی۔ تم نے طلاق کیوں بھجوائی......؟"

"اس نے میرا یقین نہیں کیا بابا......! مجھ پر شک کیا۔" وہ اب کمزور پڑ رہا تھا۔

"تو...... اس کی اتنی بڑی سزا......؟" بابا حد درجہ شاکڈ تھے۔ کتنی دیر تک نفی میں سر ہلاتے رہے پھر دکھ سے بولے۔

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ صرف اس پر ہی نہیں خود اپنے ساتھ بھی ظلم کیا ہے اور یہ ننھی سی جان۔ اس کا بھی نہیں سوچا......؟"

"اس نے بھی تو نہیں سوچا بابا......! وہ تو ماں تھی۔" وہ چیخ کر بولا تھا۔

"کیسے سوچتی......؟ تم خود اعتراف کر رہے ہو کہ وہ اپنے ذہن سے نہیں سوچتی۔ بہن کے اشاروں پر چلتی ہے پھر تم نے اسے موقع بھی نہیں دیا۔ کچھ دن صبر کرتے پھر دیکھتے وہ کیسے ممتا کے ہاتھوں مجبور ہوتی ہے۔ تم نے اس کی ممتا کو آزمایا ہی نہیں اور فیصلہ سنا دیا۔"

بابا اب اس پر ناراض ہو رہے تھے۔

"اب میں کیا کروں......؟" وہ ڈھے گیا تھا۔

"کچھ نہیں کر سکتے...... کچھ نہیں کر سکتے۔ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔" بابا آبدیدہ ہو گئے تھے۔ آواز بھی بھرا گئی تھی۔

"بابا پلیز......!" اس نے ملتجی انداز میں بابا کے ہاتھ تھام لئے تو وہ چند لمحے اسے دیکھتے رہے پھر اس کا کندھا تھپک کر بولے۔

"جاؤ آرام کرو......!"

"آرام......؟" وہ یوں بولا جیسے اب قسمت میں آرام کہاں۔

"جو ہونا تھا ہو چکا شاید تمہارے نصیب میں یہی لکھا تھا اور اب تم بھی اسے نصیب کا لکھا سمجھ کر قبول کر لو۔ تمہارے لئے بہتر ہے۔ بابا نے بہت ضبط سے اسے سمجھایا کیونکہ بہر حال وہ ان کی اولاد تھا اور وہ اسے ٹوٹتے بکھرتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

پھر چند دن وہ بابا کے پاس رہ سکا اس کے بعد ننھی لائبہ کو لے کر واپس کراچی آ گیا۔ گو کہ بابا اور صوفیہ نے بہت اصرار کیا تھا کہ وہ بچی کو ان کے پاس چھوڑ دے لیکن وہ نہیں مانا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بچی ماں اور باپ دونوں کے سائے سے محروم رہے۔ اس لئے اسے ساتھ لے آیا اور یہاں وہ پہلے ہی ملازمہ کا انتظام کر چکا تھا جب ہی اسے کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔ البتہ ثوبیہ کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی کیونکہ ہر طرف اس کی یادیں بکھری پڑی تھیں۔ کبھی کبھی تو اسے یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی طرف سے نکل کر اچانک اس کے سامنے آن کھڑی ہوگی اور ایسے میں وہ دیوانوں کی طرح ہر طرف اسے کھوجنے لگتا تھا۔

پھر زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ثوبیہ نے بیٹی کا دعویٰ کر دیا اور حقیقت یہ تھی کہ وہ بیٹی کو ماں سے نہیں چھیننا چاہتا تھا لیکن وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بیٹی پر شینا کا سایہ پڑے جب ہی وہ سال بھر کیس لڑتا رہا لیکن قسمت نے یہاں بھی ساتھ نہیں دیا اور جس روز عدالت نے ثوبیہ کے حق میں فیصلہ سنایا وہ وہیں بیٹی کی انگلی پکڑے خود ثوبیہ کے پاس چلا آیا۔

"مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں ثوبیہ......! اس لئے کہ شینا کی بچھائی بساط پر ہم دونوں تو محض مہرے تھے۔ جنہیں اس نے اپنی مرضی سے کھیلا ابھی شاید آپ کو احساس نہیں ہے لیکن

احساس کے بیدار ہونے میں زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا۔ بہر حال میں لائبہ کو خوشی سے آپ کے حوالے کر رہا ہوں۔ ساتھ ہی میری التجا ہے کہ اسے شینا سے ہمیشہ دور رکھئے گا۔" اس نے بہت عاجزی سے التجا کی تھی اور اس لڑکی کی آنکھوں میں اترتی ڈھیروں ویرانیوں سے نظریں چرا کر وہاں سے چلا تو آیا لیکن اب اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ وہ شینا کی خواہش کے مطابق عمل کر کے کتنی بڑی غلطی کر گیا ہے۔ وہ اس انتظار میں کیوں رہا کہ ثوبیہ خود سمجھداری سے کام لے۔ وہ بھی تو اسے سمجھا سکتا تھا۔ صرف مرد ہی نہیں وہ اس کا شوہر بھی تھا۔ محبت کے ساتھ وہ اگر چاہتا تو دوسرا رویہ بھی اختیار کر سکتا تھا لیکن وہ اپنے ساتھ ساتھ اس پر بھی ظلم کر گیا اور اب تلافی کہاں ممکن تھی۔ وہ زندگی ہار گیا تھا۔

○ ○ ○

وہ بچی کو لئے ہوئے شینا کے ساتھ گھر آئی تو اس کے اندر کہیں جیت جانے یا کچھ پا لینے کا کوئی خوش کن احساس نہیں تھا۔ اس کے برعکس وہ بے حد مضمحل تھی پا لینے سے زیادہ کھو دینے کا دکھ جو اس کی ویران آنکھوں میں واضح محسوس ہو رہا تھا جب کہ شینا باقاعدہ قہقہے لگا رہی تھی۔

"ہم جیت گئے اماں جی......! یہاں بھی احسن کو منہ کی کھانی پڑی۔ بڑا بچی پر حق جتا رہا تھا اب ترستا رہے گا ساری زندگی اس کی صورت دیکھنے کو بھی۔"

وہ شینا کو بولتا چھوڑ کر اپنے کمرے میں آ گئی اور بچی کو سینے میں بھینچ کر آنسو پینے کی کوشش کرنے لگی۔

"پاپا......!" بچی نے اس کے بازوؤں میں مچل کر پاپا کہا تو وہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر بولی۔

"بیٹا......! میں تمہاری مما ہوں۔ بولو مما......!"

بچی رونے کی تیاری کرنے لگی تو وہ اسے کندھے سے لگا کر ٹہلنے لگی پھر اچانک خیال آیا کہ اس کے پاس بچی کے لئے کچھ بھی نہیں ہے یعنی اس کے کپڑے، فیڈر اور دوسری

چھوٹی موٹی چیزیں گو کہ شینا بہت دنوں سے اس سے کہہ رہی تھی کہ وہ بچی کے لئے شاپنگ کر رکھے لیکن وہ ان سنی کر جاتی بلکہ قصداً ٹال رہی تھی جانے کیوں شینا جب بھی کہتی کہ ہم کیس جیتنے والے ہیں تو وہ بجائے خوش ہونے کے بجھ سی جاتی تھی اور چپکے سے یہ دُعا بھی کرتی کہ بچی احسن ہی کے پاس رہے اور پھر حیران بھی ہوتی تھی کہ وہ ایسا کیوں چاہتی ہے۔ بہرحال اب بچی اسے مل گئی تھی تو بھی وہ ناخوش نہیں تھی بلکہ اسے سینے سے لگا کر اس کی مامتا کو قرار ہی ملا تھا اور اب وہ اس کی فیڈر، دودھ اور کپڑوں کے لئے پریشان ہو رہی تھی۔

"پہلے فیڈر اور دودھ لے آتی ہوں۔ باقی شاپنگ شام میں کر لوں گی۔" وہ سوچتی ہوئی کمرے سے نکل آئی۔ بچی کو اماں جی کے حوالے کیا اور انہیں قریبی اسٹور جانے کا بتا کر کوریڈور سے نکلی ہی تھی کہ شینا کے منہ سے احسن کا نام سن کر اس کے قدم آپ ہی آپ رُک گئے۔ شینا فون پر بات کر رہی تھی۔

"احسن کمال......! مجھے نظر انداز کرنا آسان نہیں ہے جو دل میں محبت سے نہیں بساتے، میں زخم کی صورت ٹھکانا کر لیتی ہوں۔ جاؤ اب بقیہ ساری زندگی اس زخم کی ٹیسوں میں شینا کا نام سنتے رہو۔"

"شینا......!" وہ یکدم سناٹے میں آ گئی تھی جب کہ ساعتوں میں کوئی دھیرے دھیرے بولنے لگا تھا۔

"مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں ثوبیہ......! کیونکہ شینا کی بچھائی ہوئی بساط پر ہم دونوں تو محض مہرے تھے جنہیں اس نے اپنی مرضی سے کھیلا۔ ابھی شاید آپ کو احساس نہیں ہے لیکن احساس کے بیدار ہونے میں زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا۔"

"میرے خدا......!" وہ ڈوبتے دل پر ہاتھ رکھے وہیں بیٹھتی چلی گئی۔ آنکھوں کے سامنے پہلے دائرے بنے پھر مکمل تاریکی تھی۔

جب شینا فون بند کر کے قہقہے لگاتی ہوئی پلٹی تو اسے فرش پر ڈھیر دیکھ کر ٹھٹک گئی پھر دھیرے دھیرے چلتی ہوئی اس کے قریب آ بیٹھی اور اس کا ہاتھ تھام کر پکارنے لگی۔

"ثوبی......! ثوبی اٹھو......! ثوبی کیا ہوا ہے تمہیں......؟ اماں جی......! بھابی......!"

آخر میں شینا نے چیخ کر اماں جی اور بھابی کو پکارا تو فوراً ہی بھابی بھاگی آئیں۔

ارے......! اسے کیا ہوا......؟" بھابی فرش پر پڑی ثوبیہ کو دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔

"پتا نہیں بھابی......! میں یہاں سے گزری تو یہ...... آپ پلیز اسے اٹھانے میں میری مدد کریں۔" شینا نظریں چرا کر بول رہی تھی ساتھ اسے اٹھانے کی کوشش بھی کر رہی تھی پھر بھابی کی مدد سے ہی وہ اسے اٹھا پائی اور کمرے میں بیڈ پر لٹا کر ڈاکٹر کو فون کرنے بھاگی تھی۔

○ ○ ○
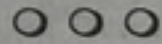
اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا اور اگر ہارٹ فیل ہو جاتا تب بھی کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کیونکہ وہ بہن جس پر وہ جان چھڑکتی تھی اس کے نزدیک اس کی حیثیت محض ایک کٹھ پتلی کی سی تھی جسے اپنے اشاروں پر چلاتے چلاتے بالآخر اس کی زندگی سے ہی کھیل گئی تھی۔

"ہائے شینا......! میں تو خود ہر پل تم پر جان وارنے کو تیار رہتی ہوں۔ یہ تم نے کیا کیا......؟ کس جنم کا بدلہ لیا مجھ سے، احسن کمال سے......؟" اس کے اندر دل سسک سسک کر دہائیاں دیتا تھا لیکن لب خاموش تھے اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک ایک کو دیکھا کرتی۔

کتنا وقت گزر گیا اس کے اندر شاید زندہ رہنے کی امنگ دم توڑ چکی تھی جب ہی اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش نہیں کی۔ ننھی لائبہ کے لئے بھی نہیں اور یہاں اس سے پھر غلطی ہو گئی تھی۔ جانے یا انجانے میں بہرحال وہ بھول گئی احسن کمال نے التجا کی تھی کہ لائبہ کو شینا سے دور رکھنا اور اب تو وہ بھی ایسا ہی چاہتی تھی لیکن اسے اپنا ہوش نہیں تھا بچی کو کیا سنبھالتی۔ یوں ننھی لائبہ شینا کی گود میں جا سمائی۔ جانے کاتب تقدیر نے کس سے ان دونوں کی تقدیریں لکھی تھیں کہ ہر بات ان کی سوچ اور خواہش کے برعکس ہوتی گئی جبکہ شینا ہر مقام پر جیت رہی تھی۔ جانے اس کے اندر کیسی انتقامی آگ سلگ رہی تھی جو سرد ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ احسن کمال کا گھر اُجاڑ کر بھی اسے چین نہیں آ رہا تھا۔ اب وہ ننھی لائبہ کے اندر باپ کے خلاف زہر بھر رہی تھی۔

ثوبیہ سب دیکھتی اور سنتی تھی لیکن وہ شینا سے نہیں لڑ سکتی تھی۔ جب ہی اندر ہی اندر سُلگتی رہتی۔ ان دنوں وہ شدت سے دعائیں مانگ رہی تھی کہ شینا کی شادی ہو جائے اور وہ یہاں سے چلی جائے۔ اس طرح ہی وہ اپنی بچی کو اس سے بچا سکتی تھی۔

اور پھر اس کی دعائیں مستجاب ہو گئیں۔ شینا کے لئے ایک مل اونر کا پروپوزل آیا تھا جو پہلے سے شادی شدہ اور بچوں والا تھا۔ ابا اور اماں جی ہرگز اس رشتے کے حق میں نہیں تھے لیکن شینا نے یہیں ہامی بھر کر سب کو حیرت میں ڈال دیا۔

"شینا......! یہ تم کیا کر رہی ہو......؟" اسے لاکھ شینا سے گلے سہی پھر بھی وہ اس کا برا نہیں سوچ سکتی تھی۔

"شادی کر رہی ہوں اور تم سب بھی تو یہی چاہتے ہو پھر پریشان کیوں ہو رہے ہو......؟" شینا نے بے نیازی سے کہہ کر جتایا بھی۔

"ہاں......! لیکن ہم یہ تو نہیں چاہتے کہ تم شادی شدہ آدمی کے ساتھ......" وہ سٹپٹا کر اسی قدر کہہ سکی۔

"صاف بات ہے ثوبی......! مجھے کنواروں پر بالکل بھروسہ نہیں ہے۔ جانے کیا کیا گل کھلاتے ہیں۔" شینا نے ڈھٹائی سے احسن کمال پر طنز کیا تھا۔

وہ دل مسوس کر رہ گئی کیونکہ شینا کو سمجھانا بہت مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ وہ جس بات کا تہیہ کر لیتی پھر اس سے نہیں ہٹتی تھی۔ اس کی اس عادت سے سب ہی واقف تھے جب ہی کسی نے اسے زیادہ سمجھانے کی کوشش نہیں کی اور اس کی مرضی دیکھتے ہوئے ابا نے اس رشتے پر ہامی بھر لی۔

شینا ان دنوں بہت خوش تھی اور اپنی شادی کی شاپنگ میں مصروف ہو کر لائبہ کو بھی بھول گئی تھی جس سے ثوبیہ کو کچھ اطمینان ہوا کہ اب وہ لائبہ کی تربیت اپنے ڈھنگ سے کر سکے گی لیکن یہاں بھی قسمت نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ اس کا اطمینان تھوڑے دنوں کا تھا۔ شینا کی شادی اور ہنی مون پیریڈ تک اس کے بعد شینا ہر دوسرے دن اپنی لمبی سی گاڑی میں

اٹھلاتی ہوئی چلی آتی اور لائبہ کو پھر وہی سبق پڑھانے لگتی۔

"تمہارا باپ ظالم تھا، اس نے تمہاری ماں کی زندگی برباد کر دی اور تمہیں بھی چھوڑ دیا، وہ قابل نفرت شخص ہے وغیرہ وغیرہ۔"

پھر ثوبیہ بہت کوشش کرتی خصوصارات میں جب لائبہ اس کے سینے پر سر رکھ کر سوتی تو وہ نرمی سے اس سے باتیں کرتے ہوئے شینا کی تمام باتوں کی نفی کرتی لیکن بے سود کیونکہ شینا کی گرفت زیادہ مضبوط تھی پھر گھر کے دوسرے افراد بھی شینا کی تائید کرتے تھے۔

یوں وقت گزرتا چلا گیا۔ دن، ہفتے، مہینے، سال، کتنے سال بیت گئے۔ لائبہ بچپن سے لڑکپن اور پھر نوجوانی کی حدود بھی پار کر آئی۔ شکل صورت میں وہ اپنے ماں باپ یعنی دونوں سے مشابہہ تھی جبکہ عادات شینا جیسی تھیں۔ اسی کی طرح ضدی اور قدرے خودسر۔ جس بات کا تہیہ کرتی کر کے چھوڑتی اور حالات نے اسے بدتمیز اور بدلحاظ بھی بنا دیا تھا۔ جو باتیں شینا اسے بچپن میں سکھاتی اور سمجھاتی آئی تھی۔ اب خود علی الاعلان کہتی تھی اور جب ثوبیہ اسے ٹوکتی تو وہ اس سے اُلجھ پڑتی۔

"کیا دیا میرے باپ نے آپ کو سوائے دکھوں کے اور آپ پھر بھی اس کی طرفداری کرتی ہیں......؟ کیوں......؟" اس کے اندر زہر بھرا تھا اور وہ جس بدتمیزی سے باپ کا ذکر کرتی تھی اس سے ثوبیہ دہل جاتی تھی۔

حقیقتاً اس لڑکی نے اس کی نیندیں اڑا دی تھیں جو اس کی کسی بات کا یقین نہیں کرتی تھی۔ اس کے لئے وہی سچ ہوتا جو شینا کہتی پھر گھر میں ابا اور اماں جی بھی تھیں اور ماموں، ممانی ان کے بچے کوئی بھی شینا کو نہیں جھٹلاتا تھا۔ یوں اس کی سچائی خود اس کے لئے الزام بن جاتی جس پر وہ اپنے آپ کڑھتی اور چپکے چپکے رویا کرتی تھی۔

○○○
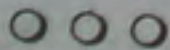
احسن کمال مہینوں اپنے اجڑے دیار میں تنہا سلگتا رہا تھا۔ بابا نے بہت چاہا کہ اسے اس گھر سے نکال کر اپنے ساتھ کوئٹہ لے جائیں لیکن وہ اس گھر کو چھوڑنے پر تیار ہی نہیں ہوا

جہاں ثوبیہ اور ننھی لائبہ کو مہک رچی بسی تھی۔ وہ اس کے ساتھ بہت زیادہ عرصہ تو نہیں رہی تھی پھر بھی اس کی نس نس میں سما گئی تھی اور اب اسے بھلانا بے حد مشکل تھا۔ وہ کتنا بھی خود کو مصروف رکھتا پھر بھی اس کے خیال سے دامن نہیں بچا پاتا تھا۔ اس کے اندر پچھتاوا تھا اور احساس جرم کیونکہ شینا سے ہٹ کر وہ سوچتا تو اسے اپنا ہی قصور نظر آتا تھا کہ وہ تو شینا کے ساتھ اس سادہ اور بزدل سی لڑکی پر بھی ظلم کر گیا۔ اسے خود سے زیادہ ثوبیہ کی بربادی کا دکھ تھا جو اسے چین نہیں لینے دیتا تھا۔

وہ بے حد مایوس اور تھکا ہوا سا لگتا تھا جیسے زندگی میں کوئی کشش نہ رہی ہو۔ اگر صائمہ اس کی زندگی میں آ کر اسے سہارا نہ دیتی تو وہ کبھی نہیں سنبھل سکتا تھا۔ ثوبیہ جتنی بے وقوف تھی صائمہ اتنی ہی ذہین اور اس خوبصورتی سے اسے زندگی کی طرف واپس لے کر آئی کہ کبھی کبھی تو وہ خود حیران ہوتا اور اس کا بے حد ممنون بھی۔

صائمہ سے اس کے دو بچے تھے سمیر اور سونی۔ یوں اس کا گھر ایک بار پھر مکمل ہو گیا تھا گو وقت نے اس کے زخموں پر کھرنڈ بھی جما دی تھی پھر بھی کبھی کبھی ٹیسیں اٹھتی تھیں اور وہ بے چین ہو جاتا تھا۔ خصوصاً وہ لائبہ کو بہت مس کرتا تھا۔ جب بھی سمیر اور سونی اس کے ساتھ لاڈ کرتے یا وہ انہیں کہیں گھمانے یا شاپنگ کرانے لے جاتا تو اسے لائبہ کا خیال آتا اور اکثر وہ اس کے لئے بھی کچھ نہ کچھ لے لیتا تھا۔ یوں بھی وہ ہر مہینے کچھ رقم لائبہ کے لئے ثوبیہ کے اکاؤنٹ میں جمع کرا دیتا تھا اور اس نے سمیر اور سونی کو بھی شروع سے یہ بتا رکھا تھا کہ لائبہ ان کی بڑی بہن ہے جو اپنی ماں کے ساتھ لاہور میں رہتی ہے اور وہ دونوں اپنی بہن سے ملنے کے بڑے مشتاق تھے۔ اس میں صائمہ کی تربیت کا زیادہ کمال تھا۔ اس نے کبھی اپنے بچوں کے ذہن میں یہ بات ڈالنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ لائبہ ان کی سوتیلی بہن ہے۔ اس کے برعکس وہ بھی احسن کمال کی طرح ہی اس کا ذکر محبت سے کرتی تھی۔

بہرحال اس گھر میں ایک اور فرد بھی تھا اور وہ تھا صائمہ کا بھانجا علی جو دس سال کی عمر میں ہی والدین کے سائے سے محروم ہو گیا تھا۔ اس وقت ہی صائمہ احسن کی رضامندی سے

اسے اپنے ساتھ لے آئی تھی۔ اس وقت سمیر اور سونی دونوں گود کے بچے تھے۔
علی والدین کی ناگہانی موت سے پہلے بہت سہما ہوا سا رہتا تھا لیکن پھر صائمہ اور احسن کی بھرپور توجہ اور محبت نے بہت جلد اسے سنبھال لیا تھا اور وہ اس گھر میں یوں رچ بس گیا جیسے پیدا ہی یہیں ہوا ہو۔ سمیر اور سونی دونوں اس کے دیوانے تھے اور وہ بھی ان سے بہت محبت کرتا تھا۔ حقیقتاً احسن کمال کا گھر محبتوں اور امن کا گہوارہ تھا اگر اس کے دل میں ثوبیہ کا درد نہ ہوتا تو وہ خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھتا لیکن اب ایک کسک تھی جو اتنے برس گزرنے کے بعد بھی کبھی کبھی بہت تڑپاتی تھی گو کہ اب بچے بڑے ہوئے تھے۔ علی ایم بی اے کے بعد بزنس کرنے لگا تھا۔ سمیر ایف ایس سی میں تھی اور سونی ابھی میٹرک میں تھی اور وہ لائبہ کی تعلیمی سرگرمیوں سے گو کہ آگاہ نہیں تھا لیکن اپنے طور پر حساب ضرور رکھتا تھا کہ اب وہ اس کلاس میں ہوگی اب اس کلاس میں۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان دنوں اسے لائبہ بہت یاد آنے لگی تھی اور اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ اسے اپنے پاس بلائے اور پھر اس نے اپنی خواہش کو دبایا نہیں لائبہ کے نام خط لکھ ڈالا۔ فون اس لئے نہیں کیا کہ اتنے برسوں بعد اب بھی اسے خدشہ تھا کہ کہیں ادھر سے شینا نہ بول پڑے جس کی آواز کی بازگشت اب بھی اس کی سماعتوں میں زہر گھولتی تھی۔

”مجھے نظر انداز کرنا آسان نہیں ہے احسن کمال......! جو دل میں محبت سے نہیں بساتے میں زخم کی صورت ٹھکانا کر لیتی ہوں۔ جاؤ اب بقیہ ساری زندگی اس زخم کی ٹیسوں میں شینا کا نام سنتے رہو۔“

○ ○ ○
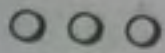
”بس......! اب چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے میں ضرور جاؤں گی۔“ سدا کی ہٹ دھرم لائبہ نے قطعی انداز میں اپنا فیصلہ سنا دیا تو ثوبیہ چپ چاپ اسے دیکھے گئی۔ کتنے پل بیت گئے جب اس نے کچھ نہیں کہا تب لائبہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آ بیٹھی اور دھیرج سے پوچھنے لگی۔

"آخر آپ کو میرے جانے پر اعتراض کیوں ہے......؟ اور اب تو میرے باپ نے خود مجھے بلایا ہے۔"

"مجھے تمہارے جانے پر اعتراض نہیں ہے بیٹا......! بلکہ میں نے تو تم پر کبھی ایسی کوئی پابندی لگائی ہی نہیں۔ جب تم چھوٹی تھیں اس وقت میں بھی یہی چاہتی تھی۔"

"اس وقت کی بات چھوڑیں مما......! اب کی بات کریں۔" وہ ٹوک کر بولی۔

"اب تو میں جب بھی اپنے باپ کے پاس جانے کی بات کرتی ہوں آپ یا تو منع کر دیتی ہیں یا پھر خاموشی اختیار کر لیتی ہیں۔ آخر کیوں......؟ کہیں آپ کو یہ خدشہ تو نہیں کہ میرا باپ مجھے واپس نہیں آنے دے گا یا اس کی پرآسائش زندگی سے مرعوب ہو کر میں خود وہیں رہ جاؤں گی۔ نہیں مما......! میرے لئے آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ دیکھئے گا کیسے ٹھوکر مار کر آتی ہوں۔ بس آپ ایک بار مجھے جانے دیں۔"

"میں تمہیں جانے سے نہیں روکتی لیکن پہلے تم اپنا آپ ٹھیک کرو۔" ثوبیہ نے ہمیشہ کی طرح اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"کیا کوئی اچھی لڑکی اپنے باپ کے بارے میں اس طرح بات کرتی ہے جیسے تم کر رہی ہو......؟"

"میں کیا کروں......؟ میرے اندر اس شخص کے خلاف زہر بھرا ہوا ہے اور میں کبھی اسے باپ جیسی عزت اور مقام نہیں دے سکتی۔" وہ تنفر سے بولی۔

"لیکن بیٹا......! میں نے تو کبھی ان کے خلاف ایک لفظ نہیں کہا۔ تم دوسروں کی باتوں کا یقین کیوں کرتی ہو......؟ میرا یقین کرو اور میں نے ہمیشہ تمہیں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ احسن کمال بہت اچھے انسان ہیں۔"

"بس......! رہنے دیں مما......!" وہ ان کی آخری بات پر اکتاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی پھر استہزائیہ ہنسی جس میں طنز بھی شامل تھا، ہنس کر بولی۔

"احسن کمال بہت اچھے انسان ہیں...... ہاہا......! پھر تو میرا اس اچھے انسان سے ملنا

اور بھی ضروری ہے۔"

"تم نہیں سمجھو گی۔" ثوبیہ تاسف سے گویا ہوئی۔

"بہر حال تم جانا چاہتی ہو تو ضرور جاؤ لیکن ایک بات یاد رکھو بیٹا......!"

"ساری باتیں یاد رکھوں گی۔ آپ فکر نہیں کریں۔" وہ ثوبیہ کی بات پوری ہونے سے پہلے اس سے لپٹ گئی غالباً ابھی کوئی نصیحت سننے کے موڈ میں نہیں تھی۔

"تھینک یو مما......!" اس نے ماں کے گال پر پیار کیا پھر بھاگ کر کمرے سے نکلی اور دو دو سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی نیچے آ کر چلا کر بولی۔

"لوگو سنو......! میں اپنے باپ کے پاس جا رہی ہوں۔"

"کیا......؟" ایک ساتھ کئی آوازیں ابھریں۔

اماں جی، مامی جی، ان کی بیٹیاں فرح اور سدرہ سب اس کے گرد جمع ہو گئیں۔

"کس کے پاس جا رہی ہو......؟" اماں جی نے تیز آواز میں پوچھا۔

"اپنے باپ کے پاس......!" اس نے گردن ضرور اکڑائی لیکن تفخر کے بجائے انداز میں تمسخر تھا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے کیا تمہارا......؟ یہ بیٹھے بٹھائے تمہیں اپنا باپ کیسے یاد آ گیا......؟" اماں جی نے اچنبھے میں گھر کر ڈانٹا۔

"مجھے تو خیر وہ دن میں چوبیس مرتبہ یاد دلائے جاتے ہیں۔ یہ پوچھئے کہ باپ کو میں کیسے یاد آ گئی......؟" اس پر کسی کی ڈانٹ کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ بلا کی منہ پھٹ بھی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا......؟" اماں جی نے بری طرح گھورا۔

"کیوں......؟ کیا مجھے ہر بات میں میرے باپ کا طعنہ نہیں ملتا اور اب اسی باپ نے مجھے یاد کیا ہے، یہی پوچھنے جا رہی ہوں اس سے کہ اٹھارہ سال بعد اسے میرا خیال کیسے آیا......؟" اس نے اماں جی کی گھورتی ہوئی آنکھوں میں دیکھ کر کہا پھر مامی جی کو مخاطب کر کے بولی۔

"آج ان کا خط آیا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اگر میں فارغ ہوں تو کچھ دن کے لئے ان کے پاس آ کر رہوں۔"

"تو تم جانے کے لئے تیار ہو گئیں......؟" فرح نے پہلی بار مداخلت کی۔

"میں تو بہت پہلے سے جانا چاہتی تھی لیکن مما اجازت نہیں دے رہی تھیں۔"

"اب اجازت دے دی ثوبیہ نے......؟ میں پوچھتی ہوں اس سے۔" اماں جی اسی وقت سیڑھیاں چڑھ گئیں تو تخت پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"خواہ مخواہ مما پر بگڑیں گی جبکہ اچھی طرح جانتی ہیں کہ میری ضد سے مجبور ہو کر ہی مما نے اجازت دی ہو گی۔"

"گویا تم اپنی خودسری کا اعتراف کر رہی ہو......؟" سدرہ نے ہلکے پھلکے انداز میں جتایا۔

"خون کا اثر ہے۔" مامی جی منہ بنا کر کہتے ہوئے اپنے کام سے چلی گئیں تو وہ ڈھٹائی سے ہنس پڑی پھر فرح اور سدرہ کو دیکھ کر بولی۔

"سنا تم نے......؟ اب بھی اماں جی پوچھتی ہیں کہ آج مجھے اپنا باپ کیسے یاد آ گیا......؟ حالانکہ بات بات پر مجھے اس کی یاد دلائی جاتی ہے۔"

"بہرحال......! تمہیں ان کے پاس نہیں جانا چاہئے۔" فرح نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"میں خوشی سے نہیں جا رہی فرح......! اور نہ ہی مجھے ان سے ملنے کا شوق ہے۔"

"پھر......؟"

"بس......! کچھ حساب بے باق کرنے ہیں۔" پھر اچانک خیال آنے پر راحیل سے بولی۔

"ارے......! پہلے شبینا آنٹی کو تو بتا دوں۔"

"شبینا آنٹی اس وقت سو رہی ہوں گی اور اٹھانے جانے پر خفا ہوں گی۔" سدرہ نے یاد

دلایا۔

"ہاں......! لیکن میری بات سن کر ان کی خفگی دور ہو جائے گی۔" اس نے یقین سے کہا اور لابی میں آ کر شبینا کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ کتنی دیر بعد ان کی سوئی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہیلو......! کون......؟"

"میں ہوں شبینا آنٹی......! لائبہ۔ آئی ایم سوری میں نے آپ کو اٹھا دیا۔ کیا کروں بات ہی ایسی ہے۔" وہ جلدی سے بولی تھی۔

"خیریت تو ہے ناں......؟" شبینا نے پوچھا۔

"ہاں......! ساتھ خیریت کے عرض ہے کہ آج میرے باپ کا خط آیا ہے۔" اسے میرا باپ کہنا اور باپ کے ساتھ نازیبا الفاظ کا استعمال شبینا ہی نے تو سکھایا تھا۔ وہ نہ صرف خوش ہوتی بلکہ مزید شہہ دیتی تھی۔ اس وقت بھی اس کی نیند غائب ہو گئی۔

"اچھا......! کیا لکھا ہے اس نے......؟"

"مجھ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔"

"ہاں......! اب تمہیں ضرور جانا چاہئے۔ کب جاؤ گی......؟"

"پتا نہیں......! میرا مطلب ہے شام میں ماموں جی اور سلمان آئیں گے تو وہی طے کریں گے اور ہاں شبینا آنٹی......! اماں جی تو بہت ناراض ہو رہی ہیں۔" اس نے بتایا تو شبینا جیسے چڑ کر بولی۔

"اماں کی فکر نہیں کرو۔ انہیں میں سنبھال لوں گی۔ بس تم جانے کی تیاری کرو۔ میں آج تو نہیں آ سکتی البتہ کل صبح آ جاؤں گی اور سنو......! ثوبیہ کی باتوں میں نہیں آنا۔ تمہیں پتا ہے ناں اپنی مما کا۔"

"ہاں......! وہ تو اب بھی یہی کہہ رہی تھیں کہ تمہارا باپ بہت اچھا انسان ہے۔"

"ہاہا......!" شبینا کا طویل قہقہہ گونجا پھر بمشکل روک کر بولی۔

"اسی اچھے انسان نے ثوبیہ کو اس حال تک پہنچایا ہے۔ او کے......! میں کل آؤں گی پھر بات کریں گے۔"

"جی......!" وہ ریسیور رکھ کر سیدھی اوپر چلی آئی۔ اماں جی ابھی تک ثوبیہ کے پاس موجود تھیں۔ اس نے کوئی توجہ نہیں دی بلکہ اس وقت الماری میں سے بیگ نکال کر سامنے رکھ کر گویا جتادیا کہ اب اسے جانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

"تمہاری لڑکی بہت بے کہنی ہے ثوبیہ......!" اماں جی بری طرح تپ کر کہنے لگیں۔

"غضب خدا کا......! پال پوس کر جوان کیا اور اب یہ چلی ہیں باپ کے پاس اور اس مردود کو دیکھو اٹھارہ سال بعد بیٹی کا خیال آ رہا ہے۔ تم نے غلطی کی اسے لا کر تب ہی اس کے پاس چھوڑ دیتیں۔"

"ہاں اماں جی......! غلطی تو ہوئی مجھ سے۔" ثوبیہ اپنے ہی کسی خیال میں تھی۔

"اس نے ذرا دیر رُک کر ثوبیہ کو دیکھا پھر کمرے سے نکل گئی تھی۔

○○○

شام میں جیسے ہی ماموں جی آئے تو مامی جی نے انہیں یہ خبر سنائی کہ لائبہ اپنے باپ کے پاس جانا چاہ رہی ہے۔ خلاف توقع انہوں نے نہ صرف اسے جانے کی اجازت دی بلکہ ثوبیہ کو بھی سمجھاتے رہے کہ اسے منع نہیں کرنا چاہئے۔

اور ثوبیہ کیا بتاتی کہ وہ کیوں منع کرتی رہی ہے۔ محض اس کی بدتمیزیوں کی بنا پر ورنہ اس کی تو ہمیشہ سے خواہش تھی کہ وہ اپنے باپ کی شفقت سے محروم نہ رہے اور اس وقت جب ثوبیہ اسے بھیجنا چاہتی تھی تب سب ہی دیوار بن گئے تھے کہ معصوم بچی ہے اگر باپ کے بہکاوے میں آ گئی تو تم کیا کر لو گی اور اب جب اس کی نس نس میں باپ کے خلاف زہر بھر چکا تھا تو ثوبیہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ ایسی حالت میں باپ کے پاس جائے لیکن وہ یہ بھی جان گئی تھی کہ اب وہ اس کی ایک نہیں سنے گی بلاشبہ اپنے باپ کی طرح وہ جس بات کا ارادہ کر لیتی پھر اس سے ہٹتی نہیں تھی۔

پھر جب تک ماموں جی ثوبیہ کے پاس بیٹھے رہے۔ وہ بہانے بہانے سے ان کے گرد چکراتی رہی اور جیسے ہی ماموں جی نیچے گئے وہ بھی آ کر کچن میں مصروف ہو گئی کیونکہ جانتی تھی کہ اب ثوبیہ مسلسل اسے تنبیہ کرنے کے ساتھ یہ سمجھانے کی کوشش کرتی رہے گی کہ تمہارا باپ بہت اچھا انسان ہے اور وہ یہ سب سننا نہیں چاہتی تھی جب ہی پکانے سے فارغ ہو کر دیوار کے پاس آ کھڑی ہوئی اور نیچے جھانک رہی تھی کہ عقب سے سلمان نے آ کر اس کے بالوں کو ہلکے سے جھٹکا دیا۔ اس نے فوراً پلٹ کر دیکھا اور دھیرے سے مسکرائی۔

"یہاں کیا کر رہی ہو......؟" سلمان نے یونہی پوچھ لیا۔

"تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ آج اتنی دیر سے آئے ہو......؟"

"ہاں......! ایک تو آفس میں دیر ہو گئی پھر ٹریفک جام تھا۔ ویسے تم کس سلسلے میں میرا انتظار کر رہی تھیں......؟ کہیں جانا تو نہیں ہے ناں......؟" سلمان نے چارپائی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"جانا تو ہے لیکن تمہارے ساتھ نہیں۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"پھر کس کے ساتھ......؟"

"کسی کے ساتھ نہیں...... اکیلی جاؤں گی۔ کیا تمہیں مامی جی نے نہیں بتایا کہ میں اپنے باپ کے گھر جا رہی ہوں......؟"

"کیا......؟" وہ بے یقینی سے دیکھ کر بولا۔

"وہاں کیا کرنے جاؤ گی......؟"

"عیش کرنے۔" وہ چڑا کر بولی تو سلمان ایک دم سے خاموش ہو گیا۔ تب وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"جل گئے......؟"

"ہرگز نہیں......! بلکہ تم سے جان چھوٹ جانے پر بہت خوشی مناؤں گا۔" وہ فوراً سنبھل کر بولا تو وہ چیخ پڑی۔

"کیا کہا......؟ تم مجھ سے جان چھڑانا چاہتے ہو......؟ لیکن میں ہمیشہ کے لئے نہیں جا رہی۔"

"میں جانتا ہوں تم جلدی لوٹ کر آؤ گی۔" وہ شوخ نظریں اس پر جما کر بولا اور اس کے پلکیں جھکانے پر پوچھنے لگا۔

"ویسے تمہیں اچانک اپنا باپ کیسے یاد آ گیا......؟ اور کیا ضرورت ہے اس کے پاس جانے کی......؟"

"زندگی میں ایک بار تو مجھے اس سے ملنا ہی تھا سلمان......! اور شاید یہی مناسب وقت ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے مجھے جانا چاہئے یا نہیں......؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں......؟ یوں بھی اگر تم جانے کا تہیہ کر چکی ہو تو میرے منع کرنے کے باوجود نہیں رکو گی۔" سلمان نے صاف گوئی سے اس کی خوبی یا خامی کو جتایا۔

"یہ تو ہے......!" اس نے بھی فراخ دلی سے اعتراف کیا تو سلمان گہری سانس کھینچ کر بولا۔

"بہر حال......! جلدی لوٹ آنا۔ یہاں تمہارے بنا گھر سونا لگے گا۔" اس کے اندر یہاں وہاں شور مچ گیا تو اسے اندر جانے کا کہہ کر خود کچن میں آ گئی۔

وہ جانتی تھی سلمان اسے پسند کرتا ہے اور خود اس نے اسی روز سے دل کی تختی پر اس کا نام لکھ دیا تھا جس روز اماں جی کو ثوبیہ سے یہ کہتے سنا تھا کہ لائبہ کی فکر کیوں کرتی ہو۔ سلمان گھر کا لڑکا ہے بس تمہارے بھائی فرح کے فرض سے سبکدوش ہو لیں پھر میں ان دونوں کی بات کروں گی۔

یوں اسے راہ میں کوئی رکاوٹ نظر نہیں آتی تھی پھر بھی وہ ذرا محتاط سی تھی کیونکہ مامی جی تیز مزاج کی تھیں اور کبھی کبھی وہ انہیں برابر سے جواب دینے کھڑی ہو جاتی۔ ایسے میں مامی جی اس کے باپ کو زیادہ نشانہ بناتیں اور طعنے بھی دیتیں اور باپ کے طعنے تو وہ بچپن سے سنتی آ رہی تھی اور کیونکہ وہ خود بھی باپ سے متنفر تھی اس لئے ان کے طعنے بڑے آرام سے

برداشت کر لیتی لیکن یہ وہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ کوئی اس کی مما کے بارے میں ایک لفظ بھی کہے اور نہ ہی اپنی ذات کے بارے میں کچھ سن سکتی تھی۔ اس لئے سلمان کے معاملے میں وہ بہت محتاط تھی کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کبھی مامی جی غصے میں اس حوالے سے کوئی بات کر کے اسے ہرٹ کریں۔

○ ○ ○

اس شام احسن کمال آفس سے لوٹے تو بے حد خوش تھے۔ کوئی ایسی ہی خوشی تھی جس کا عکس ان کے چہرے کو جگمگا رہا تھا۔ صائمہ نے ایک نظر دیکھتے ہی جان لیا لیکن فوراً پوچھا نہیں کیونکہ وہ کبھی بھی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتی تھی پھر یہ بھی جانتی تھی کہ احسن اس سے کوئی بات چھپاتے نہیں ہیں۔ اپنے سارے دکھ سکھ اس کے ساتھ شیئر کرتے ہیں۔ اس لئے معمول کے مطابق ان کا استقبال کر کے وہ چائے بنانے چلی گئی اور کچھ دیر بعد جب وہ چائے لے کر آئی تو احسن چینج کر کے لاؤنج میں آ بیٹھے تھے۔

"چائے......!" صائمہ نے کپ ان کی طرف بڑھایا تو انہوں نے چونک کر اسے دیکھا پھر مسکرا کر کپ تھام لیا اور ایک سپ لے کر پوچھنے لگے۔

"بچے کہاں ہیں......؟"

"وہ ابھی علی کے ساتھ باہر گئے ہیں۔" اس نے بتایا تو احسن قدرے حیرت سے پوچھنے لگے۔

"کیا مطلب......؟ علی آج آفس نہیں گیا تھا......؟"

"گیا تھا اور جیسے ہی لوٹا تو یہ دونوں شاید پہلے ہی سے پروگرام بنائے بیٹھے تھے بس اس کے سر ہو گئے کہ ہمیں آئس کریم کھانی ہے۔"

"اسٹوپڈ......!" احسن نے ذرا سا سر جھٹکا۔

"آ جائیں گے ابھی۔ زیادہ دور نہیں گئے۔" صائمہ نے فوراً ان کا موڈ ٹھیک کرنا چاہا۔

"دور نزدیک کی بات نہیں ہے۔ انہیں احساس ہونا چاہیے۔ علی ابھی آفس سے لوٹا

تھا۔" انہوں نے کہا تو صائمہ خاموش ہو رہی۔ تب قدرے توقف سے وہ اسے متوجہ کر کے بولے۔

"سنو......! میں تمہیں ایک خوشی کی بات بتاؤں۔"

"ہوں......!" صائمہ نے دیکھا ان کا چہرہ پھر چمکنے لگا تھا۔

"ہنی آ رہی ہے......!" انہوں نے خوش ہو کر لائبہ کے آنے کا بتایا تو صائمہ نے بھی بے ساختہ خوشی کا اظہار کیا۔

"واقعی......؟ کب......؟"

"بس ایک دو دن میں۔ میں نے اسے آنے کا خط لکھا تھا تو آج آفس میں اس کے ماموں کا فون آیا۔ کہنے لگے وہ اسے بھیج رہے ہیں۔ ٹکٹ کنفرم ہوتے ہی اطلاع کر دیں گے۔" انہوں نے پوری بات بتائی۔

"یہ تو خوشی کی بات ہے۔ سمیر اور سونی سنیں گے تو وہ بھی بہت خوش ہوں گے۔ بہت شوق ہے انہیں بہن سے ملنے کا۔" صائمہ ہمیشہ ان کا مان بڑھا دیتی تھی۔

"یہ دونوں آ جائیں تو پھر ہنی کے لئے کمرہ سیٹ کر دیں۔ میرا خیال ہے وہ کمرہ ٹھیک رہے گا اس کے لئے۔ اس کی کھڑکیاں لان کی طرف کھلتی ہیں۔ اسے اچھا لگے گا۔" انہوں نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو صائمہ نے ان کی تائید کی۔

"ہاں......! وہ ٹھیک ہے......!"

"اچھا......! وہ علی کو اسلام آباد جانا ہے۔" احسن اچانک یاد آنے پر کہنے لگے۔

"ایک بزنس میٹنگ کے سلسلے میں۔ میرا خیال ہے وہاں اسے تین چار دن تک لگ سکتے ہیں۔ اسی حساب سے اس کا بیگ تیار کر دو۔"

"اچھا......! کب جائے گا......؟" صائمہ نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کل دن میں۔ جانا تو مجھے تھا لیکن اب ہنی آ رہی ہے تو......"

"ہاں......! انہیں آپ کو یہیں رہنا چاہئے۔"

"اسی لئے تو علی کو بھیج رہا ہوں۔ کہاں رہ گئے یہ سب......؟" انہیں پھر بچوں کا خیال آیا کہ ابھی تک نہیں لوٹے۔

"میں علی کے موبائل پر رنگ کرتی ہوں۔" صائمہ کہتی ہوئی چلی گئی تو وہ پھر لائبہ کے بارے میں سوچنے لگے۔

○ ○ ○

رات میں وہ اپنا بستر ٹھیک کر رہی تھی کہ ثوبیہ نے پکار کر اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ وہ سمجھ گئی کہ اب وہ کیا کہے گی اس لئے پہلے ہی بول پڑی۔

"مما......! آپ بالکل فکر نہ کریں میں زیادہ دن وہاں نہیں رہوں گی۔ جلدی آ جاؤں گی۔"

"میں جلدی آنے کو تو نہیں کہہ رہی ہوں اور نہ ہی تمہارے جانے سے فکر مند ہوں۔ اپنے پاپا کے پاس جا رہی ہو۔ اس میں فکر کی کیا بات ہے......؟" ثوبیہ نے اتنے آرام سے کہا کہ وہ حیران ہو کر دیکھنے لگی۔

"بس بیٹا......! وہاں کسی کو تنگ نہیں کرنا۔" ثوبیہ نے اس کی ٹھوڑی چھو کر منت سے کہا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ کسی کو تنگ کرنے کی......؟ ہاں اگر کوئی بدتمیزی کرے گا تو منہ توڑ جواب دوں گی۔"

"کوئی بدتمیزی نہیں کرے گا۔" ثوبیہ فوراً بولی تھی۔

"آپ اتنے یقین سے ایسے کہہ رہی ہیں جیسے جانتی ہوں سب کو......؟"

"احسن کمال کو جاننے کے بعد کسی اور کو جاننے کی ضرورت نہیں۔ وہ بہت محبت کرنے والے اور با اصول انسان ہیں۔" ثوبیہ نے ایمانداری سے کہا تو اس نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے لیکن پھر جانے کیا سوچ کر خاموش ہو رہی اور کچھ دیر با دل نخواستہ اپنے باپ کی تعریفیں سنتی رہی پھر نیند آنے کا بہانہ کر کے اپنی جگہ پر آ گئی۔

صبح ناشتے سے فارغ ہوتے ہی وہ ثوبیہ کے ساتھ نیچے آ گئی۔ ماموں جی آفس جانے کے لئے تیار تھے۔ اسے دیکھتے ہی کہنے لگے کہ وہ تیاری کر رکھے۔ چار بجے کی فلائٹ سے وہ اس کی سیٹ او کے کروا کے سلمان کے ہاتھ ٹکٹ بھیج دیں گے اور کراچی اس کے باپ کو بھی اطلاع کر دیں گے۔

اس نے بڑے پرسکون انداز میں سر ہلایا اور ماموں جی کے جاتے ہی اوپر آ کر بیگ تیار کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد ہی شمینہ اسے پکارتی ہوئی آ گئی تو وہ اپنا کام چھوڑ کر اس سے لپٹ گئی۔

"اچھا ہوا شمینہ آنٹی......! آپ آ گئیں۔" مما کی نصیحتوں نے تو مجھے پاگل کر دیا ہے۔" شمینہ ہنسنے لگی پھر اس کا بیگ دیکھ کر بولی۔

"تو جانے کی تیاری ہو رہی ہے......؟"

"جی......!" اس نے بیڈ پر پھیلے کپڑے سمیٹ کر شمینہ کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی پھر جیسے اپنے آپ سے بولی۔

"ایک بیگ میں تو یہ سب سما نہیں رہے۔"

"بے وقوف......! اتنا بھر کے لے جانے کی کیا ضرورت ہے......؟ گنتی کے چند سوٹ رکھ لو باقی اپنے باپ سے کہنا وہی لے کر دے گا۔" شمینہ نے نئے سرے سے اسے سمجھانا شروع کیا۔

"دیکھو سب سے بڑی اولاد ہونے کے ناطے سب سے زیادہ حق تمہارا ہے۔ اٹھارہ سال سے تم نے اپنے باپ سے کچھ نہیں لیا۔ اب پائی پائی اپنا حق وصول کرنا ہے۔ تمہیں تم......! کسی لحاظ کی ضرورت نہیں۔ وہاں دھڑلے سے رہنا۔ اگر تمہاری سوتیلی ماں یا اس کی اولادیں کچھ کہیں تو منہ توڑ جواب دینا بلکہ انہیں اس طرح عاجز کرنا جس طرح احسن کمال نے تمہاری ماں کو کیا تھا۔ تم اس وقت بہت چھوٹی تھیں بیٹا......! تمہیں یاد نہیں ہے لیکن میں کبھی نہیں بھول سکتی کہ احسن کمال نے میری سیدھی سادی بہن ثوبیہ کو کس طرح دھکے دے

کر گھر سے نکالا تھا۔ اس ظالم کو تم پر بھی ترس نہیں آیا تھا۔" شمینہ دوپٹے سے آنکھیں رگڑنے لگی تو اس نے بڑھ کر اس کے گلے میں بازو ڈال دیئے۔

"شمینہ آنٹی......! پلیز آپ روئیں نہیں......!"

"کیسے نہ روؤں......؟ میری بہن کو تباہ کر کے رکھ دیا اس ظالم نے اور ثوبیہ کو دیکھو اب بھی اسی کی طرفداری کرتی ہے۔ بے وقوف کو اتنی عقل نہیں ہے کہ اگر احسن کمال کو اس سے یا تم سے ذرا بھی لگاؤ ہوتا تو یوں فوراً دوسری شادی کر کے نہ بیٹھ جاتا۔ اس نے تم لوگوں کو نکالا ہی اس لئے کہ وہ پہلے سے حرافہ کے جال میں پھنسا ہوا تھا۔"

"میں جانتی ہوں آنٹی......! مما کی طرح نادان نہیں ہوں۔"

"شاباش بیٹا......! نادانی کرنا بھی نہیں اور نہ ہی کسی کے رعب میں آنا بلکہ زیادہ کسی کو لفٹ دینا ہی نہیں۔ اپنے باپ کو بھی نہیں۔ وہ تم سے محبت تو بہت جتائے گا جیسے ایک طویل عرصہ تمہارے لئے تڑپتا رہا ہے لیکن تم اس کے فریب میں نہیں آنا۔" شمینہ نے اسے متنفر کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یوں بھی وہ بہت پہلے اس کے دل میں نفرت کا بیج بو چکی تھی جو اس کے کارن اب تناور درخت بن چکا تھا۔

گو کہ ثوبیہ نے ہمیشہ شمینہ کی باتوں کی نفی کی اور اسے سمجھانے کی کوشش کرتی رہتی تھی لیکن اس کے نزدیک وہی سچ تھا جو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی جب ہی ثوبیہ کے بجائے شمینہ کا یقین کرتی کہ شمینہ آنٹی ٹھیک تو کہتی تھیں کہ اگر اس کے باپ کو اس سے یا اس کی مما سے محبت ہوتی تو انہیں گھر سے کیوں نکالتا۔

پھر اس کے جانے تک شمینہ اس کے ساتھ لگی رہی اور جہاں ثوبیہ نے کوئی بات شروع کی اس نے ٹوک دیا۔ دوپہر میں سلمان اس کا ٹکٹ لے کر آ گیا اور کھانا کھاتے ہی جلدی جلدی کا شور مچانے لگا۔ فرح اور سدرہ بھی اس کے ساتھ ایئرپورٹ جانا چاہتی تھیں لیکن سلمان نے روک دیا کہ وہ تو وہیں سے دوبارہ آفس چلا جائے گا۔

"اچھا مما......!" وہ سب سے مل کر ثوبیہ سے لپٹ گئی اور سرگوشی میں پوچھنے لگی۔

"آپ مجھ سے خفا تو نہیں ہیں ناں......؟"

"نہیں......!" ثوبیہ نے اس کی پیشانی چومی اور کوئی ان کہی لبوں تک آنے کو تھی کہ ہونٹ بھینچ کر رخ موڑ گئی۔ وہ یہی سمجھی اس کے جانے سے آزردہ ہے جب ہی جلدی آنے کا کہہ کر باہر نکل آئی تھی۔

"خوش ہو......؟" راستے میں سلمان اس سے پوچھنے لگا۔

"کس بات سے......؟" وہ اپنے کسی خیال میں تھی کہ چونک کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"بھئی......! اپنے باپ سے ملنے جا رہی ہو۔"

"ہاں......! لیکن مجھے اس سے ملنے کا کوئی شوق نہیں ہے اور نہ ہی میں اس سے مل کر خوش ہوں گی بلکہ میں اسے بتاؤں گی کہ میں اور میری ماں اس سے کتنی نفرت کرتے ہیں اور ہمارے دلوں اور ہماری زندگی میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔" اس کے اندر کا تنفر اس کی آواز اور لہجے کو زہر آلود کر رہا تھا۔ سلمان کچھ دیر تک تو خاموشی سے سنتا رہا پھر ٹوک کر بولا۔

"اپنی نفرتوں کا اظہار تو تم خط لکھ کر بھی کر سکتی تھیں جانے کی کیا ضرورت ہے......؟"

"ردِ عمل بھی تو دیکھنا چاہتی ہوں۔" وہ مسکرا کر بولی تھی۔

"خیر چھوڑو......! یہ بتاؤ کتنے دن کا پروگرام ہے......؟" سلمان نے احتیاط سے موڑ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ کہہ نہیں سکتی۔ دن، ہفتے، مہینے۔"

"بس بس......!" وہ فوراً ٹوک کر بولا۔

"اب سال مت کہہ دینا ورنہ یہیں سے واپس لے جاؤں گا۔"

"سال بھی لگ سکتا ہے۔" وہ چھیڑنے کے انداز میں ہنسی اور اس کے گھورنے پر گردن اکڑا کر بولی۔

"آخر اپنے باپ کے پاس جا رہی ہوں۔"

"کسی خوش فہمی میں مت رہو۔ وہ زیادہ عرصہ تمہیں برداشت نہیں کرے گا۔" سلمان نے بدلہ اتارا جبکہ وہ ایک دم خاموش ہو گئی اور اس وقت بھی کچھ نہیں بولی جب سلمان نے خدا حافظ کہتے ہوئے کہا تھا۔

"سنو......! اتنے بہت سارے لوگوں میں جب خود کو اجنبی اور تنہا محسوس کرو تو مجھے یاد کر لینا۔ میں اگر آیا نہیں تب بھی میری محبت کا احساس تمہیں تنہا نہیں رہنے دے گا۔"

○ ○ ○

وہ اپنا بیگ لے کر ایسی جگہ کھڑی ہو گئی جہاں باہر سے آنے والے آسانی سے اسے دیکھ سکیں کیونکہ وہ خود اپنے باپ کی صورت سے آشنا نہیں تھی جبکہ کل رات ثوبیہ نے اسے بتایا تھا کہ وہ اس کی تصویر احسن کمال کو بھیج چکی ہے جب ہی اس طرف سے بے فکر ہو کر وہ بڑے آرام سے موسموں کا موازنہ کرنے میں لگ گئی۔

لاہور میں گرمی اور حبس تھا جبکہ یہاں موسم خوشگوار تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کے بالوں کو اڑا رہے تھے اور اسے اپنا دوپٹا سنبھالنے میں بھی دشواری ہو رہی تھی۔ بیگ چھوڑ کر بالوں کو سمیٹ رہی تھی کہ قریب سے آواز سنائی دی۔

"ہیلو......! ہنی بیٹا......!" وہ جان گئی اسے ہی مخاطب کیا گیا ہے کیونکہ ثوبیہ اکثر بتاتی تھی کہ اس کے پاپا اسے ہنی کہہ کر بلاتے تھے پھر بھی متوجہ نہیں ہوئی بلکہ یکسر انجان بنی رہی۔

"ہنی......!" اب کے انہوں نے سامنے آ کر پکارا تو لمحہ بھر کو وہ ساکت ہو گئی۔ یوں لگا جیسے تپتی دھوپ کے بعد اچانک سائبانی میسر آ گئی ہو۔ کبھی کبھی خود کو بھی پتا نہیں چلتا کہ اندر کیسی کیسی خواہشیں کنڈلی مارے بیٹھی ہوتی ہیں۔ جیسے اب سامنے گھنی چھاؤں جیسے شخص کو دیکھ کر لگا کہ وہ پتا نہیں کب سے ترس رہی ہے۔

⊖ ⊖ ⊖

"میں احسن کمال ہوں۔" انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو وہ چونک کر بس اسی قدر کہہ سکی۔

"جی......!" پھر جھک کر اپنا بیگ اٹھانے لگی۔ مقصد اپنی بے اختیاری پر قابو پانا تھا۔ پتا نہیں کیا کیا سوچ کر آئی تھی۔ کچھ بھی نہ کہا گیا۔ بیگ اٹھا کر سیدھی ہوئی تو کافی حد تک سنبھل چکی تھی۔ قدرے سرد مہری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

"میں لائبہ ہوں۔ ثوبیہ کی بیٹی......!"

احسن کمال نے مسکرا کر سر ہلایا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اپنے ساتھ لگا لیا پھر اسی طرح لئے ہوئے گاڑی تک آئے۔ پہلے دروازہ کھول کر اسے بٹھایا پھر دوسری طرف سے آ کر خود بیٹھے اور پوچھنے لگے۔

"راستے میں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی......؟"

وہ جواب دینا چاہتی تھی لیکن آواز نے ساتھ نہیں دیا بلکہ اپنی بے بسی پر سخت رونا آ رہا تھا۔ آخر وہ اس شخص سے اتنی مرعوب کیوں ہو رہی ہے۔ وہ اس سے نفرت کرتی ہے شدید

نفرت، وہ خود کو باور کرنے لگی۔

"یہ وہی شخص ہے جس نے مجھے اور میری ماں کو گھر سے نکالا تھا۔ بے اماں کیا تھا اس نے ہمیں اور خود کتنے آرام سے ہے۔ میں اسے بتاؤں گی کہ اس کے بغیر ہم بھی سہولت سے زندہ ہیں۔" اندرونی انتشار کے باعث ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسا کر وہ زور سے دبا رہی تھی۔ چہرے پر بھی بے چینی کے آثار تھے۔ ہونٹ کاٹتے ہوئے انہوں نے اسے مڑ کر دیکھا اور پھر رفتار دھیمی کر کے اس کی طرف متوجہ ہو کر بولے۔

"کیا بات ہے بیٹا......! آپ ٹھیک تو ہو ناں......؟" اس نے ذرا سا سر ہلا دیا اور شیشے سے باہر دیکھتی ہوئی خود کو سرزنش کرنے لگی پھر جب گاڑی گھر کے گیٹ میں داخل ہوئی تو کبھی یہاں سے نکالے جانے کے خیال نے اس کے اندر تلخی بھر دی۔ یہاں سے وہاں تک نظریں دوڑاتے ہوئے طنز آمیز لہجے میں بولی۔

"یہ آپ کا گھر ہے......؟"

"اگر تم اسے اپنا گھر کہو اور سمجھو تو مجھے خوشی ہو گی۔" انہوں نے رسان سے کہتے ہوئے اس کی طرف کا دروازہ کھولا تو وہ پیچھے سے اپنا بیگ اٹھا کر اتر آئی اور انتظار کرنے لگی۔ جب احسن کمال اتر کر آئے تب ان کے ساتھ چل پڑی۔ روش عبور کر کے برآمدہ اور اس سے آگے گلاس وال۔ ٹیوب لائٹس کی دودھیا روشنی میں اندر کی سجاوٹ بہت دیدہ زیب لگ رہی تھی۔ اگر درمیان میں برسوں کے فاصلے حائل نہ ہوتے تو وہ بے اختیار چیخ کر خوشی کا اظہار کرتی جبکہ اب اس کے اندر دور تک سناٹا پھیل گیا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی احسن کمال نے بچوں کو پکارا۔

"سونی......! اسمیر......! کم آن بیٹا......! ہنی سے ملو......!"

"ہنی آ گئیں پاپا......!" وہ دونوں ایک ہی دروازے سے نمودار ہوئے اور اسے دیکھ کر بے پناہ خوشی کا اظہار کیا لیکن وہ چپ چاپ کھڑی رہی اور خاص طور سے ان کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوئی۔ تب وہ دونوں قدرے فاصلے پر رک کر اپنے پاپا کو دیکھنے لگے تو وہ

نظریں چرا گئے کیونکہ انہیں خود بھی امید نہیں تھی کہ وہ ایسا ہی ہو کرے گی۔

"بیٹا......! آپ کی مما کہاں ہیں......؟" انہوں نے سونی سے پوچھا اور اسی وقت صائمہ کچن سے نکل کر آئی اور اسے دیکھ کر اس نے بھی خوشی کا اظہار کیا لیکن جواب میں وہی خاموشی اور لاتعلقی۔ لحاظ، مروت، اخلاق اگر کسی ایک کا دامن بھی تھامے رکھتی تو کم از کم سلام تو ضرور کرتی۔ کچھ بھی نہیں بس ایک اچٹتی سی نظر ڈال کر اجنبی بن گئی۔ اس کے باوجود صائمہ آگے بڑھ کر آئی اور اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر پیشانی چومتے ہوئے بولی۔

"کیسی ہو بیٹا......! اور یہ تم ابھی تک یہیں کھڑی ہو......؟" پھر پلٹ کر سونی اور سمیر پر خفا ہوئی۔

"تم نے بہن کو بٹھایا نہیں۔ چلو سونی......! بہن کو کمرہ دکھاؤ۔ جاؤ بیٹا......! منہ ہاتھ دھو کر فریش ہو جاؤ میں جب تک کھانا لگواتی ہوں۔"

"سراسر دکھاوا۔" اس نے سوچا اور سونی کے ساتھ چل پڑی۔ کمرے میں داخل ہوئی تو اسے ایک دم خوشی کا احساس ہوا کیونکہ اسے آسمانی رنگ بہت پسند تھا جو یہاں ہر شے میں نمایاں نظر آ رہا تھا۔ پردے، کشن اور میچ کرتا ہوا کارپٹ قدرے گہرے رنگ میں تھا۔ بے اختیار اس کے ہونٹ غالباً کسی تعریفی جملے کے لئے وا ہوئے لیکن سونی کو دیکھ کر اس نے گہری سانس کھینچنے پر اکتفا کیا اور کچھ تھکے تھکے انداز میں بیگ بیڈ پر اچھال دیا پھر گرنے کے انداز میں بیٹھی اور جھک کر پیروں کو سینڈلوں کی قید سے آزاد کرنے لگی۔

سونی خاموشی سے اسے دیکھتی رہی اور جب وہ سیدھی ہوئی تو اشتیاق سے پوچھنے لگی۔

"آپ کو کمرہ پسند آیا......؟ میں نے اور پاپا نے مل کر اس کی سیٹنگ کی ہے۔"

وہ جواب دینے کے بجائے ادھر ادھر دیکھ کر یہ ظاہر کرنے لگی جیسے اس کی توجہ دلانے پر متوجہ ہوئی ہو پھر کندھے اچکا کر بے نیازی سے بولی۔

"ٹھیک ہے......!"

"پتا ہے پاپا کا خیال تھا آپ کو آسمانی رنگ بہت پسند ہوگا اس لئے انہوں نے اس

رنگ کو زیادہ استعمال کیا ہے۔" سونی نے شوق سے بتایا تو وہ واقعی حیران ہوئی اور پوچھے بغیر نہیں رہ سکی۔

"انہیں کیسے پتا......؟"

"پاپا بتا رہے تھے کہ جب آپ ان کی گود میں کھیلتی تھیں تو آسمان کو دیکھ کر بہت خوش ہوتی تھیں اسی لئے انہوں نے اندازہ لگایا اور دیکھ لیں پاپا کا اندازہ کتنا صحیح ہے۔"

"میں شاور لوں گی۔" وہ اس کی بات پر کوئی تبصرہ کئے بغیر اٹھ کر کھڑی ہوئی اور بیگ میں سے کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گئی اور کوئی پندرہ منٹ بعد نہا کر نکلی تو سونی موجود تھی۔ پتا نہیں جا کر دوبارہ آئی تھی یا اسی وقت سے یہیں تھی۔ اسے اس سے کوئی غرض تو نہیں تھی لیکن سوچے بغیر نہیں رہ سکی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو کر بالوں میں برش کرنے لگی۔

"آپ کے بال بہت خوبصورت ہیں۔ ثوبیہ آنٹی کی طرح۔" سونی نے تعریف کرتے ہوئے اس کی مما کا نام لیا تو وہ چونک کر اس کی طرف مڑی۔

"تمہیں کیسے پتا......؟"

"پاپا بتاتے ہیں۔" سونی نے کہا۔ اسی وقت سمیر نے ہلکی سی دستک کے بعد دروازہ کھولا اور ان دونوں کو کھانا لگنے کی اطلاع دی پھر کہنے لگا۔

"ہنی......! یہ سونی بہت باتونی ہے اب تک آپ کے سر میں درد کر چکی ہوگی۔ ہے نا......؟"

"تم سے زیادہ نہیں ہوں۔ تم تو پاگل کر دیتے ہو۔"

"ہاں......! جیسے تمہیں کر چکا ہوں۔ ہنی......! اس سے بچ کر رہیے گا یہ پاگل ہے۔"

سمیر نے سونی کا مذاق اڑایا۔ ساتھ بال بھی کھینچے تو وہ چیخ پڑی۔

"شرم تو نہیں آتی۔ میں پاپا سے تمہاری شکایت کر دوں گی۔"

"پاپا کی دھمکی فضول ہے۔" وہ کہتا ہوا بھاگ گیا۔

اس نے برش پھینک کر گیلے بالوں میں دو بل ڈال کر پشت پر کھلا چھوڑ دیا اور دوپٹہ شانوں پر پھیلاتے ہوئے سونی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ احسن کمال نے اسے اپنے برابر میں بٹھایا اور جب اس کی پلیٹ میں سالن نکالا تو پتا نہیں اسے کیا ہوا۔ ایک دم کرسی دھکیل کر کھڑی ہو گئی اور مجھے بھوک نہیں ہے، کہتی ہوئی دوبارہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

احسن کمال اپنے آپ میں بہت عجیب سا محسوس کرنے لگے۔ شاید وہ صائمہ اور بچوں کے سامنے ہرٹ ہوئے تھے لیکن صائمہ عام عورتوں کی طرح نہیں تھی۔ اس نے تو شروع سے انہیں سنبھالا تھا۔ ان کی زندگی کے گزشتہ باب کے سارے دکھ وہ ان کے ساتھ شیئر کرتی تھی پھر وہ لائبہ کے احساسات بھی سمجھ گئی تھی جب ہی کہنے لگی۔

"ڈونٹ مائنڈ احسن......! لائبہ کو یہاں ایڈجسٹ ہونے میں کچھ وقت لگے گا۔"

"ہوں......! لیکن مجھے اس کا بی ہیو سمجھ نہیں آ رہا۔" احسن ڈس ہارٹ ہو رہے تھے۔

"آپ کو اس کی فیلنگز سمجھنی چاہئیں پھر اس کا بی ہیو آپ کو عجیب نہیں لگے گا۔" صائمہ نے کہا تو احسن اس کی ذہانت کے مزید قائل ہو گئے۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" پھر سمیرا اور سونی کو دیکھ کر بولے۔

"بیٹا جی......! آپ دونوں بہنی کی کسی بات کا برا نہیں ماننا۔"

"جی پاپا......!"

"چلو اب کھانا کھاؤ......!" احسن نے سب کو کھانے کی طرف متوجہ کیا لیکن خود ان کا اب بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا کچھ کھانے کو۔ مجبوراً بچوں کا ساتھ دیا پھر صائمہ سے چائے کا کہہ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

○ ○ ○

اس نے کبھی ثوبیہ کی بات کا یقین نہیں کیا تھا جو وہ کہتی تھی کہ تمہارا باپ اچھا انسان ہے اور نہ کبھی اس نے خود سے ان کی اچھائی تصور کی تھی۔ اس کے برعکس وہ انہیں ظالم، جلاد اور

جانے کیا کیا سمجھتی تھی اور اب بھی اسے یقین تھا کہ وہ اسے دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ محبت جتا کر لہجے میں نرمی سمو کر ورنہ اگر وہ اتنے ہی اچھے ہوتے تو اس پر اور اس کی ماں پر ظلم کیوں کرتے۔

"عینا آنٹی نے ٹھیک کہا تھا کہ یہ مجھ سے محبت جتائیں گے جیسے ایک طویل عرصہ میرے لئے تڑپتے رہے ہوں لیکن میں ان کے فریب میں نہیں آؤں گی۔" وہ کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے سوچے جا رہی تھی۔ عجیب سی بے چینی و بے کلی تھی۔ گھٹن کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ تب اس نے پردے سمیٹ کر کھڑکی کھول دی۔

تازہ ہوا کے ساتھ گلابوں کی مسحور کن مہک نے کچھ دیر کو اسے سب بھلا دیا۔ ذہن پراگندہ سوچوں سے آزاد ہوا تو گھٹن کا احساس بھی کم ہو گیا۔ کتنی دیر وہ وہیں کھڑی ستاروں کی مدہم روشنی میں دور تک نظریں دوڑاتی رہی۔ معاً ثوبیہ کا خیال آیا اور بالکل غیر ارادی طور پر وہ اس کا موازنہ اس گھر کی عورت سے کرنے لگی تو فطری طور پر اپنی ماں بہت بہتر لگی اور اس عورت سے سخت رقابت محسوس ہوئی جو اس کی ماں کی جگہ لے کر یہاں سیاہ و سفید کی مالک بن بیٹھی تھی۔ اسی طرح سمیرا اور سونی سے بھی وہ شاکی ہونے لگی جن کی وجہ سے اس کے باپ کو اس کی کمی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ اس کے اندر پھر سے ابال اٹھنے لگا تھا کہ احسن کمال ہلکی سی دستک کے بعد اندر آ گئے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا وہ دودھ کا گلاس کارنر پر رکھ رہے تھے پھر سیدھے کھڑے ہوئے تو اسے دیکھ کر پوچھنے لگے۔

"کیا بات ہے بیٹا......! آپ یہاں آ کر خوش نہیں ہو......؟"

"پتا نہیں......! ابھی تو مجھے خود پتا نہیں چل رہا۔" وہ صاف گوئی سے بولی تو احسن کمال ذرا سا مسکرائے۔

"چلو آہستہ آہستہ پتا چل جائے گا۔ اب آپ ایسا کریں یہ دودھ پی لیں۔"

"نہیں......! دل نہیں چاہ رہا۔" وہ قدرے بیزاری سے کہتے ہوئے بیڈ پر جا بیٹھی اور یہ ظاہر کرنے لگی جیسے اب وہ سونا چاہتی ہے اور احسن کمال سمجھ کر بھی اس کے پاس بیٹھ گئے۔

"آپ نے کھانا بھی نہیں کھایا۔"

"مجھے بھوک نہیں تھی۔"

"بری بات...... ! جھوٹ نہیں بولتے۔" انہوں نے نرمی سے ٹوکا اور قدرے توقف کے بعد کہنے لگے۔

"میں آپ کی فیلنگز سمجھتا ہوں بیٹا...... ! لیکن حقائق کو تسلیم کر لینا ہی اچھا ہوتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ثوبیہ کی جگہ صائمہ نے لے لی ہے لیکن آپ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ میرا اور سونی کی اپنی جگہ ہے اور آپ کے بعد......"

"سوری...... ! میں یہاں کسی کی جگہ لینے نہیں آئی اور نہ اپنی جگہ بنانے۔ بس آپ سے ملنے کی خواہش تھی سو چلی آئی۔" وہ نروٹھے پن سے بولی تھی۔ اندر ہی اندر اپنے آپ سے لڑ رہی تھی کہ جانے اس شفیق لمس میں کیسا جادو تھا جو اسے تلخ ہونے سے باز رکھ رہا تھا۔

"مجھ سے ملنے کی خواہش فطری تھی یا کسی مقصد کے تحت......؟" ان کے پوچھنے پر وہ پہلے چونکی پھر سوچ کر کہنے لگی۔

"آپ اسے مقصد سمجھ لیں کہ میں اس شخص کو دیکھنا چاہتی تھی جسے اپنی تین سال کی بچی پر بھی رحم نہیں آیا۔ اس کے سر سے دست شفقت کھینچ کر یوں بے آسرا چھوڑ دیا کہ پھر اٹھارہ سال تک کبھی پلٹ کر خبر ہی نہیں لی۔" وہ بغور اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی جو اس کی بات پر تاریک ہو گیا تھا۔ تب طنز آمیز لہجے میں پوچھنے لگی۔

"آپ کو اتنے برسوں بعد میرا خیال کیسے آیا......؟"

"اتنے برسوں بعد......؟" وہ جیسے اپنے آپ سے الجھے اور آہستہ سے اپنے آپ ہی سے بولے۔

"یہ ثوبیہ بیگم کی زیادتی ہے۔"

"میری مما کا نام نہ لیں پلیز...... !" ان کی آہستہ آواز میں خود کلامی سن کر وہ چیخ کر بولی۔

"زیادتیاں آپ نے کی ہیں اور الزام مما کو دے رہے ہیں۔ وہ تو ایسی عورت ہیں کہ اب بھی آپ کو قصوروار نہیں مانتیں۔"

"پھر......؟" انہوں نے چونک کر دیکھا۔

"میرا مطلب ہے جب وہ مجھے قصوروار نہیں مانتیں تو پھر آپ......؟"

"میں مما کی طرح نادان نہیں ہوں۔" وہ فوراً بول پڑی۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ آپ نادان نہیں۔" ان کا انداز ایسا تھا جیسے روٹھے ہوئے بچے کو بہلا رہے ہوں پھر اٹھتے ہوئے بولے۔

"ابھی آپ کا موڈ ٹھیک نہیں ہے اور شاید نیند بھی آ رہی ہے لیکن بیٹا...... ! پہلے کچھ کھا لو۔ بھوکے پیٹ سونا اچھی بات نہیں ہے۔"

"نہیں...... ! بس اب سوؤں گی۔"

"اوکے...... ! دودھ ضرور پی لینا۔" انہوں نے تاکید کی پھر اس کی پیشانی چوم کر شب بخیر کہا تو وہ چپ چاپ انہیں جاتے ہوئے دیکھنے لگی۔ اس کے بعد بھی کتنی دیر تک یونہی گم صم بیٹھی رہی پھر لائٹ آف کر کے جیسے ہی تکیے پر سر رکھا پتا نہیں کیا ہوا۔ آنکھوں کے پیمانے لبریز ہو کر بے اختیار چھلک گئے تھے۔

○○○

ثوبیہ گو کہ شروع سے یہی چاہتی تھی کہ وہ احسن کمال کے پاس چلی جائے لیکن پھر اس کی بدتمیزیوں سے خائف تھی۔ بہر حال اب وہ چلی گئی تھی تو جہاں اسے ایک دم بہت زیادہ تنہائی کا احساس ہو رہا تھا وہاں یہ دھڑکا بھی لگ گیا تھا کہ جانے اپنے باپ کے گھر میں وہ کیا گل کھلائے۔ اپنے طور پر تو اس نے بہت سمجھایا تھا لیکن وہ اس کی بات کب سنتی تھی۔ وہ تو شینا کی سنتی اور مانتی تھی اور اب بھی شینا نے اسے جانے کیا کیا سکھا کر بھیجا تھا۔

"الٰہی...... ! میری لاج رکھنا۔ ورنہ اس شخص کو کتنا دکھ ہوگا کہ میں بیٹی کی صحیح تربیت بھی نہیں کر سکی اور اسے اس کے خلاف بہکا کر بھیجا ہے۔ تو جانتا ہے مالک...... ! میں نے ایسا

کچھ نہیں کیا اور نہ میں ایسا چاہتی ہوں۔" وہ عشاء کے بعد بہت عاجزی سے دعا مانگ رہی تھی۔

سلمان کمرے میں داخل ہو کر اسے پکارنا چاہتا تھا کہ اسے جائے نماز پر بیٹھے دیکھ کر رک گیا اور اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

اور جب طویل دعا کے بعد اس نے منہ پر ہاتھ پھیرے تو چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ اس نے ہاتھوں ہی سے چہرہ صاف کیا پھر جائے نماز کا کونا موڑ کر اٹھی تو سلمان کو دیکھ کر زبردستی مسکرائی۔

"کھڑے کیوں ہو بیٹا......! بیٹھو......!"

"نہیں پھپھو......! آپ نیچے چلیں۔ یہاں اکیلی کیا کریں گی۔" سلمان نے کہا تو وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں......! دیکھو ایک لائبہ ہی تو گئی ہے اور یوں لگ رہا ہے جیسے بہت سارے لوگ چلے گئے ہوں۔"

"وہ اکیلی دس کے برابر ہے۔" سلمان ہنسا تھا۔ وہ بھی ذرا سا مسکرائی پھر گہری سانس کھینچ کر بولی۔

"اللہ کرے خیر خیریت سے پہنچ گئی ہو۔"

"ارے......! کیا اس نے پہنچنے کا فون نہیں کیا......؟" سلمان نے حیرت سے پوچھا پھر اسے سخت سست کہنے لگا۔

"انتہائی بے پرواہ ہے۔ کوئی احساس ہی نہیں۔ کم از کم اسے آپ کا احساس ضرور کرنا چاہئے۔"

"بس بیٹا......! موڈی ہے۔"

"اچھا چلیں آپ نیچے چلیں۔ یہاں اکیلی پریشان ہوں گی اور اس کی بے پروائی پر کڑھتی ہی رہیں گی۔" سلمان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ساتھ لے جانا چاہا لیکن وہ

سہولت سے منع کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"نہیں بیٹا......! میں یہیں ٹھیک ہوں۔ اصل میں جگہ بدلنے سے مجھے نیند نہیں آتی اور تم فکر مت کرو میں لائبہ کی طرف سے پریشان نہیں ہوں۔ وہ جاتے ہوئے کہہ گئی تھی کہ فوراً فون نہیں کرے گی اس لئے مجھے بھی انتظار نہیں ہے۔"

"اچھا......! پھر میں سدرہ کو آپ کے پاس بھیج دیتا ہوں۔" سلمان نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہاں......! یہ ٹھیک ہے اور اماں جی کو بھی میری طرف سے اطمینان دلا دینا۔" وہ اس کا کندھا تھپک کر بولی۔

"جی بہتر......!" سلمان چلا گیا تو وہ اپنے بیڈ پر تکیہ لگا کر بیٹھ گئی اور تسبیح اٹھا لی۔ یہ اس کا معمول تھا اور روزانہ تو اس دوران لائبہ ادھر ادھر متحرک نظر آتی تھی لیکن اب جیسے ہر شے ساکن تھی۔ اس کی نظریں بھی کسی نادیدہ نقطے پر جم گئی تھیں۔ بس ہونٹ دھیرے دھیرے حرکت کر رہے تھے یا پھر ذہن میں کچھ دریچے کھل بند ہو رہے تھے اور اس میں اس کے شعور کو قطعاً دخل نہیں تھا۔ یہ تو نہیں تھا کہ وہ اپنی زندگی کے گزشتہ باب کو بند کر کے پھر کبھی نہ کھولنے کی قسم کھائے بیٹھی ہو۔ نہیں، وہی تو اصل زندگی تھی، اسے وہ کیسے بھلا سکتی تھی۔

اچانک اس کے سینے میں سے آپ ہی آپ گہری سانس خارج ہوئی تو چونک کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اس نے بے اختیار پکارا۔

"لائبہ......!" پھر اپنے آپ ہنس کر ذرا سا سر جھٹکا اور اپنے پیچھے تکیہ سیدھا کر کے ابھی لیٹی تھی کہ سدرہ آ گئی۔

"ارے پھپھو......! اتنی جلدی سو رہی ہیں......؟"

"سو نہیں رہی بیٹا......! ابھی تو لیٹی ہوں۔ آؤ میرے پاس آ جاؤ یا اگر دوسرے پلنگ پر سونا چاہو تو......" اس نے کہا تو سدرہ بولی۔

"نہیں......! میں آپ کے پاس ہی سوؤں گی لیکن پہلے ہم باتیں کریں گے، بہت

ساری باتیں۔آپ کو نیند تو نہیں آ رہی ناں......؟''

''نہیں......!''اس نے پیار سے سدرہ کی ٹھوڑی پکڑ کر ہلائی پھر پوچھنے لگی۔

''کیا باتیں کرو گی......؟''

''لائبہ کی......!اس کے جانے سے اداس تو نہیں ہو رہیں......؟''سدرہ نے اس کے برابر لیٹتے ہوئے پوچھا۔

''ہو تو رہی ہوں لیکن زیادہ نہیں۔''وہ مسکرا کر بولی۔

''کب تک رہے گی لائبہ وہاں......؟''سدرہ نے پھر پوچھا

''یہ تو اس کے موڈ پر منحصر ہے بیٹا......!اگر وہاں اس کا دل لگ گیا تو زیادہ دن رہے گی ورنہ جلدی آ جائے گی۔''پھر خود کلامی کے انداز میں دھیرے سے بولی تھی۔

''اللہ کرے اس کا دل لگ جائے۔''

''کیوں پھپھو......؟آپ ایسا کیوں چاہتی ہیں......؟''سدرہ اس کی خود کلامی سن کر کہنے لگی۔

''میں نے کبھی آپ کے منہ سے لائبہ کے پاپا کے خلاف کوئی بات نہیں سنی۔حالانکہ انہوں نے آپ پر اتنا ظلم کیا۔''

''نہیں بیٹا......!انہوں نے کوئی ظلم نہیں کیا۔''اس نے بے اختیار ٹوکا تو سدرہ بھی فوراً بولی تھی۔

''کیوں......؟آپ کو گھر سے نہیں نکالا تھا......؟''

''نہیں......!میں خود چھوڑ آئی تھی اپنی جنت کو۔اپنے نصیب پر میں نے خود ہی سیاہی مل دی۔ان کا کوئی قصور نہیں تھا۔''اس کے اندر ڈھیروں آزردگی سمٹ آئی تھی۔

''لیکن پھپھو......!سب تو یہی کہتے ہیں۔آئی مین لائبہ کے پاپا بہت بڑے ظالم......''سدرہ اور بھی جانے کیا کہنے جا رہی تھی کہ اس کے دیکھنے پر خاموش ہو گئی۔

''غلط کہتے ہیں سب،کسی کو کچھ پتا نہیں ہے اور نہ کبھی کسی نے جاننے کی کوشش کی اور

المیہ تو یہ ہے کہ میں خود بھی بہت دیر میں جان پائی کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔''وہ کھوسی گئی تھی۔

''کیا ہوا تھا پھپھو......!''سدرہ نے اس کا ہاتھ تھام کر پوچھا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

''بتائیں نا پھپھو......!''سدرہ نے اصرار کیا۔

''بس بیٹا......!جو ہونا تھا ہو گیا۔دہراؤں گی تو دکھ ہو گا۔''اس نے پیار سے سدرہ کا گال تھپکا۔

''چلو اب سو جاؤ......!''

''لائٹ آف کر دوں......؟''

''ہاں......!''

سدرہ نے اٹھ کر لائٹ آف کی پھر اس کے پاس آ کر لیٹ گئی۔

○ ○ ○

نصف سے زیادہ رات کبھی روتے،کبھی کڑھتے اور کبھی سوچتے گزری پھر پچھلے پہر جا کر آنکھ لگی تھی اس کے باوجود وہ صبح معمول کے مطابق اٹھ گئی۔نماز سے فارغ ہو کر بیٹھی تو بھوک ستانے لگی۔رات بھی کچھ نہیں کھایا تھا اور اب پیٹ بالکل خالی ہو کر دہائی دینے لگا تھا۔تب وہ کمرے سے نکل آئی اور سب کو بیدار دیکھ کر حیران ہوئی کیونکہ اس کے خیال میں یہاں گیارہ بجے سے پہلے صبح نہیں ہوتی ہو گی۔

احسن کمال گلاس وال کے قریب بیٹھے اخبار دیکھ رہے تھے۔وہیں صائمہ چائے پینے میں مصروف تھی۔سمیر اور سونی کی آوازیں لان کی طرف سے آ رہی تھیں۔اس نے واپس پلٹ جانا چاہا لیکن اسی وقت احسن کمال نے دیکھ کر اسے پکار لیا۔صائمہ بھی گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگی تھی۔وہ قریب رکی تو صائمہ نے پوچھا۔

''چائے پیو گی......؟''

"نہیں......!میں ناشتہ کروں گی۔" اس نے سارے تکلفات پل میں پس پشت ڈال دیئے۔

"اچھی بات ہے۔بیٹھو میں ابھی لے کر آتی ہوں۔" صائمہ اٹھنے لگی کہ اس نے روک دیا اور ایک طرح سے جتانے کی کوشش کی کہ میں مہمان نہیں ہوں۔ یہ میرے باپ کا گھر ہے۔شینا نے بھی تو اسے ایسا ہی کرنے کو کہا تھا اور رات وہ باپ سے الجھ رہی تھی کہ وہ یہاں اپنی جگہ بنانے نہیں آئی اور اب اس عورت پر جتا رہی تھی جیسے وہ ہمیشہ سے اس جگہ موجود ہو۔

"میں خود بنا لوں گی۔پاپا......!آپ کے لئے بھی بنا دوں......؟"

احسن کمال نے خوشگوار حیرت میں گھر کر اسے دیکھا پھر اثبات میں سر ہلایا تو وہ کچن میں آ گئی۔یہاں خانساماں موجود تھا پھر بھی اس نے خود ناشتہ بنایا اور ٹرے میں رکھ کر لے آئی۔

"آنٹی کہاں ہیں......؟" اس نے صائمہ کو موجود نہ پا کر بیٹھتے ہی پوچھا اور احسن کمال نے پتا نہیں سنا نہیں یا قصداً ان سنی کر گئے۔ٹرے دیکھتے ہوئے بولے۔

"اس کا مطلب ہے آپ کو کھانا پکانا بھی آتا ہے......؟"

"مجھے سارے کام آتے ہیں۔" وہ رات کی نسبت بہت پراعتماد نظر آ رہی تھی۔لہجہ بھی مضبوط تھا۔

"ویری گڈ......!" انہوں نے خوش ہو کر سراہا۔

"چلو اب ناشتہ کرو آپ نے رات میں بھی کچھ نہیں کھایا۔دودھ پیا تھا......؟"

"بھول گئی تھی۔" اس نے بے پروائی سے کہا اور آملیٹ کو سلائس کے درمیان رکھ کر سینڈوچ کی طرح رول کر کے ہاتھ میں لے کر کھانے لگی پھر چائے بنا کر ایک کپ ان کے آگے رکھا اور اپنا کپ لے کر چیئر کی بیک سے پشت لگا کر بڑے آرام دہ انداز میں بیٹھتے ہوئے گلاس وال سے باہر نظریں دوڑانے لگی۔رات جب وہ باہر سے آ رہی تھی تو دودھیا روشنی میں اندر کا منظر دلکش لگ رہا تھا اور اب سحر کے اجالے نے باہر ہر شے کو نکھار دیا تھا۔وہ

منظر کی دلکشی میں محو ہو کر کھوئے ہوئے لہجے میں کہہ گئی۔

"آپ کا گھر بہت خوبصورت ہے۔"

احسن کمال تصیح کرنا چاہتے تھے کہ سونی اور سمیر آ گئے۔غالباً پچھلی طرف سے لان سے بھاگتے ہوئے آ رہے تھے۔دونوں کے چہرے کھلے ہوئے گلابوں کے مانند شاداب تھے۔ انداز میں حد درجہ بے پرواہی اور چمکتی ہوئی مسکراہٹ اس بات کی غماز تھی کہ کبھی کوئی گرم ہوا چھو کر نہیں گزری۔

وہ بہت خاموشی سے دونوں کو دیکھنے لگی اور جب سونی نے پیچھے سے آ کر احسن کمال کے گلے میں بازو ڈال دیئے تب اسے اپنے اندر بے پناہ تشنگی کا احساس ہونے لگا۔اماں جی کے گھر ایسے کسی موقعے پر وہ خواہ مخواہ چیخنے چلانے لگتی تھی۔خصوصاً جب فرح اور سدرہ ماموں جی سے لاڈ کرتیں۔ماموں جی اس کی کیفیت سمجھتے تھے جب ہی فوراً اس کی طرف متوجہ ہو جاتے۔اب بھی اس کا دل چاہا زور سے چیخ کر ان چمکتے چہروں کو ہراساں کر دے۔ ایسا نہیں کر سکی تو ہاتھ میں پکڑا کپ پٹخنے کے انداز میں ٹرے میں رکھتے ہوئے بولی۔

"پاپا......!آپ کے لئے اور چائے بناؤں......؟"

"نو تھینک یو بیٹا......!" وہ پوری طرح سونی کی طرف متوجہ تھے اسے سرسری انداز میں جواب دے کر پھر سونی سے پوچھنے لگے۔

"آپ کو اسکول نہیں جانا......؟"

"پاپا......!آج چھٹی کرنے دیں۔" سونی کے ساتھ سمیر بھی منت سے بولا۔

"کیوں بیٹی......؟"

"وہ پاپا......!ہم ہنی کے ساتھ گپ شپ کریں گے ورنہ اکیلی یہ بہت بور ہوں گی۔ کیوں ہنی......؟" سونی نے بہت مان سے اسے دیکھا کہ وہ اس کی تائید کرتے ہوئے پاپا سے سفارش کرے گی لیکن وہ رکھائی سے بولی۔

"نہیں......!بالکل بور نہیں ہوں گی۔یوں بھی مجھے اکیلے رہنے کی عادت ہے۔"

سونی بری طرح ہرٹ ہوئی۔ احسن کمال نے بھی محسوس کیا اور سونی کا دل رکھنے کی خاطر اس کا گال تھپک کر بولے۔

''اوکے بیٹا......! لیکن آپ دونوں ہنی کو تنگ نہیں کریں گے۔'' اسی وقت صائمہ نے ان دونوں کو ناشتے کے لئے بلا لیا اور ان کے جانے کے بعد احسن کمال اس کی تعلیم کے بارے میں پوچھنے لگے۔

''میں نے بی ایس سی کا امتحان دیا ہے۔ ابھی رزلٹ نہیں آیا۔ کمپیوٹر کورس بھی کیا ہے۔ یہاں آنے سے پہلے ایک دو جگہ جاب کے لئے اپلائی کیا تھا اور اب ظاہر ہے واپس جا کر نئے سرے سے کوشش کروں گی۔'' اس نے اپنے بارے میں بتایا تو وہ کہنے لگے۔

''جاب کیوں......؟ پہلے ایم ایس سی کر لو۔''

''مما بھی یہی کہتی ہیں بلکہ سب ماموں جی اور سلمان بھی لیکن میں اب مزید ان پر بوجھ نہیں بننا چاہتی حالانکہ کبھی کسی نے ایسی بات نہیں کی لیکن مجھے خود احساس ہوتا ہے۔'' وہ بہت سادگی سے بتا رہی تھی ہرگز بھی کچھ جتانے کا خیال نہیں تھا۔

''آپ کسی پر بوجھ نہیں ہو بیٹا......! کیا آپ کو ثوبیہ بیگم نے نہیں بتایا کہ......'' صائمہ کے آنے سے ان کی بات ادھوری رہ گئی۔ پیچھے سمیر بھی تھا۔ آتے ہی پوچھنے لگا۔

''پاپا......! علی بھائی کب آئیں گے......؟''

''کام ہو جانے کی صورت میں آج اسے آ جانا چاہئے۔ دوسری صورت میں تین چار روز بعد آئے گا۔'' احسن کمال کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''اوکے بیٹا......! اب مجھے آفس جانا ہے۔ شام میں اگر جلدی آ گیا تو آپ کو باہر لے جاؤں گا اور سمیر بہن کو تنگ نہیں کرنا ہے۔''

''بالکل نہیں......!'' وہ شریر سا لڑکا دیکھنے میں اچھا لگ رہا تھا۔ اسے ایک نیا احساس ملا کہ یہ اس کا بھائی ہے لیکن پتا نہیں وہ کس بات سے خوفزدہ تھی کہ کسی نئے احساس کو خود پر حاوی نہیں ہونے دے رہی تھی بلکہ سراسر فریب پر محمول کر کے خود کو ان سے دور رکھنے کی

کوشش میں لگی ہوئی تھی۔

احسن کمال آفس چلے گئے تو وہ اپنے کمرے میں بند ہو گئی جیسے اب کسی سے واسطہ نہ ہو حالانکہ سونی اور سمیر نے اس کی خاطر چھٹی کی تھی لیکن اسے شینا کی بات یاد تھی کہ کسی کو زیادہ لفٹ نہیں دینا۔ بہرحال اس طرح فارغ وہ کبھی نہیں بیٹھی تھی نہ ہی زیادہ دیر چپ رہ سکتی تھی جب ہی بہت جلد اکتا گئی۔ سمجھ میں نہیں آیا کیا کرے۔

''میں اس کمرے تک محدود کیوں ہو گئی ہوں......؟ کوئی پابندی تو نہیں ہے مجھ پر......؟ میرے باپ کا گھر ہے، اپنی مرضی سے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔'' وہ اچھے انداز سے سوچ ہی نہیں سکتی تھی۔ بہرحال اسی خیال کے ساتھ ہی وہ کمرے سے نکل آئی۔ راہداری کے آخری سرے پر غالباً سمیر کا کمرہ تھا اور وہاں سے ڈیک کی آواز آ رہی تھی۔ وہ اس کی مخالف سمت لاؤنج میں آ کر ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد صائمہ ادھر سے گزری تو رک کر پوچھنے لگی۔

''دوپہر کے کھانے میں کیا پسند کرو گی......؟''

''کوئی خاص چیز نہیں۔ جو پکے گا کھا لوں گی۔''

وہ اسکرین پر سے نظریں ہٹائے بغیر بولی تو صائمہ آگے بڑھ گئی اور شاید اس نے ہی سمیر اور سونی کو بھیجا تھا جو فوراً ہی دونوں اس کے پاس آ بیٹھے اور اب وہ کسی طرح بھی بے مروتی کا مظاہرہ نہیں کر سکی۔ آخر کچھ وقت تو یہاں رہنا ہی تھا اور وہ الگ تھلگ نہیں رہ سکتی تھی۔ البتہ ایک حد قائم رکھنے سے باز نہیں رہ سکی۔ مقصد عمر میں اپنی بڑائی جتانا نہیں تھا بلکہ کچھ نخوت بھرا انداز جیسے ہماری چھوڑی ہوئی چیز تمہارے حصے میں آئی ہے۔

''ہنی......! آپ ہمیشہ کے لئے یہیں رہ جائیں۔'' سمیر نے اتنی محبت سے کہا کہ کچھ دیر تک وہ اسے دیکھتی رہی پھر بے زاری شکل بنا کر بولی۔

''نہیں بھئی......! یہاں تو میں رہ ہی نہیں سکتی۔ ابھی اتنی بور ہو گئی ہوں۔ دل چاہ رہا ہے فوراً واپس چلی جاؤں۔''

"نہیں ہنی......! اتنی جلدی جانے کی بات نہ کریں۔ پاپا کو بھی افسوس ہوگا۔ بے چارے وہ آپ کے آنے کا سن کر اتنے خوش ہوئے تھے۔" سونی نے منت سے کہا تو سمیر اس کی تائید کرتے ہوئے بولا۔

"ہم آپ کو بور نہیں ہونے دیں گے۔ علی بھائی آجائیں تو پھر ہم آپ کو خوب گھمائیں گے۔"

"یہ علی کون ہیں......؟" اس نے پوچھا۔

"علی بھائی ہمارے خالہ زاد ہیں۔ ان کی ممی ڈیڈی نہیں ہیں۔ آئی مین ان کی ڈیتھ ہو چکی ہے۔ نانا، نانی بھی نہیں ہیں اس لئے مما اور پاپا انہیں اپنے پاس لے آئے تھے۔ وہ یہیں رہتے ہیں ہمارے ساتھ۔ وہ سامنے ان کا کمرہ ہے۔" سمیر نے علی کے بارے میں تفصیل سے بتا کر اس کے کمرے کی طرف اشارہ کیا تو بند دروازے کو دیکھتے ہوئے وہ کسی طرح بھی اپنے لہجے کی ناگواری چھپا نہیں سکی۔

"کیا کرتے ہیں تمہارے علی بھائی......؟"

"وہ پاپا کے ساتھ ہوتے ہیں۔ گزشتہ سال ہی تو لندن سے ایم بی اے کر کے آئے ہیں۔"

"اچھا......!" وہ استہزائیہ ہنسی۔

"پاپا ہی نے بھیجا ہوگا انہیں......؟"

"ہاں......!" سونی بالکل نہیں سمجھی۔ اپنی کہہ گئی۔

"بہت اچھے ہیں علی بھائی۔ بہت پیار کرتے ہیں ہم سے۔"

"یہ ان کی مجبوری ہے۔" اس نے سوچا اور بنا دیکھے ہی اس شخص سے متنفر ہو گئی کیونکہ وہ اس عورت کا رشتے دار تھا جو اس کی امی کو محروم کر کے ان کی جگہ خود حکمرانی کر رہی تھی۔

○○○

شینا جب سے آئی تھی لائبہ کی طرف سے فکرمندی ظاہر کئے جا رہی تھی۔

"اتنے دن ہو گئے ہیں اسے گئے ہوئے اور فون تک نہیں کیا اس نے۔ یہ تو بہت تشویش کی بات ہے ثوبیہ......! تم اتنے آرام سے کیسے بیٹھی ہو......؟ پتا نہیں وہاں بچی پر کیا بیت رہی ہوگی......؟"

"ک......کیا بیت رہی ہوگی......؟" وہ پریشان ہو گئی کہ شینا کیسی باتیں کر رہی ہے۔

"کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ دشمنوں کے پاس گئی ہے وہ جنہوں نے اسے خیریت سے پہنچنے کا فون تک نہیں کرنے دیا۔" شینا نے اسے مزید ہولانے کی کوشش کی لیکن وہ دیر سے ہی سہی شینا کو جان چکی تھی جب ہی سکون سے بولی۔

"نہیں شینا......! لائبہ دشمنوں کے پاس نہیں اپنے باپ کے پاس گئی ہے اور جہاں تک فون نہ کرنے کی بات ہے تو وہ خود ہی بے پروا ہے۔"

"تمہارا اطمینان تمہیں لے ڈوبے گا ثوبی......! پتا نہیں کب عقل آئے گی تمہیں......؟ سلمان بیٹا......! تم ہی ذرا فون کر کے لائبہ کی خیر خیریت معلوم کر دو۔" شینا ثوبیہ کے اطمینان پر تلملا گئی تھی پھر سلمان کو مخاطب کر کے کہا تو وہ جو خاموشی سے دونوں کی باتیں سن رہا تھا چونک کر ثوبیہ کو دیکھنے لگا۔

"اسے کیا دیکھ رہے ہو......؟ میں جو کہہ رہی ہوں وہ کرو۔" شینا نے تیز لہجے میں سلمان کو ٹوکنے کے ساتھ اشارہ بھی کیا تو وہ اٹھ کر لابی میں آ گیا اور نمبر ڈائل کر کے انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد ریسیور اٹھنے کے ساتھ لڑکی کی آواز آئی تھی۔

"ہیلو......!"

"میں لاہور سے بات کر رہا ہوں۔ لائبہ سے بات کرا دیں۔" سلمان نے کہا تو دوسری طرف وہ لڑکی وہیں سے چلائی تھی۔

"ہنی......! آپ کا فون ہے۔"

"ہنی......؟" سلمان سوچ میں پڑ گیا لیکن جب لائبہ کی آواز سنائی دی تو فوراً بولا۔

"مجھے ہرگز معلوم نہیں تھا کہ تم اتنی بے مروت ہوگی۔"

"اب تو معلوم ہو گیا ناں......؟" لائبہ کے انداز میں ہمیشہ والی بے نیازی تھی۔

"ہاں......! لیکن یقین نہیں آ رہا۔ لگتا ہے تمہیں اپنے باپ کے گھر کی فضا راس آ گئی ہے۔ ویسے کیسا ہے تمہارا باپ......؟" سلمان نے پوچھا تو شاید زندگی میں پہلی بار لائبہ کو یہ انداز عجیب سا لگا تھا۔ ٹوک یوں نہیں سکتی تھی کہ اب تک خود بھی اسی انداز سے بات کرتی رہی تھی بہر حال آہستہ آواز میں بس اسی قدر کہہ سکی۔

"ٹھیک ہیں......!"

"ٹھیک ہیں......؟" وہ استہزائیہ ہنسا۔

"یعنی تم پر بھی جادو چل گیا......؟"

"شٹ اَپ......! مما کو بلاؤ۔" لائبہ نے کہا تو وہ معذرت کرتا ہوا بولا۔

"سوری......! وہ نہیں آ سکتیں کیونکہ شینا آنٹی کے ساتھ باتوں میں مصروف ہیں۔ خیر تم بتاؤ واپسی کب ہے تمہاری......؟"

"کچھ نہیں کہہ سکتی۔" ادھر سے گول مول جواب آیا۔

"کیا مطلب......؟ کوئی روک رہا ہے تمہیں یا تم خود نہیں آنا چاہ رہیں......؟" اس نے پوچھا تو ادھر پل میں اس کی خودسری عود کر آئی۔ تیکھے ہٹیلے لہجے میں کہنے لگی۔

"کون روک سکتا ہے مجھے......؟ جب میرا دل چاہے گا آؤں گی۔ میں آئی بھی اپنی مرضی سے تھی اور واپسی بھی میری مرضی سے ہوگی۔"

"اور تمہاری مرضی کیا ہے......؟" اس کا لہجہ آپ ہی آپ بدل گیا تھا جس سے وہ پگھل گئی۔

"آ جاؤں گی......!"

"جلدی آؤ......! بڑا دل اُداس ہے تمہارے بنا۔" وہ محبت سے بولا۔

"اچھا......! مما کیسی ہیں......؟" وہ غالباً نروس ہو گئی تھی جب ہی بات بدل گئی۔

"ٹھیک ہیں......!"

"پریشان تو نہیں ہو رہیں......؟"

"ظاہر تو نہیں کرتیں ہو سکتا ہے اندر سے پریشان ہوں۔ تم نے بھی تو حد کر دی۔ پہنچنے کی اطلاع تک نہیں دی۔ کم از کم انہیں تو فون کر دیتیں یا پابندی ہے......؟" اس نے ٹوکنے کے ساتھ پوچھا تو وہ شاید سمجھی نہیں۔

"پابندی......؟ کس بات کی......؟"

"فون کرنے کی......؟"

"جی نہیں......! ایسی کوئی پابندی نہیں ہے اور تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ میں ہر کام اپنی مرضی سے کرتی ہوں......؟ جب دل چاہے گا مما کو فون کر لوں گی۔ ابھی تم انہیں میرا سلام کہہ دو۔" اس کے ساتھ ہی ادھر سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

"یہ نہیں سدھرے گی۔" وہ بڑبڑایا اور ریسیور رکھ کر واپس کمرے میں آیا تو ثوبیہ بہت خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگی جبکہ شینا نے فوراً پوچھا۔

"کیا ہوا......؟ ہوئی بات......؟"

"جی آنٹی......! ٹھیک ہے وہ خیریت سے پہنچ گئی تھی۔" اس نے ثوبیہ کو دیکھ کر بتایا۔

"فون کیوں نہیں کرتی......؟ یہ نہیں پوچھا......؟" شینا جانے کیا سننا چاہتی تھی۔

"پوچھا تھا۔ کہنے لگی جب دل چاہے گا کروں گی اور ہاں آپ دونوں کو سلام کہہ رہی تھی۔"

"مجھے تو دال میں کالا لگتا ہے۔ ضرور کچھ گڑبڑ ہوگی۔ اس کا باپ سر پر کھڑا ہوگا یا وہ سوتیلی ماں۔ جب ہی بچی ڈر سے کچھ کہہ نہیں سکی۔" شینا یوں بولی جیسے اس کی سب سے بڑی ہمدرد ہو۔ بالکل اسی طرح جیسے وہ ثوبیہ سے ہمدردی جتاتی تھی۔

"بس کرو شینا......! تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔" ثوبیہ نے اندر ہی اندر جز بز ہوتے ہوئے بظاہر نرمی سے ٹوک دیا۔

"خواہ مخواہ......؟" شینا مزید تلملا کر کچھ کہنا چاہتی تھی کہ سلمان بول پڑا۔
"شینا آنٹی......! پلیز ریلیکس ہو جائیں۔ لائبہ بچی نہیں ہے اور نہ ہی کسی سے ڈرنے والی ہے۔"
"ہاں......! شکر ہے وہ ثوبیہ کی طرح نہیں ہے۔ دیکھنا سب کی ایسی کی تیسی کر کے آئے گی۔" شینا نے فوراً پینترا بدلا تھا۔
"اچھا......! میں نماز پڑھ لوں۔" ثوبیہ کو اس کی باتوں سے گھبراہٹ ہونے لگی تھی جب ہی اٹھ کر چلی گئی تو شینا آواز دبا کر سلمان سے پوچھنے لگی۔
"سنو......! واپس کب آ رہی ہے لائبہ......؟"
"پتا نہیں......! میرا مطلب ہے وہ کہہ رہی تھی ابھی کچھ دن رہوں گی۔" سلمان نے بتایا تو وہ پھر پوچھنے لگی۔
"اچھا......! تم نے کیا سوچا ہے......؟"
"کس بارے میں......؟" سلمان بالکل بھی نہیں سمجھا تھا۔
"شادی......! میں تمہاری شادی کی بات کر رہی ہوں۔" شینا نے کہا تو وہ ایک دم اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے پاس آ بیٹھا اور اس کے گلے میں بازو ڈال کر بولا۔
"شینا آنٹی......! آپ امی سے کہیں ناں......!"
"کیا کہوں......؟" شینا بغور اسے دیکھنے لگی۔
"یہی کہ میں لائبہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" سلمان نے قدرے جھجکتے ہوئے کہا۔
"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" شینا نے بے اختیار خوشی کا اظہار کیا پھر رازداری سے پوچھنے لگی۔
"کیوں......؟ تمہاری امی کیا کہتی ہیں......؟ انہیں کیا لائبہ پسند نہیں ہے......؟"
"پسند ناپسند کا تو مجھے نہیں پتا بس وہ کہتی ہیں لائبہ سر پھری ہے اور ضدی بھی۔" سلمان نے بتایا تو وہ سر جھٹک کر بولی۔

"شادی کے بعد ٹھیک ہو جائے گی۔"
"میں بھی یہی کہتا ہوں لیکن امی......"
"تمہاری ماں سے میں بات کروں گی۔ بس تم پیچھے مت ہٹنا۔" شینا کا ذہن پھر کوئی نئی تحریک سوچنے لگا تھا۔
"آپ امی کو منا لیں گی ناں......؟" وہ بڑی آس سے پوچھ رہا تھا اور شینا کا سر اثبات میں ہلنے لگا جبکہ آنکھوں کی پتلیاں سکڑ گئی تھیں۔

○ ○ ○

وہ اب بور ہونے لگی تھی کیونکہ احسن آفس چلے جاتے۔ سونی اور سمیر کالج اور صائمہ سے وہ سرے سے بات ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اب ظاہر ہے صائمہ نادان نہیں تھی۔ اس کے پاس آ کر بیٹھتی ضرور لیکن جہاں اس کے چہرے پر بیزاری دیکھتی اٹھ جاتی۔ اس وقت صائمہ کہیں جا رہی تھی۔ اس کی تنہائی کے خیال سے اسے بھی ساتھ چلنے کو کہا لیکن اس نے صاف منع کر دیا تب وہ جلدی آنے کا کہہ کر چلی گئی اور اس کے جاتے ہی اسے ایک دم تنہائی کا احساس ہوا گو کہ کچن میں خانساماں اور گیٹ پر چوکیدار موجود تھا پھر بھی ڈر لگنے لگا۔ پہلے اس نے سوچا کہ اپنے کمرے میں بند ہو کر بیٹھ جائے لیکن پھر اپنی سوچ کی نفی کرتے ہوئے لاؤنج میں آ گئی اور اونچی آواز میں ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی۔ مقصد ٹی وی دیکھنا نہیں تھا محض اطراف میں سناٹے کو توڑنا چاہتی تھی جب ہی انتہائی بور پروگرام ہونے کے باوجود بیٹھی رہی اور آواز بھی آہستہ نہیں کی۔

معاً اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو فوراً پلٹ کر دیکھا کندھے پر بیگ، ہاتھ میں بریف کیس۔ وہ سمجھ گئی صائمہ کا رشتہ دار ہے جب ہی فوراً پہلے والی پوزیشن میں ہو گئی۔ تب وہ آگے بڑھ کر آیا اور پہلے ٹی وی کی آواز آہستہ کی پھر اس کی طرف متوجہ ہوا۔
"آپ......؟"
"آواز تیز کریں......!" وہ اس کی سوالیہ نظریں یکسر نظر انداز کر کے حکمیہ لہجے میں

یوں بولی جیسے وہ اس کے باپ کا نوکر ہو۔

''آپ اونچا سنتی ہیں......؟'' وہ حیران ہوا۔

''آواز تیز کریں......!'' اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

''لیکن آپ ہیں کون......؟'' جانے متانت اس کا خاصہ تھی یا وہ ضبط کر رہا تھا۔

''یہ پوچھنے والے آپ کون ہیں......؟ اور اس طرح بغیر اجازت میرے گھر میں کیسے آئے......؟'' وہ تیز ہو کر بولی تو اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار نمودار ہوئے۔ بولا کچھ نہیں۔

''میں لائبہ ہوں۔ اتنا بتا دینا کافی ہے یا مزید تعارف کراؤں۔'' اس نے مزید رعونت سے کہا تو اس کی آنکھوں میں الجھن کی جگہ حیرت سمٹ آئی پھر دھیرے دھیرے نظریں اس کے پورے سراپے پر پھیلتی چلی گئیں۔ ہونٹ ذرا سے نیم وا ہوئے لیکن پھر کچھ کہے بنا ہی اپنے کمرے میں چلا گیا۔ تب وہ بڑبڑاتے ہوئے اٹھی اور ٹی وی کی آواز پہلے سے بھی زیادہ تیز کر دی۔ اب مقصد صرف سناٹا توڑنا نہیں اسے تنگ بھی کرنا تھا جس کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ اسے یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے اور بات صرف رہنے کی نہیں تھی سونی اور سمیر کی باتوں سے اس نے اندازہ لگایا تھا کہ احسن کمال نے اپنا زیادہ تر بزنس اس کی نگرانی میں دے دیا تھا اور یہ بات اسے سخت ناگوار گزر رہی تھی۔

گو کہ خود اسے کسی بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن بقول شینا آنٹی کے سب سے بڑی اولاد ہونے کے ناطے وہ سب سے زیادہ حق رکھتی ہے جبکہ وہ محروم تھی اور اس کی جگہ دوسرے کس دھڑلے سے قابض ہو گئے تھے۔

اور اس کا المیہ یہ تھا کہ اس کے دل و دماغ پر شینا آنٹی بری طرح قابض تھیں اور ان کی طرز پر سوچتے ہوئے وہ ہمیشہ ایک ان دیکھی آگ میں جلتی رہی تھی۔ بس نہیں چلتا تھا کہ اپنے ساتھ ساتھ سب کو جلا کر راکھ کر دے۔ بہر حال ٹی وی کی آواز بہت اونچی تھی خود اسے اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہونے لگے تھے لیکن محض ضد میں صائمہ کا رشتہ

دار ابھی کہیں دور سے آیا ہے تھکا ہوا بھی لگ رہا تھا اور وہ اسے آرام نہیں کرنے دینا چاہتی تھی اس لئے آواز دھیمی کرنے کے بجائے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ یہ صورت حال واقعی مضحکہ خیز تھی۔

کچھ دیر بعد وہ کمرے سے نکلا تو اس پر نظر پڑتے ہی بے ساختہ ہنسا۔ جسے روکنے کی خاطر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا اور اس کی تیز نظروں سے بچتا ہوا لاؤنج سے نکل گیا۔ وہ یہی سمجھی پریشان ہو کر بھاگا ہے اور اسے پریشان کر کے ابھی خوش ہو رہی تھی کہ وہ چائے لے کر آ گیا اور اب آواز دھیمی کرنے کے بجائے ٹی وی ہی بند کر دیا تو چیختی چنگھاڑتی آوازوں کے بند ہوتے ہی اس نے بالکل غیر ارادی طور پر آنکھیں بند کر کے یوں سکون کا سانس لیا جیسے یہ کارستانی کسی اور کی ہو۔

''خود کو اذیت دینے کا یہ طریقہ میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔'' وہ بائیں طرف صوفے پر اطمینان سے بیٹھتے ہوئے بولا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا......؟'' اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں تو وہ ذرا سا کندھے اچکا کر چائے پینے لگا۔

''پاپا نے بھی پتا نہیں کیسے کیسے لوگ پال رکھے ہیں......؟ جس کا دل چاہتا ہے منہ اٹھائے چلا آتا ہے۔'' وہ تپ کر کہتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

اور وہ ایک دم سناٹے میں آ کر اس کے پیچھے دیکھ رہا تھا۔ یقیناً اس کے احساسات پر کاری ضرب پڑی تھی۔ اس کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو وہ لپک کر اس کی گردن دبوچ لیتا لیکن وہ لائبہ تھی۔ اس شخص کی بیٹی جس نے اس وقت اسے اپنی شفقتوں کے سائے میں لیا تھا جب وقت کے بے رحم ہاتھوں نے اسے بالکل تنہا کر دیا تھا۔ نہ پیروں تلے زمین رہی تھی نہ سر پر سائبان جب کہ دھوپ کڑی تھی۔

پھر دوپہر کے کھانے کی ٹیبل پر وہ نہیں آئی تو بجائے شکر کرنے کے وہ اپنے آپ میں نادم ہونے لگا کہ شاید اس کی وجہ سے نہیں آئی۔

"میں اپنے کمرے میں چلا جاتا ہوں آنٹی......! آپ لائبہ کو بلا لیں۔" وہ اٹھنے لگا تو صائمہ نے روک دیا۔

"وہ پردہ نہیں کرتی۔"

"پھر بھی شاید میری وجہ سے نہیں آرہی۔"

"نہیں علی بھائی......! ہنی کو بھوک نہیں ہوگی۔ کھانے کا موڈ نہیں ہوگا۔ پتا ہے وہ بہت موڈی ہیں۔" سونی نے اسے روکتے ہوئے کہا تو سمیر اس کی تائید کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ ہنی سے مل کر دیکھئے گا۔ یوں تو بہت اچھی ہیں لیکن کسی وقت پتا نہیں انہیں کیا ہو جاتا ہے۔ خواہ مخواہ الجھنے لگتی ہیں اور مجھے لگتا ہے مما کو بھی ہرٹ کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔"

"سمیر......!" صائمہ نے فوراً ٹوکا۔

"کھانا کھاؤ اور بیکار باتیں کرنے سے پرہیز کیا کرو۔"

"جی......!" سمیر سعادت مندی کا مظاہرہ کرتا ہوا اپنی پلیٹ پر جھک گیا تو علی کی نظریں بے اختیار اس بند دروازے کی طرف اٹھ گئیں جس کے اس طرف وہ پتا نہیں کیا کر رہی تھی۔

○ ○ ○

شام میں وہ احسن کمال کی آفس سے آمد کا یقین کر کے کمرے سے نکل کر آئی لیکن ان کے برابر علی کو بیٹھے دیکھ کر قصداً فاصلے پر ہی رک گئی۔

"آؤ بیٹا......!" اسے دیکھتے ہی احسن نے بلایا تو وہ قریب جا کر بولی۔

"میں بہت بور ہوگئی ہوں پاپا......! اب واپس جاؤں گی۔"

"اتنی جلدی......؟" احسن نے حیرت سے کہا جب کہ باقی سب بھی اسی انداز سے دیکھنے لگے تھے۔

"میں مما سے کہہ کر آئی تھی کہ میں جلدی آجاؤں گی۔" وہ دزدیدہ نظروں سے صائمہ کو دیکھ کر بولی اور شاید اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ فاؤل کھیل رہی ہے۔

"تو کیا تمہاری مما خفا ہوں گی......؟ میرا مطلب ہے اگر تم کچھ دن اور یہاں رہو گی تو......؟" صائمہ نے پوچھا تو وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی اور ابھی جواب سوچ رہی تھی کہ احسن نے یقین سے کہہ دیا۔

"نہیں......! وہ خفا نہیں ہوں گی۔"

وہ اندر ہی اندر خجالت محسوس کرنے لگی اور حقیقتاً اس وقت سب کے درمیان وہ خود کو بہت تنہا لگی۔ سب سے الگ تھلگ اور اس کی ذمہ دار وہ خود تھی کہ ڈھیر ساری محبتوں کے سامنے کدورتیں لئے کھڑی تھی۔

"پاپا......! آپ سمجھ نہیں رہے۔ اصل میں ہنی بور ہو رہی ہیں۔ آپ انہیں کہیں گھمانے بھی تو نہیں لے گئے۔" سونی اس سے چھوٹی ہونے کے باوجود اسے بہلانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"یہی بات ہے......! چلیں پاپا......! ابھی چلتے ہیں۔" سمیر بھی پر جوش انداز میں بولا۔

"ایسا کرو آپ اپنے علی بھائی کے ساتھ چلے جاؤ۔ کیوں علی بیٹا......! لے جاؤ گے انہیں......؟" احسن کا بات کرنے کا اپنا انداز تھا اور سب کے ساتھ ایک جیسا اور ابھی "جی" علی کے ہونٹوں میں تھا کہ وہ بولی۔

"سوری پاپا......! میرا کہیں جانے کا موڈ نہیں ہے۔" اس کے ساتھ ہی سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی ٹیرس پر آگئی۔

دھیرے دھیرے شام ڈھل رہی تھی اور ایسے میں کبھی وہ خود کو تنہا محسوس کرتی تو یونہی کسی ذرا سی بات کو بنیاد بنا کر زور زور سے چیخنے لگتی تھی۔ یہ اس کی شروع سے عادت تھی۔ پہلے پہل سب اس کے گرد جمع ہو جاتے۔ ثوبیہ پریشان، مامی جی ہراساں، فرح، سدرہ پنکھا جھلنے لگتیں اور اماں جی آغوش میں سمیٹ کر پوچھے جاتیں کہ کیا ہوا ہے۔ کتنی دیر وہ کچھ نہیں بولتی تھی بس روئے جاتی اور جب تھک جاتی تو پلکیں موند کر سو جاتی۔ بعد میں سب پوچھتے کہ

کیا ہوا تھا اور وہ بھی ٹھیک طرح سے نہیں بتا سکتی۔ پھر رفتہ رفتہ سب عادی ہو گئے۔ وہ چیختی، چلاتی، روتی اور سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے۔ اکیلی ثوبیہ پریشان ہوتی رہتی۔ مامی جی تنگ آ کر کہتی تھیں۔

"اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، خود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔"

اور اب بھی اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ چیخ چیخ کر اس گھر کا سکون درہم برہم کر دے۔ ان چمکتے روشن چہروں سے آسودگی اور خوشیوں کے سارے رنگ نوچ پھینکے۔ آخر یہ سب اتنے مگن کیوں ہیں۔ وہ ان دیکھی آگ ان کے سینوں میں کیوں نہیں دہکتی جو ہر پل اسے جلائے رکھتی ہے۔

غالباً وہ اپنے حصار سے نکلنے کو تیار نہیں تھی جب ہی خوشیوں سے منہ موڑ لیتی ورنہ سارے رنگ ڈھیروں محبتوں کے ساتھ اس کے منتظر تھے یا شاید اسے محبتوں کی پہچان ہی نہیں تھی۔ کتنی دیر گزر گئی۔ شام رخصت ہو چکی تھی۔ رات کی سیاہی نے اپنے پر پھیلا دیئے اور وہ ابھی تک خود کو سب سے الگ کیے کھڑی تھی معاً اسے اپنے اندر سرگوشی سنائی دی۔

"سنو......! اتنے بہت سارے لوگوں میں جب خود کو تنہا اور اجنبی محسوس کرو تو مجھے یاد کر لینا میں اگر آیا نہیں تب بھی میری محبت کا احساس تمہیں تنہا نہیں رہنے دے گا۔"

"سلمان......!" ہونٹوں کی بے آواز جنبش ہوئی اور وہ اسے سوچنے لگی۔ دل کا بوجھل پن دھیرے دھیرے رخصت ہونے لگا اور ابھی تنہائی کو اس کی محبت سے مہکایا ہی تھا کہ سونی کی آواز نے چونکا دیا۔ وہ آخری سیڑھی پر کھڑی کہہ رہی تھی۔

"ہنی......! آپ کا فون ہے۔" اسے فوراً ثوبیہ کا خیال آیا اور بھاگتے ہوئے نیچے آئی۔ فون احسن کے قریب ہی رکھا ہوا تھا اور اس وقت ان کے پاس صرف علی موجود تھا۔ غالباً دونوں بزنس سے متعلق باتیں کر رہے تھے بہرحال اس نے توجہ نہیں دی اور جھپٹنے کے انداز میں ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"میں تمہیں بہت مس کر رہا ہوں۔" اس کے ہیلو کے جواب میں سلمان کی آواز سنائی

دی تو اس نے پہلے دزدیدہ نظروں سے احسن کی طرف دیکھا اور انہیں اپنی باتوں میں مصروف پا کر بولی۔

"یقین کرو گے میں ابھی تمہیں سوچ رہی تھی......؟"

"کیا......؟"

"یہی کہ تم کتنے برے ہو۔" وہ شرارت سے بولی۔

"تم یہی سوچ سکتی ہو۔ خیر پھپھو سے بات کرو۔"

"مما......! کیسی ہیں آپ......؟" وہ ثوبیہ کی آواز سنتے ہی اطراف سے بیگانہ ہو گئی جب ہی اپنے مخصوص انداز میں بات کرنے لگی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ فکر کی کیا بات ہے......؟ اپنے باپ کے گھر میں ہوں۔ ہاں......! بور تو ہو رہی ہوں۔ کیا......؟ واپس آ جاؤں......؟ نہیں......! آخر آپ یہ کیوں چاہتی ہیں کہ میں......" اچانک احساس ہوا کہ احسن اور علی پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہیں تو روانی سے چلتی ہوئی زبان رک گئی۔ دل خوفزدہ سے انداز میں زور سے دھڑکا جیسے چوری پکڑی گئی ہو۔ تب غیر محسوس طریقے سے ان کی طرف سے رخ موڑ گئی اور جلدی جلدی الوداعی کلمات کہہ کر فون بند کر دیا اور تیز قدموں سے اپنے کمرے میں آ گئی۔

پھر کھانے کے لئے احسن خود اسے بلانے آئے اور اس خیال سے کہ وہ منع نہ کر دے پہلے دوپہر کی بابت پوچھا۔

"آپ نے دوپہر میں کھانا کیوں نہیں کھایا......؟"

"بھوک نہیں تھی۔" وہ ان کی طرف دیکھ نہ سکی۔

"یہ تو خاصی تشویش کی بات ہے کہ آپ کو اکثر بھوک نہیں لگتی۔ ڈاکٹر کو دکھانا پڑے گا۔" انہوں نے واقعی تشویش ظاہر کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو وہ سر جھکا کر ناخنوں سے کھیلتے ہوئے سوچ کر بولی۔

"تشویش کی بات نہیں ہے میرا خیال ہے تبدیلی آب و ہوا کا اثر ہے۔"

"ممکن ہے......! بہر حال اب آپ کا کیا پروگرام ہے......؟"

"بھوک بھی لگی ہے اور کھانا بھی کھاؤں گی۔"

"گڈ......! چلو سب انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ اسی طرح سر جھکائے ہوئے ان کے ساتھ چل پڑی۔

○ ○ ○

ثوبیہ نے جب سے لائبہ کا فون سنا تھا تب سے پریشان تھی کیونکہ اس پر اس کی نصیحتوں کا ذرا اثر نہیں ہوا تھا اسی طرح بدتمیزی سے بات کر رہی تھی جیسے یہاں کرتی تھی۔

"فکر کی کیا بات ہے......؟ اپنے باپ کے گھر میں ہوں۔"

ثوبیہ کی سماعتوں میں اب بھی اس کے الفاظ گونج رہے تھے اور وہ اس خیال سے لرز رہی تھی کہ اگر کسی نے سنا ہوگا تو کیا سوچے گا۔ کتنی عاجزی سے التجا کی تھی احسن کمال نے کہ اس کی بیٹی کو شینا سے دور رکھنا اور وہ اس کی اس آخری خواہش کی لاج بھی نہ رکھ سکی۔ اس میں اس کا قصور بھی نہیں تھا۔ تقدیر نے ہی اس کے خلاف محاذ بنا لیا تھا۔ جانے کس جنم میں اس سے کیا گناہ ہوا تھا جس کی سزا وہ اب تک بھگت رہی تھی۔

"یا اللہ......! اگر آسمانوں پر میرا اور احسن کمال کا سنجوگ نہیں لکھا تھا تو پھر وہ کچھ وقت کا ساتھ بھی کیوں......؟ وہ بھی نہ ہوتا......؟"

"اگر ہمیں اجنبی ہونا تھا تو سدا اجنبی رہتے۔ وہ کچھ وقت کی شناسائی کیوں......؟ وہ بھی نہ ہوتی......؟"

وہ اس تمام عرصے میں پہلی بار اپنے مقدر سے شاکی ہو رہی تھی اور خوش بھی نہیں تھی۔ آنسو ایک تواتر سے اس کے رُخساروں پر بہہ رہے تھے یوں کہ خود اسے خبر نہیں تھی۔ اسی وقت سدرہ اس کے پاس سونے آئی تو اسے روتے دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

"پھپھو......! کیا ہوا پھپھو......؟ کیوں رو رہی ہیں آپ......؟"

"میں رو رہی ہوں......؟" اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھوا تو ہتھیلیاں تر

ہو گئیں۔

"آپ کو کیا ہو جاتا ہے......؟ کبھی بیٹھے بیٹھے کھو جاتی ہیں کبھی رونے لگتی ہیں۔" سدرہ اپنے دوپٹے کے پلو سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی پھر پوچھنے لگی۔

"ابھی بتائیں کیا ہوا تھا......؟"

"کوئی ایسی بات نہیں ہوئی بیٹا......! بس وہ لائبہ کا فون سنا تو......"

"کیا کہہ رہی تھی وہ......؟" سدرہ نے فوراً پوچھا۔

"کب آ رہی ہے......؟"

"اب آ جائے تو اچھا ہے۔" ثوبیہ نے گہری سانس کے ساتھ کہا۔

"ارے......! اس دن تو آپ کہہ رہی تھیں اس کا وہیں دل لگ جائے اور اب اس کے آنے کا کہہ رہی ہیں کیوں......؟" سدرہ نے ہنستے ہوئے ٹوکا۔

"مجھے اس کی بدتمیزیوں سے ڈر لگ رہا ہے۔ امیج تو ہمارا خراب ہوگا نا بیٹا......! یہی سوچیں گے اس کے پاپا اور دوسرے لوگ کہ یہاں اس کی تربیت میں کوتاہی ہوئی ہے......؟" اس نے سدرہ کی عمر کے حساب سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں پھپھو......!" اس نے اس کی تائید کی پھر رازداری سے کہنے لگی۔

"ایک بات بتاؤں پھپھو......! جب لائبہ جا رہی تھی ناں تو شینا آنٹی نے اسے بہت بہکایا تھا۔"

"میں جانتی ہوں۔" وہ دکھ سے بولی۔

"تو آپ شینا آنٹی کو منع کیوں نہیں کرتیں......؟ پتا ہے ہمیں تو امی نے سختی سے منع کیا ہوا ہے کہ ہم شینا آنٹی کی باتوں پر دھیان نہ دیا کریں اور زیادہ ہمیں ان کے پاس بیٹھنے بھی نہیں دیتیں۔ آپ لائبہ کو سختی سے منع کریں۔" سدرہ سادگی سے بول رہی تھی۔ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"اور پتا ہے پھپھو......! ایک دن امی کہہ رہی تھیں کہ آپ کا گھر شینا آنٹی نے اجاڑا تھا۔ انہوں نے ایسا کیوں کیا پھپھو......! کیا وہ آپ کی سگی بہن نہیں ہیں......؟"

"بس بیٹا......! تم ایسی باتیں مت کرو۔" اس نے گھبرا کر سدرہ کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا پھر دھیرج سے کہنے لگی۔

"یہ سب مقدر کے کھیل ہیں بیٹا......! اگر قسمت میرا ساتھ دے رہی ہوتی تو میں خود اسٹرونگ ہو جاتی لیکن قسمت میں کیونکہ ایسا ہی ہونا لکھا تھا اس لئے میں کچھ سمجھ ہی نہیں سکی کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور بیٹا......! جب قسمت کی بات آجاتی ہے تو پھر ہم کسی کو الزام نہیں دے سکتے۔ اب میں یہی کہہ سکتی ہوں کہ میرے نصیب کی بارشیں بس اتنی ہی تھیں۔" اس کی آواز بھرا گئی۔

○○○
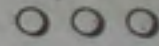
اس نے اب تک اپنا رویہ تبدیل نہیں کیا تھا۔ اپنا دل چاہتا تو سونی اور سمیر کے ساتھ دیر تک باتیں کرتی ورنہ ان کی باتوں کے جواب میں بھی خاموشی اختیار کر لیتی۔ وہ دونوں بہن بھائی نہ صرف محسوس کرتے بلکہ صائمہ سے شکایت بھی کرتے تو احسن کی طرح صائمہ بھی الٹا انہیں سمجھانے بیٹھ جاتیں۔

"کوئی بات نہیں بیٹا......! تمہیں پتا تو ہے کہ وہ موڈی لڑکی ہے۔ تمہیں اس کی کسی بات کا برا نہیں ماننا چاہئے اور پھر وہ کتنا عرصہ یہاں رہے گی۔" اس وقت بھی وہ ان دونوں کو سمجھا رہی تھی اور ادھر سے گزرتے ہوئے وہ رک کر سننے لگی۔

"تمہاری طرف سے اسے کوئی شکایت نہیں ہونی چاہئے اور نہ اسے ناراض کرنا۔"

"ہم انہیں ناراض نہیں کرنا چاہتے مما......! وہ ہمیں اچھی لگتی ہیں لیکن شاید ہم انہیں اچھے نہیں لگتے۔" سمیر نے بڑی سادگی سے اس کے بارے میں قیاس کیا۔

"ایسی بات نہیں ہے بیٹا......! اصل میں وہ پہلی بار یہاں آئی ہے۔ آہستہ آہستہ ہی مانوس ہوگی۔"

"ہونہہ......! مانوس......؟" وہ جوان کی باتیں سن رہی تھی نخوت سے سوچتے ہوئے آگے بڑھ گئی لیکن اسے یہ جان کر خوشی ہوئی تھی کہ سمیر اور سونی اس کے رویے کو محسوس کرتے ہیں ورنہ جس طرح اس کے سامنے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے تھے اس سے وہ مزید چڑتی تھی پھر صائمہ کی اس بات کو کہ "وہ کتنا عرصہ یہاں رہے گی" اس نے اپنے طرز پر سوچا اور ایک طرح سے ضد میں آ کر مزید یہاں رکنے کا فیصلہ کر لیا۔ ثوبیہ کو آگاہ کرنے کی غرض سے اسی وقت فون کرنے لگی اور ادھر سے جیسے ہی ثوبیہ کی آواز سنائی دی وہ فوراً بولی۔

"مما......! میں ابھی یہیں رہوں گی۔"

"اچھی بات ہے بیٹا......! میں خود یہی چاہتی ہوں۔" ثوبیہ نے کہا اور وہ یہیں ٹھٹک جاتی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر وہ ایسا کیوں چاہتی ہیں۔

"کیا میں آپ کو بہت تنگ کرتی ہوں جو مجھے خود سے دور کرنا چاہتی ہیں۔" اس نے الجھ کر پوچھا۔

"نہیں بیٹا......! میں کبھی تمہاری کسی بات سے تنگ نہیں آتی۔"

"پھر......؟"

"بس......! اکثر ایک وہم پریشان کرتا ہے۔ جب میں چاہتی ہوں اپنی زندگی میں تمہیں تمہارے اصل مقام پر دیکھ لوں۔"

"مما......!" وہ سچ مچ سہم گئی اور ٹوکنا چاہتی تھی کہ دوسری طرف سے شینا آنٹی کی آواز سنائی دی۔ وہ ثوبیہ پر بگڑ رہی تھیں کہ وہ کیسی باتیں کر رہی ہے۔ پھر غالباً ریسیور جھپٹ لیا اور اسے مخاطب کر کے بولی۔

"ہیلو......! لائبہ......! کیسی ہو......؟"

"ٹھیک ہوں آنٹی......! اور یہ مما......"

"پاگل ہے تمہاری ماں......! احمقوں جیسی باتیں کرتی ہے۔" شینا نے فوراً ٹوکا اور بات بدلتے ہوئے پوچھنے لگی۔

”تم سناؤ......!وہاں کوئی پریشانی تو نہیں ہے......؟“

”نہیں......!“ اس کا دھیان ثوبیہ کی طرف تھا۔

”اور وہ تمہاری سوتیلی ماں......؟“

”شینا آنٹی......!“ وہ کہنا چاہتی تھی کہ ان باتوں کو چھوڑیں مجھے میری مما کا بتائیں وہ ٹھیک تو ہیں ناں۔ لیکن پیچھے سے کسی نے کریڈل پر ہاتھ رکھ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس نے فوراً پلٹ کر دیکھا تو احسن کمال نے اس کے ہاتھ سے ریسیور لے کر رکھ دیا پھر بے حد سرد لہجے میں بولے۔

”سوری بیٹا......! میں اپنے گھر میں اس خاتون کا نام سننا پسند نہیں کرتا۔“ وہ بالکل نہیں سمجھی کہ وہ کس خاتون کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ بے حد الجھی ہوئی نظروں سے انہیں اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے دیکھنے لگی پھر اسی انداز میں بڑبڑائی۔

”کس کی بات کر رہے ہیں......؟“

”شینا کی......؟“ علی کی آواز پر وہ بری طرح چونکی پھر پیشانی پر بے شمار لکیریں کھینچ کر ترخ کر پوچھنے لگی۔

”آپ کیسے جانتے ہیں......؟“

”کسے......؟“ وہ قصداً انجان بن گیا۔

”شینا آنٹی کو......؟“

”پلیز آہستہ......! ابھی انکل ٹوک کر گئے ہیں۔ وہ یہ نام سننا پسند نہیں کرتے۔“ علی کی رسان سے کہنے پر وہ تلملا گئی اور براہِ راست اسے نشانہ بنانے سے باز نہیں آئی۔

”آپ جیسے لوگ بھی تو اس گھر میں رہتے ہیں اور پاپا آپ کو کیسے گوارا کرتے ہیں......؟“

شدتِ ضبط سے علی کا چہرہ سرخ ہو گیا، ہونٹوں کو سختی سے بھینچ کر خود کو کچھ کہنے سے باز رکھنے کی کوشش میں غالباً اسے خاصی توانائی صرف کرنی پڑ رہی تھی۔ اس کی نظروں میں تحقیر تو

مسلسل محسوس کرتا تھا اور یوں براہِ راست تذلیل وہ دوسری بار کر رہی تھی۔ بمشکل خود پر قابو پا کر وہ کہنے لگا۔

”واقعی......! حوصلہ ہے آپ کے پاپا کا۔ برداشت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور آپ کا المیہ یہ ہے کہ اس گھنی چھایا سے محروم رکھی گئیں ورنہ......“

”شٹ اَپ......!“ وہ اس کی پوری بات سنے بغیر زور سے چیخی۔

”آپ کون ہوتے ہیں میرے اور میرے بیک گراؤنڈ کے بارے میں بات کرنے والے اور آپ جانتے کیا ہیں......؟“

”وہ جو آپ نہیں جانتیں۔“ اس کی بے خبری پر علی نے تاسف کا اظہار کیا۔

”اپنی غلط فہمی اور خوش فہمی دونوں دور کر لیں علی......! میں جانتی ہوں یہاں تک کہ آپ کے مقاصد سے بھی باخبر ہوں۔ پاپا کو مجھ سے اور میری مما سے اور ان کے گھر والوں سے بدظن کر کے آپ سمجھتے ہیں کہ......“

”لائبہ......! پلیز......!“ وہ اسے ٹوک کر بولا۔

”میں آپ کی گالیاں سن سکتا ہوں لیکن اس قسم کے واہیات الزام لگانے کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا۔“

”آپ......!“ مٹھیاں بھینچتے ہوئے وہ کوئی گھناؤنی بات کہنے جا رہی تھی کہ اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے احسن کمال نے اسے وہیں سے پکار لیا۔

”ہنی......! یہاں آؤ بیٹا......!“ وہ ان کی طرف مڑنے سے پہلے آواز دبا کر اس سے بولی۔

”نفرت ہے مجھے آپ جیسے سازشیوں سے۔“ پھر فوراً احسن کمال کی طرف گھوم گئی۔

”جی پاپا......!“

”میرے ساتھ آؤ......!“ وہ وہیں سے برآمدے میں نکل گئے تو وہ کچھ الجھتے ہوئے ان کے پیچھے چلی آئی۔ انہوں نے ڈرائیور سے گاڑی نکالنے کو کہا اور اسے لے کر باہر آ گئے۔

"کہاں جا رہے ہیں پاپا......!" اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بس......! ذرا آؤٹنگ تاکہ تمہارا موڈ ٹھیک ہو۔" پھر بظاہر سرسری انداز میں پوچھنے لگے۔

"علی سے کیوں الجھ رہی تھیں......؟"

"ٹھیک کو بیج بیٹا......! میں اس انداز میں گفتگو پسند نہیں کرتا۔" ان کے ٹوکنے پر وہ بجائے شرمندہ ہونے کے منہ پھلا کر بولی۔

"پھر تو مجھے خاموش ہی رہنا چاہئے۔"

"میں نے آپ کو غلط نہیں ٹوکا۔ آپ بتائیں کیا یہ طرزِ گفتگو مناسب ہے جس طرح آپ علی پر چیخ چلا رہی تھیں۔ اگر آپ کا مقصد مجھے یعنی اپنے باپ کو رسوا کرنا ہے تو بیٹا......! اس کے لئے آپ کو کوئی اور طریقہ اختیار کرنا پڑے گا کیونکہ سب جانتے ہیں کہ آپ میری سائے میں نہیں بلکہ اپنی ماں کی گود میں پروان چڑھی ہیں۔"

وہ ایک دم سناٹے میں آ کر انہیں دیکھنے لگی اور وہ ایک نظر اس پر ڈال کر پھر کہنے لگے۔

"آپ کے ہر اچھے برے عمل کا ذمہ دار آپ کی مما کو ٹھہرایا جائے گا اور ایسے حالات میں تو آپ کو محتاط رہنے کی ضرورت ہے یا آپ کو کسی کی پرواہ نہیں۔ اپنی مما کی بھی نہیں۔"

وہ ایک لفظ نہیں بول سکی تب وہ سمجھاتے ہوئے کہنے لگے۔

"بے شک میری پروا نہ کرو لیکن آپ کو اپنی مما کا خیال ضرور کرنا چاہئے۔ وہ ایک کمزور عورت ہے۔ کم از کم اتنا خیال کرلو کہ انہوں نے محض آپ کی خاطر خود پر سارے دروازے بند کر لئے ورنہ راستے تو بہت تھے۔ چاہتیں تو بڑے آرام سے نئی زندگی شروع کر سکتی تھیں۔"

اس کی آنکھوں میں ڈھیر سارا پانی جمع ہو گیا اور یہ روکنے کی کوشش ہی تھی کہ وقفے وقفے سے قطرے پلکوں پر ٹھہرتے اور بنا چہرے پر کوئی نشان چھوڑے کپڑوں میں جذب ہو جاتے۔

"میں جانتا ہوں آپ اچھی ماں کی اچھی بیٹی ہیں جبکہ دنیا کے سامنے آپ کو اپنے عمل سے ثابت کرنا ہے۔ میری بات سمجھ رہی ہیں ناں بیٹا......!" بات کے اختتام پر انہوں نے

اسے دیکھا اور اس کی لبالب بھری آنکھیں دیکھ کر فوراً گاڑی سائڈ میں روک دی اور اس کے گرد ایک بازو کا حلقہ بنایا ہی تھا کہ وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"روؤ نہیں بیٹا......! مجھے بتاؤ کیا چاہتی ہو......؟" وہ آہستہ آہستہ اس کا کندھا تھپکتے ہوئے بولے تو وہ اپنے کندھے سے ان کا ہاتھ ہٹا کر سیدھی ہو بیٹھی اور ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑنے لگی۔ احسن کمال کچھ دیر تک اسے دیکھتے رہے پھر اسے بولنے پر آمادہ نہ پا کر دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کی اور خاموشی سے ڈرائیو کرنے لگے۔

○ ○ ○

سلمان کو اب احساس ہو رہا تھا کہ وہ لڑکی لائبہ احسن کمال اس کے لئے کتنی اہم تھی۔ شاید اس لئے کہ اب وہ یہاں نہیں تھی اور اسے گئے ہوئے ایک مہینے سے بھی زیادہ ہو گیا تھا۔ حقیقتاً اب اس کے لئے نا صرف گھر ہی نہیں سارا جہاں سونا سونا لگنے لگا تھا اور پتا نہیں ثوبیہ پھپھو کیسے اتنے اطمینان سے تھیں۔ وہ جب بھی ان سے اس کے بارے میں پوچھتا کہ وہ کب آئے گی تو ثوبیہ ایک ہی جواب دیتی۔ جب اس کا دل چاہے گا آ جائے گی۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ اپنی من مانی کرتی تھی لیکن ثوبیہ کا اطمینان اسے بری طرح کھلتا تھا۔

بہر حال اس وقت وہ اسے بہت یاد آ رہی تھی اور اسی قدر اس پر غصہ بھی آ رہا تھا کہ وہ کیوں وہاں جا کر بیٹھ رہی ہے اور واپس کیوں نہیں آ جاتی۔ کتنی دیر وہ اس پر جھنجھلاتا رہا پھر سیڑھیاں پھلانگتا ہوا ثوبیہ کے پاس آ گیا۔

"پھپھو......! بس اب لائبہ کو واپس بلا لیں۔" اس نے آتے ہی کہا تو ثوبیہ کچھ حیران ہو کر بولی۔

"کیوں بیٹا......!" وہ اب ٹپٹایا تھا۔ بمشکل بات بنا سکا۔

"وہ اماں جی بہت یاد کر رہی ہیں اسے اور کیا آپ کو اس کی یاد نہیں آتی......؟"

"آتی ہے۔" ثوبیہ نے ابھی اسی قدر کہا تھا کہ وہ بے صبری سے بولا۔

"تو پھر بلائیں نا اسے۔" پھر اس کے پاس بیٹھ کر دھیرج سے کہنے لگا۔

”پھپھو......! پلیز اسے اس کی مرضی پر مت چھوڑیں کہ جب اس کا دل چاہے گا آئے گی۔ وہ ابھی اتنی بڑی نہیں ہوئی کہ سارے فیصلے خود کرنے لگے۔ اس کے لئے کیا اچھا ہے کیا برا۔ یہ آپ کو سوچنا ہے اور اسے سمجھانا بھی ہے۔“

ثوبیہ بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھے گئی۔ اچانک کتنا بڑا بڑا لگنے لگا تھا اور کوئی ایسی بات بھی تھی جو وہ برملا نہیں کہہ پا رہا تھا۔

”پھپھو......!“ وہ چونکی۔

”کچھ نہیں......!“ پھر کہا۔

”میں فون کروں لائبہ کو......؟“ اس کے لہجے میں جانے کیا تھا کہ ثوبیہ منع نہیں کر سکی۔

”ضرور کرو......!“

”میں اس سے کہوں گا کہ آپ اسے بہت مس کر رہی ہیں۔ اداس ہو گئی ہیں اس کے بغیر اور فوراً واپس آنے کو کہہ رہی ہیں۔“ وہ جلدی جلدی بولتا ہوا اٹھ کر لابی میں آ گیا اور ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”ہیلو......!“ چند لمحوں بعد ادھر سے مردانہ آواز ابھری تھی۔ قدرے بھاری اور نرم۔

”مجھے لائبہ سے بات کرنی ہے۔“ وہ سنبھل کر بولا تھا۔

”وہ تو اس وقت گھر پر نہیں ہیں۔“ ادھر سے ”آپ کون“ کا سوال اٹھائے بغیر جواب آیا۔ پھر بھی وہ پوچھ گیا۔

”کہاں گئی ہیں......؟“

”آئی ڈونٹ نو......!“ ادھر سے لاعلمی ظاہر کی گئی۔

”کیا مطلب......؟ یعنی وہ کہیں گئی ہے اور گھر میں کسی کو پتا نہیں ہے......؟“ وہ ایک دم تیز ہو کر بولا۔

”وہ اکیلی نہیں گئیں، اپنے پاپا کے ساتھ گئی ہیں۔“ دوسری طرف سے بڑی متانت سے کہا گیا۔

”اوہ......!“ وہ جیسے اپنے لہجے پر نادم ہوا پھر پوچھنے لگا۔

”کب تک آ جائے گی......؟“

”آپ کو اگر کوئی ضروری کام ہے تو بتا دیں میں انکل کے سیل پر فون کر کے بات ان تک پہنچا دیتا ہوں۔“ ادھر سے نرمی سے کہا گیا تو وہ چند لمحے رک کر پوچھنے لگا۔

”آپ کون ہیں......؟“

”علی......!“ مختصر جواب آیا۔

”میں سلمان ہوں لائبہ کا کزن۔ بتا دیجئے گا اسے۔“ اس نے کہہ کر فون بند کر دیا لیکن اس کا ذہن الجھ گیا۔

”یہ علی کون ہے......؟ اور لائبہ اپنے پاپا کے ساتھ......؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اپنے باپ کی ظاہری شان و شوکت سے متاثر ہو کر ہم سب کو بھول گئی ہو......؟“

”نہیں......! وہ ایسی نہیں ہے۔ وہ نفرت کرتی ہے اپنے باپ سے اور اس کا باپ خواہ زندگی کی ہر آسائش اس کے سامنے لا رکھے وہ ٹھوکر مار آئے گی۔ یہی کرے گی وہ۔“ وہ خود کو تسلی دے رہا تھا کہ ثوبیہ کی آواز آئی۔ وہ اسے پکار رہی تھی۔

”سلمان......!“

”جی پھپھو......!“

”بات ہو گئی لائبہ سے......؟“ ثوبیہ نے سیدھے سادے انداز میں پوچھا تھا۔

”نہیں پھپھو......! وہ گھر پر نہیں ہے۔“ اس نے بتایا تو ثوبیہ خاموش ہو رہی جب کہ وہ منتظر کھڑا تھا کہ ثوبیہ پوچھے گی کہ وہ کہاں گئی ہے، کس کے ساتھ گئی ہے اور جب ایسا کوئی سوال نہیں اٹھا تو وہ بے اختیار جھنجھلایا تھا۔

”پھپھو......! آپ کو لائبہ کی کوئی فکر نہیں ہے۔“

ثوبیہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

⊖ ⊖ ⊖

"برامت مانیے گا پھپھو......! میں غلط نہیں کہہ رہا۔ وہ پہلی بار کہیں گئی ہے اور آپ نے اسے اس کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔ اب پلیز یہ مت کہہ دیجئے گا کہ وہ اپنے باپ کے پاس ہے۔" سلمان حد درجہ شاکی ہو رہا تھا۔

"تو اس میں غلط کیا ہے......؟" ثوبیہ نے نرمی سے ٹوکا۔

"غلط یہ ہے کہ آپ اس کے باپ پر کچھ زیادہ بھروسہ کر رہی ہیں اور یہ بھی بھول گئی ہیں کہ اس نے لائبہ کو خوشی سے یا آرام سے آپ کے حوالے نہیں کیا تھا۔ کیس لڑ کے جیتی تھیں آپ اور اب جیتی ہوئی بازی ہارنا چاہتی ہیں......؟ وہ بھی جان بوجھ کر......؟ کیوں......؟" سلمان کا اس انداز سے بولنا اسے سخت ناگوار گزرا تھا یعنی اب بچے بھی اس کا محاسبہ کرنے والے ہو گئے تھے۔

"سلمان......!" وہ بہت ضبط سے گویا ہوئی۔

"مجھے تمہاری باتوں سے دکھ ہوا ہے۔ کیا اتنے بڑے ہو گئے ہو تم کہ مجھے میری غلطیوں کا احساس دلاؤ......؟"

"سوری پھپھو......! میں...... میرا یہ مطلب......" سلمان بوکھلا گیا تھا۔

"میری بات سنو......! لائبہ میری بیٹی ہے۔ مجھے اس پر پورا بھروسہ ہے اس لئے میں اتنے اطمینان سے ہوں کہ اسے کوئی میرے خلاف نہیں بہکا سکتا۔ اس کا باپ بھی نہیں۔" ثوبیہ نے باور کرا کے بات ختم کر دی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے مزید کچھ کہے گی نہ سنے گی۔ اور سلمان پہلی بار اس کا یہ انداز دیکھ رہا تھا۔ خائف بھی ہوا لیکن زیادہ خوش تھا جب ہی مسکراتا ہوا جا رہا تھا۔

○ ○ ○

احسن کمال نے طارق روڈ سے اسے ڈھیروں شاپنگ کرائی۔ اس دوران مسلسل ادھر ادھر کی ہلکی پھلکی باتیں کر کے اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کرتے رہے لیکن اس کا ذہن ایک ہی بات میں الجھا تھا اور وہ خود کو نارمل کرنے کی کوشش میں مصروف تھی تاکہ ان سے پوچھ سکے کہ جب میری ماں اچھی عورت تھی تو پھر اسے کیوں چھوڑا۔

"بس کریں ڈیڈی......! میں تھک گئی ہوں۔" وہ پھر کسی دکان میں داخل ہو رہے تھے کہ وہ انہیں روک کر عاجزی سے بولی اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دیکھنے لگی جن میں مزید کچھ اٹھانے کی گنجائش تھی نہ سکت۔ یہی حال احسن کمال کا تھا تب مسکرا کر بولے۔

"اوکے......! باقی شاپنگ کل کر لیں گے۔" وہ کچھ نہیں بولی۔ واپس گاڑی تک آئی اور سارے شاپرز پچھلی نشست پر رکھ رہی تھی کہ کسی نے احسن کمال کو مخاطب کیا۔

"ہیلو احسن......! ہاؤ آر یو......؟" اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے یونہی احسن کی طرف دیکھا۔ ان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی پھر وہ اس شخص سے بولے۔

"فائن......! تھینک یو......! آپ...... آپ تو غالباً کہیں باہر تھے......؟"

"ہاں......! ابھی گزشتہ سال ہی یہاں آیا ہوں۔" ابرار نے بتایا پھر اسے دیکھ کر پوچھنے لگے۔

"یہ آپ کی بیٹی ہے......؟"

"جی ہاں......! میری بیٹی لائبہ اور بیٹا......! یہ آپ کے انکل ابرار ہیں۔" احسن کمال نے تعارف کرایا۔

"السلام علیکم......!" اس نے سلام کیا تو جواب میں ابرار اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔

"ارے......! آپ ثوبیہ کی بیٹی ہو......؟ سوری بیٹا......! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔"

اس نے گہری سانس بمشکل ہونٹوں کے اندر روکی اور باری باری دونوں کو دیکھ کر سر جھکا لیا۔ حقیقتاً اس وقت وہ بہت عجیب سا محسوس کر رہی تھی۔ غالباً پہلی بار احساس ہوا تھا کہ کوئی اسے ثوبیہ کی بیٹی کہتا ہے اور کوئی احسن کمال کی۔

"میں ثوبیہ کا کزن ہوں۔ تمہارا ماموں ہوا۔ تم بہت چھوٹی تھیں جب میں نے تمہیں دیکھا تھا پھر میں باہر چلا گیا۔ ثوبیہ کیسی ہیں......؟" ابرار نے اپنا مزید تعارف کروا کر پوچھا۔

"جی......! مما ٹھیک ہیں۔" اس نے دھیرے سے جواب دیا۔

"وہیں لاہور میں ہوتی ہیں......؟"

"جی......!"

"تم یہاں کب سے ہو......؟" ابرار جانے کیا جاننا چاہتے تھے۔

"مہینہ ہو گیا ہے شاید......؟"

"اچھا اچھا......! سمجھ گئے۔ باپ سے ملنے آئی ہو......؟" انہوں نے کہتے ہوئے جیب سے کارڈ نکالا اور اسے تھماتے ہوئے بولے۔

"جانے سے پہلے میرے پاس ضرور آنا۔"

"جی......! میں ضرور آؤں گی۔" اس نے کہتے ہوئے احسن کمال کو دیکھا۔ وہ خود کو خاصا لاتعلق ظاہر کر رہے تھے تب وہ احساس کر کے بولی۔

"چلیں ڈیڈی......!"

"چلیں......!" احسن کمال نے چونک کر اسے دیکھا پھر ابرار سے ہاتھ ملا کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ وہ بھی خدا حافظ کہہ کر بیٹھ گئی۔

کافی دیر تک احسن کمال نے کوئی بات نہیں کی اور وہ بھی بھول گئی کہ کچھ دیر پہلے وہ کس الجھن کا شکار تھی۔ پھر گھر آنے سے پہلے احسن اس سے کہنے لگے۔

"بیٹا......! میں چاہتا ہوں آپ علی سے سوری کر لو اور آئندہ بھی اس کے ساتھ اپنا رویہ ٹھیک رکھو۔"

"میں کیوں سوری کروں......؟ میں نے تو اس سے...... میرا مطلب ہے ان سے کوئی ایسی بات نہیں کی۔ وہ خود مجھ سے الجھ رہے تھے اور پہل بھی انہوں نے ہی کی تھی۔" وہ دھڑ سے علی کے سر الزام رکھ گئی۔

"نہیں بیٹا......! علی میرے سامنے بڑا ہوا ہے۔ وہ بہت سلجھا ہوا لڑکا ہے۔ کبھی اونچی آواز میں بات نہیں کرتا۔" انہوں نے ایمانداری سے علی کی طرفداری کی جس سے وہ اندر ہی اندر مزید سلگ گئی اور بے اختیار کہہ بھی گئی۔

"یہی تو المیہ ہے کہ وہ آپ کے سامنے بڑا ہوا ہے۔"

"کیا مطلب......؟" وہ نہیں سمجھے اور اس نے وضاحت نہیں کی۔ رخ موڑ کر شیشے سے باہر دیکھنے لگی تب انہوں نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔ پھر گھر آئی تو سب ٹی وی لاؤنج میں موجود تھے اور بہت خاموشی سے کوئی پروگرام دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنے کمرے میں جانے لگی لیکن احسن نے روک کر وہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر سونی سے پوچھنے لگے۔

"کوئی خاص پروگرام ہے کیا......؟"

"جی......!" سونی نے اسکرین پر سے نظر ہٹائے بغیر جواب دیا تو وہ بیٹھنے کا ارادہ ملتوی کر کے پھر اپنے کمرے میں جانے لگی کہ ایک دم علی سامنے آ گیا۔

"وہ آپ کا فون تھا، شاید سلمان نام بتا رہے تھے۔"

"ہاں سلمان......! کیا کہہ رہا تھا......؟" اس نے فوراً پوچھا۔

"کہہ رہے تھے آپ آئیں تو انہیں فون کر لیں۔" علی نے بتایا تو وہ سوچ میں پڑ گئی
کیونکہ احسن قریب کھڑے تھے اور پتا نہیں وہ پسند کریں یا نہیں۔
"جاؤ......! معلوم کرو بیٹا......! کیا بات ہے......؟" احسن نے اسے سوچتے دیکھ کر
خود ہی فون کرنے کا کہہ دیا۔
"جی......!" وہ فون کے قریب آ گئی اور نمبر ڈائل کر کے انتظار کرنے لگی۔ دوسری
طرف سلمان ہی تھا۔ اس کی آواز سنتے ہی کہنے لگا۔
"تو یہ مزے ہیں......؟ کہاں گئی تھیں......؟"
"تم نے فون کیوں کیا تھا......؟" وہ اس کی بات نظر انداز کر کے پوچھنے لگی۔
"تمہارے لئے خوشخبری ہے۔"
"خوشخبری......؟" اس نے ایک پل میں کتنی باتیں سوچ ڈالیں پھر سلمان سے بولی۔
"سنو......! جو بھی بات ہے فوراً کہہ ڈالو کیونکہ اس وقت میرا موڈ بہت خراب ہے۔
ہو سکتا ہے تمہاری بات سن کر میں واقعی خوش ہو جاؤں۔"
"تمہارا موڈ کیوں خراب ہے......؟ کسی نے کچھ کہا ہے کیا......؟" سلمان نے پوچھا
تو وہ دانت پیس کر بولی۔
"میں اس وقت کچھ نہیں بتاؤں گی۔"
"چلو میں بتاتا ہوں۔" وہ اس کی ضد سے خوب واقف تھا۔ فوراً ہتھیار ڈال دیئے۔
"سب سے پہلے میری مبارک باد لو کہ تم اے ون گریڈ سے پاس ہو گئی ہو۔"
"سچ......؟" وہ بے اختیار زور سے چیخی۔
"بالکل سچ......! اور اب تم سچ سچ بتاؤ کب آ رہی ہو......؟ بڑا جی اداس ہے۔"
سلمان نے ہمیشہ کی طرح چپکے سے دل کا دامن تھاما۔
"آ جاؤں گی......!" اس نے دھیرے سے کہہ کر ریسیور رکھ دیا اور دونوں ہاتھوں
سے چہرہ ڈھانپ لیا۔ کچھ دیر بعد کندھوں پر دباؤ محسوس ہوا تو فوراً ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ

کر سیدھی ہو گئی۔
"کیا بات ہے بیٹا......! سب ٹھیک تو ہے ناں......؟" احسن کمال نے نرمی سے پوچھا
تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"پھر تم رو کیوں رہی ہو......؟" صائمہ نے آگے آ کر اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے لیا تو
اس نے دیکھا سب اس کے لئے پریشان اور سوالیہ نشان بنے کھڑے تھے۔
"یہ سب کیا سننا چاہتے ہیں......؟" وہ سوچنے میں لگ گئی۔
"بتاؤ بیٹا......! کیا بات ہے......؟ کیا کہہ رہا تھا سلمان......؟" احسن نے اندیشوں
میں گھر کر اس کے کندھے کو زور سے ہلایا تب وہ چونک کر بولی۔
"کچھ نہیں ڈیڈی......! سلمان میرے رزلٹ کا بتا رہا تھا۔"
"تو کیا آپ فیل ہو گئی ہیں......؟" سمیر نے فوراً تاسف بھرے انداز میں کہا۔
"نہیں......! میں کبھی فیل نہیں ہوئی۔ اب بھی فرسٹ ڈویژن آئی ہے۔" وہ بھی فوراً
بولی تھی۔
"پھر تو آپ کو خوش ہونا چاہئے......؟"
"ہاں......! میں خوش ہوں۔ بہت خوش ہوں۔" وہ کہتی ہوئی بھاگ کر اپنے کمرے
میں چلی گئی۔
"یہ لڑکی......!" صائمہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئیں پھر سونی اور سمیر سے کہنے لگیں۔
"چلو بیٹا......! ہم ہنی کے لئے گفٹس لے کر آتے ہیں۔ ابھی ہم زبردست طریقے
سے اسے وش کریں گے۔ تم چلو گے علی......؟"
"جی آنٹی......!"
"اور آپ......؟" صائمہ نے احسن سے پوچھا۔
"نہیں......! آپ لوگ جائیں میں ہنی کے پاس ہوں اور ہاں سمیر......! گاڑی میں
ہنی کا سامان نکال کر اس کے کمرے میں پہنچا دو۔" احسن کہتے ہوئے اس کے کمرے میں

آ گئے۔

وہ بظاہر بڑے اطمینان سے بیٹھی تھی۔ شاید اسے یقین تھا کہ سب اس کے پیچھے آ ئیں گے جب ہی خود پر قابو پا کر نارمل ظاہر کر رہی تھی پھر احسن کو آتے دیکھ کر مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں شاید آپ کو سمجھ نہیں پا رہا۔" احسن اسے مسکراتے ہوئے دیکھ کر بولے۔

"آپ کبھی بھی نہیں سمجھ سکتے کیونکہ میں آپ کے سامنے بڑی نہیں ہوئی۔" وہ اتنی خوبصورتی سے ان کی بات دہرا کر جتا گئی کہ احسن نہ صرف حیران ہوئے بلکہ اس کی ذہانت کے قائل بھی۔ پھر پر سوچ انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولے۔

"شاید آپ ٹھیک کہہ رہی ہو......؟ خیر اب بتاؤ کیا پرابلم ہے......؟"

"کیسی پرابلم......؟"

"بھئی......! خوشی کے موقع پر بھی آپ اداس ہو گئیں......؟ رونے لگیں......؟ کیوں......؟ کہیں آپ نے یہ تو نہیں سمجھ لیا کہ ہم آپ کی خوشی میں خوش نہیں ہوں گے......؟ یا آپ کے ساتھ شیئر نہیں کریں گے......؟"

"نہیں......! میں نے ایسا کچھ نہیں سوچا۔" وہ سکون سے ان کی پوری بات سن کر بولی تھی۔

"پھر......؟"

"بس ڈیڈی......! اب کسی سے کیا گلہ کروں......؟" وہ اپنے آپ میں الجھ کر گویا ہوئی۔

"تقدیر سے بھی گلہ نہیں ہے کیونکہ میری جھولی میں خوشیاں بے حساب گرتی ہیں لیکن ایک محرومی جو ازل سے لکھی گئی ہے پتا نہیں کیسے سب پر حاوی ہو جاتی ہے۔ مما کے پاس تھی تو آپ کا خیال، آپ کے پاس ہوں تو مما کا خیال اور ایسے میں اگر آنکھیں چھلک پڑتی ہیں تو اس میں میرا کیا دوش۔ ورنہ یقین کریں میں بہت خوش ہوں۔"

"وہ بہت خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔ وہ پلکوں تک آئی نمی ہتھیلیوں میں جذب کر رہی تھی۔ پھر انہیں دیکھ کر ہنس پڑی۔

"مما بھی یہی کہتی ہیں کہ جب خوشی کی بات ہوتی ہے تو میں اداس ہو جاتی ہوں، رونے لگتی ہوں اور جب میں انہیں بتاتی ہوں کہ مجھے آپ کا خیال آیا تھا تو وہ بھی اسی طرح خاموشی سے مجھے دیکھے جاتی ہیں۔"

احسن کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں اُبھرا۔ البتہ آنکھوں میں کسی خیال کا عکس جھلملانے لگا تھا۔ تب وہ پوچھنے لگی۔

"ایک بات بتائیں ڈیڈی......! کیا علیحدگی کے وقت آپ دونوں نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا تھا کہ کبھی ایک دوسرے کے خلاف نہیں بولیں گے......؟" انہوں نے چونک کر دیکھا پھر فوراً کھڑے ہو گئے۔

"اوکے بیٹا......! آپ منہ ہاتھ دھو کر فریش ہو جاؤ۔ ابھی سوہنی اور سمیر آئیں گے۔ آپ پلیز ان کا دل نہیں توڑنا۔" انہوں نے کہا اور اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے کمرے سے باہر نکل گئے۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ گئے ہیں۔ مگر وہ سوچتے ہوئے منہ ہاتھ دھو کر آئینے کے سامنے آ کر کھڑی ہوئی تو خود کو دیکھ کر حیران ہو گئی۔ شام سے کتنی بار رو چکی تھی۔ آنکھیں سرخ اور پپوٹے قدرے بھاری ہو رہے تھے۔

"میں یہاں کیوں آئی......؟" اسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا۔ آئینے کے سامنے سے ہٹ کر کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی اور ٹھنڈی ہوا میں آہستہ آہستہ اپنا چہرہ تھپتھپانے لگی۔ کبھی آنکھوں کو ہتھیلیوں سے ڈھانپ لیتی۔ کتنی دیر ہو گئی پھر باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی۔ اس کے بعد سوہنی اور سمیر کی آوازیں تھیں۔ پتا نہیں وہ کیا کر رہے تھے۔ اسے خاموشی کے بعد کچھ ہلچل کا احساس ہونے لگا پھر بھی وہ خود سے باہر نہیں نکلی۔ جب سوہنی بلانے آئی تب بھی کچھ شش و پنج کی کیفیت میں کھڑی رہی۔

"آئیں ناں ہنی......! ڈیڈی بلا رہے ہیں۔" اور ڈیڈی کا سن کر وہ اس کے ساتھ چلی آئی لیکن ہال کمرے میں داخل ہوتے ہی ٹھٹک کر رک گئی۔

"ٹیبل پر کیک کے ساتھ مختلف لوازمات اور پیک کئے ہوئے گفٹس اس نے ایک نظر میں دیکھ لئے تھے پھر بے حد خاموش نظروں سے صائمہ آنٹی کو دیکھنے لگی جو ٹیبل کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ان کے ہونٹوں پر بھرپور مسکراہٹ اور آنکھوں میں وہی چمک تھی جو اسے ثوبیہ کے چہرے پر اپنے لئے نظر آتی تھی پھر بھی وہ اسے سب دکھاوا اور بناوٹ پر محمول کرنے لگی۔ تب ہی اسے احسن کی بات یاد آئی۔ اول روز ہی انہوں نے کہا تھا۔

"یہ صحیح ہے کہ ثوبیہ بیگم کی جگہ صائمہ نے لے لی لیکن......"

"نہیں......!" اس کا سر آہستہ آہستہ نفی میں ہلنے لگا اور اندر پھر وہی ابال اٹھا جو اسے سب سے متنفر کر دیتا تھا۔ قریب تھا کہ وہ ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے واپس پلٹتی کہ صائمہ نے اسے دیکھ لیا اور لپک کر اس کے پاس آئیں۔ محبت سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولیں۔

"جلدی میں ہم یہی کر سکے ہیں۔ آؤ......!" وہ کسی غیر مرئی طاقت کے زیر اثر ان کے ساتھ چلتے ہوئے جہاں انہوں نے بٹھایا بیٹھ گئی۔ پھر جب انہوں نے مبارکباد دیتے ہوئے اس کی پیشانی پر ہونٹ رکھے تو پتا نہیں کیسے اس کے اندر دہکتے الاؤ پر نرم نرم پھوار پڑنے لگی تھی اور واقعی کچھ دیر کو وہ سب بھول گئی اور خوش ہو کر سب کے ساتھ انجوائے کرنے لگی تھی۔

احسن اسے خوش دیکھ کر کافی حد تک مطمئن ہو گئے تھے ورنہ شام سے جس طرح وہ بات بے بات رو رہی تھی اس سے وہ مسلسل ایک مجرمانہ سے احساس میں گھرے ہوئے تھے اور دل پر ایک نامعلوم سا بوجھ تو اب بھی تھا پھر بھی اس کی خوشی کی خاطر دیر تک وہیں بیٹھے رہے تھے۔

○ ○ ○

شینا لائبہ کی کامیابی کی خوشی میں ڈھیروں ہار، پھول، مٹھائی اور اس کے لئے سوٹ لے کر آئی تھی۔ اس وقت ثوبیہ نیچے اماں جی کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ شینا سب چیزیں اس کے سامنے رکھتے ہوئے بولی۔

"بھئی......! مبارک ہو......! لائبہ پاس ہو گئی۔ ہے کہاں......؟ میں خود اسے مٹھائی کھلاؤں گی۔"

"ابھی تو نہیں آئی لائبہ......!" ثوبیہ نے کہا تو شینا اُچھل کر بولی۔

"ہائیں......! ابھی تک وہیں ہے......؟ کیوں......؟ ایک مہینے سے زیادہ ہو گیا ہے۔ دیکھ رہی ہیں اماں جی......! اس کی بے پروائی۔ بلکہ اب تو میں بے حسی کہوں گی۔"

"اچھا......! تم بیٹھو تو...... اور یہ اتنا کچھ لانے کی کیا ضرورت تھی......؟" ثوبیہ نے اس کا ہاتھ کھینچ کر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"کیوں......؟ لائبہ صرف تمہاری بیٹی ہے کیا......؟" شینا تنک کر بولی۔

"نہیں بھئی......! تمہاری بھی ہے۔" ثوبیہ اس وقت لائبہ کی کامیابی پر بہت خوش تھی جب ہی شینا کی باتوں کا برا نہیں مان رہی تھی۔

"ہاں......! اور مجھے ہمیشہ اس کی تم سے زیادہ فکر رہی ہے۔ اب بھی دیکھو تم کیسے آرام سے بیٹھی ہو۔ کوئی فکر نہیں کہ بچی وہاں کس حال میں ہو گی......؟" شینا بولے چلے گئی پھر ایک دم رازداری سے پوچھنے لگی۔

"اب کیا سوچا ہے اس کے لئے......؟"

"کیا مطلب......؟" ثوبیہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"اس کی شادی کے بارے میں......؟" شینا نے کہہ کر اماں جی کو دیکھا تو وہ بھی اس کی تائید کرنے لگیں۔

"ہاں ثوبیہ......! اب بس آگے مت پڑھانا اپنی بیٹی کو۔ بس اتنا کافی ہے۔"

"کیوں اماں جی......!" ثوبیہ نے حیرت سے پوچھا۔

''اس لئے کہ لڑکی تمہارے کہنے میں نہیں ہے اور زیادہ پڑھ لکھ گئی تو بالکل ہی ہاتھ سے نکل جائے گی۔ بس اب اسے اس کے گھر بار کا کر دو۔'' اماں جی کی منطق پر وہ جز بز سی ہو کر بولی۔

''کوئی اچھا رشتہ ہو گا تو......''

''رشتوں کی کیا کمی......؟ اور اچھا رشتہ تو گھر ہی میں موجود ہے۔ اپنا سلمان...... میرا خیال ہے یہ دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہیں۔'' شینا کو موقع مل گیا تھا۔ اس سے پہلے وہ سلمان سے بھی بات کر چکی تھی۔

''سلمان اور لائبہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔'' دل میں دہراتے ہوئے ثوبیہ سوچنے لگی تو اسے بار بار سلمان کا آ کر لائبہ کے بارے میں پوچھنا اور یہ کہنا کہ اسے جلدی واپس بلا لیں، یاد آنے لگا لیکن اس میں تو ایسی کوئی بات نہیں تھی جسے پسندیدگی کی سند مان لیا جائے۔

''تم کیا سوچنے لگیں......؟ میں بات کروں بھائی سے......؟'' شینا نے اس کا ہاتھ ہلا کر کہا تو وہ سنبھل کر بولی۔

''نہیں......! ابھی نہیں......!''

''کیوں......؟ ابھی کیوں نہیں......؟'' شینا ہر بات پر اپنا حق سمجھتی تھی۔

''پہلے میں لائبہ سے پوچھ لوں۔ اس کی کیا مرضی ہے......؟'' ثوبیہ نے کوئی عذر نہیں تراشا تھا۔ اس نے وہی کہا جو وہ بہتر اور مناسب سمجھتی تھی۔

''اب اس سے کیا پوچھو گی......؟ جب میں کہہ رہی ہوں کہ وہ اور سلمان......'' شینا تڑخ کر بولی تھی کہ اس نے ٹوک دیا۔

''بس شینا......! بس کرو تم......! اگر ٹھیک کہہ رہی ہو تب بھی۔ پہلے میں خود لائبہ کی مرضی معلوم کروں گی۔''

''لائبہ کا نام کیوں لے رہی ہو......؟ صاف کیوں نہیں کہتیں کہ اس کے باپ کی مرضی معلوم کرنی ہے۔'' شینا کے طنز آمیز لہجے پر اسے دھچکا لگا تھا اور ہمیشہ تو وہ ایسی باتوں پر خاموش ہو جاتی تھی لیکن اب آرام سے کہہ گئی۔

''ہاں......! یہ تم نے ٹھیک کہا شینا......! لائبہ کے باپ کی مرضی بھی معلوم کرنی پڑے گی۔''

''کیا......؟ تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا......؟'' شینا بری طرح چڑ گئی تھی۔

''چار دن بیٹی اس کے پاس کیا رہ گئی کہ تم اس کا حق تسلیم کرنے لگیں اور یہ بھول گئیں کہ میں نے کیا کیا پاپڑ بیلے تھے تمہیں بیٹی دلوانے کے لئے......؟''

''مجھے سب...... سب یاد ہے۔ کچھ نہیں بھولی میں۔ لیکن خدا کے لئے تم وہ باتیں مت دہراؤ۔'' اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ اماں جی کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی پھر جاتے جاتے بولی تھی۔

''لائبہ میری بیٹی ہے اور اس کے لئے میں جو بہتر سمجھوں گی کروں گی۔'' اس کے ساتھ ہی وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔

○ ○ ○

رات دیر سے سونے کے باعث صبح قدرے تاخیر سے اس کی آنکھ کھلی تو پہلے اس نے لیٹے لیٹے گردن موڑ کر کھڑکی سے باہر نظر دوڑائی ہلکی ہلکی دھوپ چمک رہی تھی۔ تب اس نے بستر چھوڑ دیا اور منہ ہاتھ دھو کر دوبارہ کمرے میں آئی تو ٹیبل پر رکھے پیکٹس دیکھ کر یاد آیا کہ رات سب نے اسے گفٹس دیئے تھے۔ وہ تجسس نہیں ہوئی پھر بھی بالوں میں برش کر کے جب پلٹی تو ایک ایک پیکٹ کھول کر دیکھنے لگی۔ صائمہ کی طرف سے سونے کی دو نفیس چوڑیاں تھیں۔ سمیر نے رسٹ واچ دی تھی۔ سونی نے کتابوں کا تحفہ دیا اور چوتھا پیکٹ کھولتے ہوئے اس کا دھیان احسن کی طرف تھا لیکن خوبصورت لاکٹ کے ساتھ کارڈ پر علی کا نام دیکھ کر اس کا دماغ گھوم گیا۔ اتنا شدید تاؤ آیا کہ فوراً لاکٹ کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ پھر کمرے سے نکل کر آئی تب بھی اس کا موڈ ٹھیک نہیں تھا۔ پیشانی پر لکیریں اور آنکھوں میں

خشونت۔ صائمہ دیکھ کر بھی قصداً نظر انداز کر گئیں اور مسکرا کر بولیں۔

"ٹیبل پر آجاؤ......! ناشتہ تیار ہے۔" وہ اسی طرف آ گئی اور پھر بیٹھتے ہی پوچھنے لگی۔

"ڈیڈی آفس چلے گئے......؟"

"نہیں......! سو رہے ہیں۔ رات دیر تک جاگتے رہے تھے ناں اس لئے میں نے ابھی اُٹھایا نہیں۔" صائمہ نے بتایا تو وہ خاموش ہو رہی پھر اچانک خیال آنے پر کہنے لگی۔

"لیکن ڈیڈی تو رات جلدی اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔" اسی وقت علی آ گیا تو وہ نہ صرف خاموش ہو گئی بلکہ لاتعلقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ناشتہ کرنے لگی۔ سونی اور سمیر غالباً کالج گئے تھے جبھی کسی طرف سے ان کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ اس نے خاصی عجلت میں ناشتہ کیا پھر چائے کا کپ اُٹھا کر لاؤنج میں آ بیٹھی اور سوچنے لگی کہ اسے بہت دن ہو گئے ہیں آئے ہوئے اب واپس جانا چاہئے۔

"میرا خیال ہے مجھے ابھی ڈیڈی سے بات کرنی چاہئے۔" اس نے سوچا اور خالی کپ رکھ کر اسی وقت ان کے کمرے میں جھانکا۔ وہ بیڈ کی بیک سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ گھٹنوں پر اخبار پھیلا تھا لیکن نظریں پرسوچ انداز میں ایک ہی جگہ ٹھہری تھیں۔

"ڈیڈی......! میں آجاؤں......؟" اس نے دروازے میں رُک کر پوچھا تو انہوں نے چونک کر دیکھا پھر ہلکے سے مسکرا کر بولے۔

"آجاؤ بیٹا...... آپ کو اجازت کی کیا ضرورت ہے......؟" وہ قدرے جھجکتی ہوئی ان کے پاس آ بیٹھی اور سادگی سے بولی۔

"آپ بیمار کیوں ہو گئے......؟ شاید میری باتیں آپ کو دُکھ پہنچاتی ہیں۔ بس اب میں واپس جاؤں گی۔" احسن فوراً کچھ نہیں بولے بلکہ اسے کہنے دیا۔

"مجھے واقعی یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔ مما ٹھیک منع کر رہی تھیں۔ ان کا خیال تھا میں آپ کی پرسکون زندگی کو ڈسٹرب کر دوں گی اور شاید میں نے ایسا ہی کیا ہے۔" وہ اب بھی خاموش رہے تھے۔

"بس ڈیڈی......! آپ مجھے فوراً واپس بھجوا دیں" اس نے پھر کہا تو اب انہوں نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا پھر گہری سانس کھینچ کر بولے۔

"آپ خود سے جانا چاہو تو الگ بات ہے ورنہ مجھے آپ کی کسی بات سے دکھ نہیں پہنچا۔ ویسے ابھی جانے کی کیا ضرورت ہے......؟ کیا مما یاد آ رہی ہیں......؟"

"جی......! مما اور سب لوگ بھی۔"

"اچھا......!" وہ اچھا کہہ کر جانے کیا سوچنے لگے۔ کچھ دیر تک وہ ان کے بولنے کا انتظار کرتی رہی پھر اُٹھ کر چلی آئی۔

اگلے روز جب غیر معمولی سے خاموشی چھائی تھی سونی اور سمیر کالج، علی آفس جا چکا تھا اور صائمہ کو احسن کے لئے سوپ لے جاتے ہوئے دیکھا تو بہت خاموشی سے ٹیلی فون سیٹ اُٹھا کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ کوئی ایسی رازداری کی بات تو نہیں تھی بس وہ سہولت سے ثوبیہ سے بات کرنا چاہتی تھی۔ بہر حال دوسری طرف فرح نے فون اُٹھایا تو اس نے چھوٹتے ہی پہلے ثوبیہ کو بلانے کے لئے کہا پھر سب کا حال احوال پوچھنے لگی۔

"سب ٹھیک ہیں۔ تمہارا کب تک آنے کا پروگرام ہے......؟" فرح نے پوچھا۔

"اچھا......! شینا آنٹی سے بات کرو۔" فرح نے اس کی پوری بات نہیں سنی اور وہ شینا کا سن کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی کہ کوئی سن تو نہیں رہا۔ پھر آواز دبا کر بولی۔

"جی......! شینا آنٹی......! کیسی ہیں آپ......؟"

"تم سناؤ......! اپنے باپ کے گھر میں خوش تو ہو......؟"

"جی......!" وہ یونہی کہہ گئی اور شینا تلملا کر بولی۔

"اس کا مطلب ہے تم پر اس کی ظاہری شخصیت کا جادو چل گیا ہے......؟ پاگل لڑکی......! میں نے تمہیں کتنا سمجھایا تھا کہ اس کے ظاہر پر مت جانا وہ بہت مکار آدمی ہے۔ اس نے تمہاری سیدھی سادی ماں کو دھوکا دیا تھا۔ اس کی زندگی تباہ کی ہے اس نے۔" شینا رٹے رٹائے جملے بولنا شروع ہو گئی تھی۔

"میں کیا کروں......؟" وہ رو دینے کو ہوگئی۔ ڈیڈی کے بارے میں وہ ایسی باتیں شروع سے سنتی اور ان پر یقین کرتی آ رہی تھی۔ اب جانے کیوں اسے عجیب سی لگیں۔

"ٹھوکر مار کر آؤ اسے۔ بالکل اسی طرح جس طرح اس نے تمہاری ماں کو ٹھکرایا تھا۔ سمجھیں تم......! وہ تمہیں چھین کر ثوبیہ کو مات دینا چاہتا ہے۔ اگر تمہیں اپنی مما کی شکست منظور ہے تو خوشی سے اس کے پاس رہو۔"

"نہیں شینا آنٹی......! مجھے مما کی شکست منظور نہیں ہے لیکن آپ مما کو بھی سمجھائیں۔ وہ کیوں مجھے یہاں رہنے کو کہتی ہیں......؟"

"وہ تو پاگل ہے۔ لو بات کرو اس سے۔"

"مما......!" وہ ثوبیہ کی آواز سنتے ہی بیقراری سے بولی۔

"بس مما......! میں واپس آ رہی ہوں۔"

"تمہاری مرضی......!" جواب میں ثوبیہ کی تھکی ہوئی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عجیب دوراہے پر آ کھڑی ہوئی تھی وہ۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کس کی بات مانے۔ مما اور پاپا دونوں کے رویوں نے اُلجھا کر رکھ دیا تھا اسے۔

احسن کی محبت اور شخصیت میں کہیں کھوٹ نظر نہیں آتا تھا۔ پھر ثوبیہ نے بھی کبھی انہیں غلط نہیں کہا تھا اور شینا جو کہتی تھی وہ بھی سچ نظر آتا تھا۔ وہ بری طرح اُلجھ کر رہ گئی تھی۔

شام میں سمیر نے اس سے بیڈمنٹن کھیلنے کے لئے کہا تو خواہ مخواہ اس سے لڑ بیٹھی پھر رات میں اسے منانے بھی چلی آئی۔

"آئی ایم سوری سمیر......! مجھے پتا نہیں کیا ہو گیا تھا۔"

"نیور مائنڈ ہنی......! اگر آپ مجھے مار بھی لیں گی تو میں برا نہیں مانوں گا۔" سمیر نے کہا تو وہ پھر اُلجھ گئی۔

"کیوں......؟ کیوں برا نہیں مانو گے......؟"

"اس لئے کہ آپ بڑی ہیں اور......" سمیر جانے کیوں خاموش ہو گیا جبکہ وہ پوری جان سے متوجہ ہو کر سوالیہ نشان بن گئی۔

"اور......" سمیر پہلے کچھ خائف سا ہو کر اسے دیکھنے لگا پھر ایک دم اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بٹھاتے ہوئے کہنے لگا۔

"اور میں محسوس کرتا ہوں ہنی......! شاید آپ کے ساتھ کوئی پرابلم ہے یا آپ ٹینشن کا شکار ہیں۔ مجھے بتائیں کیا بات ہے......؟" اچانک کتنا بڑا بڑا سا لگنے لگا تھا وہ۔

"تم کہاں سمجھو گے......؟" اسے اپنے آپ پر رحم آنے لگا تو فوراً اس کے پاس سے اُٹھ گئی۔

"سنیں ہنی......! ڈیڈی بتا رہے تھے آپ واپس اپنے نانا کے گھر جانا چاہتی ہیں......؟ کیوں......؟" سمیر نے اسے پکار کر پوچھا تھا۔

"نانا کے گھر......؟" وہ پرسوچ انداز میں اسے دیکھنے لگی کہ وہ کیا جتانا چاہ رہا ہے لیکن اس کا مقصد جتانا نہیں تھا جب ہی پھر سمجھا کر کہنے لگا۔

"ہاں......! وہ آپ کے نانا کا گھر ہے۔ آپ کا گھر یہ ہے اور آپ کو اپنے ہی گھر میں رہنا چاہئے۔ جب تک آپ کی شادی نہیں ہو جاتی۔"

"وہاں میری مما ہیں۔" وہ کمزور آواز میں بولی تھی۔

"ٹھیک ہے......! اور کوئی آپ کو ان سے ملنے سے روک نہیں سکتا۔ جب چاہیں ان سے مل آیا کریں لیکن وہاں رہنا......" سمیر نے ذرا سے کندھے اُچکا کر نفی میں سر ہلایا پھر قدرے توقف سے کہنے لگا۔

"میں آپ کو اس وقت کی بات بتاؤں جب میں چھوٹا سا تھا......؟ ایک بار اپنے نانا کے گھر پتا نہیں کس بات پر ضد کر رہا تھا کہ کسی نے کہہ دیا یہ تمہارے باپ کا گھر نہیں ہے۔ یقین کریں مجھے بہت برا لگا اور اس کے بعد میں کبھی نانا بلکہ کسی کے گھر بھی نہیں رہا۔ آپ ممی سے پوچھ سکتی ہیں۔ کہیں بھی جاؤں شام سے پہلے اپنے گھر آ جاتا ہوں۔ کیا آپ کو کبھی کسی

نے ایسی بات نہیں کہی......؟"

وہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔ کیا کہتی کہ یہ تو بہت معمولی بات ہے۔ وہاں تو اس کے باپ سے پتا نہیں کیا کچھ منسوب کیا جاتا ہے۔ ایسی باتیں، ایسے الزام جنہیں وہ نہ صرف سنتی بلکہ یقین بھی کرتی ہے۔

"کیا ہوا ہنی......؟" سمیر نے ٹوکا۔

"کچھ نہیں......!" وہ فوراً وہاں سے نکل کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ کچھ دیر سمیر کی باتوں کو سوچتی رہی پھر سر جھٹک کر سو گئی۔

○ ○ ○

وہ معمول کے مطابق فجر کی نماز کے بعد لان میں نکل آیا تھا۔ پہلے ہلکی ہلکی ایکسرسائز کی پھر اخبار ہاتھ میں لے کر چہل قدمی کرنے لگا۔ اس کی نظریں شہ سرخیوں پر تھیں۔ یہ بھی اس کا روز کا معمول تھا۔ وہ اسی طرح لان کے چکر لگاتے ہوئے اخبار دیکھ لیتا تھا پھر سارا دن تو اسے فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ بہرحال اس وقت بھی وہ بہت مگن تھا کہ اچانک اس کا پیر کسی چیز میں الجھ گیا جس سے وہ گرتے گرتے بچا پھر بیٹھ کر دیکھا تو پتنگ کی ڈور تھی۔ اس نے احتیاط سے ڈور الگ کی پھر اُٹھنے لگا تھا کہ پودے میں اٹکی چمکتی چین دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ فوراً ہاتھ بڑھا کر اسے کھینچا تو وہ وہی لاکٹ تھا جو اس نے لائبہ کو گفٹ کیا تھا۔ وہ کتنی دیر لاکٹ ہاتھ میں لئے اسے دیکھتا رہا پھر افسردگی سے مسکرایا اور لاکٹ مٹھی میں دبا کر تیز قدموں سے اپنے کمرے میں آ گیا۔

"معمہ ہے یہ لڑکی نہ سمجھ میں آنے والا۔ شاید میں اسے کبھی نہیں سمجھ سکوں گا۔ جانے مجھ سے کیوں اتنی ناراض ہے......؟ بلکہ ناراضی سے بھی کچھ زیادہ۔ اپنے آپ دشمنی باندھ بیٹھی ہے مجھ سے لیکن کیوں......؟ میں نے کیا بگاڑا ہے اس کا......؟" وہ آفس کی تیاری تک مسلسل یہی باتیں سوچتا رہا پھر کمرے سے نکل کر ناشتے کی ٹیبل پر آیا تو احسن کو دیکھ کر سلام کے ساتھ پوچھنے لگا۔

"کیسی طبیعت ہے انکل آپ کی......؟"

"کافی بہتر ہوں لیکن آفس نہیں جا سکوں گا۔" احسن نے کہا۔

"ابھی آپ کو ریسٹ کرنا چاہئے۔ آفس کا کوئی ضروری کام ہو تو مجھے بتا دیں۔ میں پہلے آپ کے آفس ہی چلا جاؤں گا۔"

"نہیں بیٹا......! آفس میں تو کوئی ایسا ضروری کام نہیں ہے۔ اگر ہو گا بھی تو میں تمہیں فون کر دوں گا۔ البتہ ابھی جاتے ہوئے ہنی کو اس کے ماموں کے گھر چھوڑ دینا۔" احسن نے کہا تو اس نے بلا ارادہ لائبہ کی طرف دیکھا اور وہ فوراً بولی۔

"ڈیڈی......! اگر آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو میں نہیں جاتی۔"

"نہیں بیٹا......! آپ کے ماموں نے بہت اصرار سے بلایا ہے پھر آپ ان سے ہامی بھی بھر چکی ہو۔"

"تو کیا ہوا......؟ منع کر دیتی ہوں۔"

"نہیں نہیں......! یہ مناسب نہیں ہے۔ علی چھوڑ دے گا آپ کو۔ کیوں علی......؟"

انہوں نے علی کو دیکھا تو وہ سعادت مندی سے بولا۔

"جی......!" پھر کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ خاصی جز بز ہو رہی تھی۔ پھر تیار ہونے کے بہانے اٹھ کر چلی گئی۔

وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ اس کے ساتھ نہیں جانا چاہتی اور اسے بھی کوئی شوق نہیں تھا۔ بس احسن کی وجہ سے مجبور ہو گیا جن کی کوئی بات وہ کبھی ٹال ہی نہیں سکتا تھا۔ جب ہی ان سے ایڈریس سمجھ کر باہر نکل آیا اور اس کا انتظار کرنے لگا۔

تقریباً پندرہ منٹ اسے انتظار کروانے کے بعد وہ آئی تھی اور خاصے جارحانہ انداز میں بیٹھتے ہی گاڑی کا دروازہ زور سے بند کیا تھا۔

"چلیں......؟" وہ بلا ارادہ پوچھ گیا۔

"ظاہر ہے......! یہیں تو کھڑے نہیں رہنا۔" وہ تڑخ کر بولی۔

"ہاں......! چلنا تو ہے ہی...... خواہ دل چاہے یا نہ چاہے۔" اس نے سوچا پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھادی تو مین روڈ پر آتے ہی وہ رُخ موڑ کر شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔

"ایکسکیوزمی......!" وہ اسے متوجہ کر کے بولا۔

"ایک بات پوچھوں آپ سے......؟"

"نہیں......!" اس نے حد درجہ رُوٹھے پن کا مظاہرہ کیا پھر بھی وہ باز نہیں آیا۔

"آپ کو اتنا غصہ کیوں آتا ہے......؟"

"صرف آپ جیسے لوگوں پر آتا ہے۔ ہر ایک پر نہیں آتا۔" وہ نہیں کہہ کر بھی اس کی بات کا جواب دے گئی تھی۔

"مجھ جیسے لوگ آپ کی نظر میں کتنے ہیں......؟ آئی مین دس بیس یا سینکڑوں ہزاروں۔" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"فی الحال تو صرف آپ ہی ہیں اور میرا خیال ہے دوسرا کوئی ہوگا بھی نہیں۔" وہ جس قدر غصے سے بولی وہ اسی قدر محظوظ ہوا تھا۔

"پھر تو یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھ جیسا اور کوئی آپ کی نظر میں نہیں ہے اور ہوگا بھی نہیں۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا......؟" وہ خونخوار نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"پہلے آپ بتائیں......! آپ کی اس بات کا کیا مطلب ہے کہ مجھ جیسا اور کوئی نہیں ہوگا......؟"

"آپ جیسا بدتمیز، فضول اور......"

"بس بس......! باقی تعریف بعد میں۔ آپ کے ماموں کا گھر آ گیا۔" اس نے کہتے ہوئے گاڑی روک دی۔

"ایک منٹ......! آپ بیٹھیں میں معلوم کرتا ہوں کہ ابرار صاحب کا گھر یہی ہے۔"

"کیوں......! آپ کو نیم پلیٹ پر لکھا ہوا نظر نہیں آ رہا......؟" یہ کہہ کر جلدی سے اُتر

گئی تو اس نے پہلے نیم پلیٹ پر نظر ڈالی پھر اس کے اندر جانے کے بعد گاڑی آگے بڑھائی تھی۔

○ ○ ○

ابرار ماموں اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ان کی بیٹی حنا سونی کے برابر تھی۔ دھان پان سی ممانی بھی اچھے مزاج کی خاتون تھیں۔ اسے ذرا احساس نہیں ہوا کہ وہ پہلی بار یہاں آئی ہے۔ دوپہر تک ممانی اور حنا کے ساتھ لگی رہی پھر کھانے کے بعد ابرار ماموں اسے پاس بٹھا کر تفصیل سے ایک ایک کے بارے میں پوچھنے لگے اور جب شینا کا ذکر آیا تو وہ کہنے لگے۔

"شینا بھی اپنے نام کی ایک ہی تھی۔ اپنے سامنے کسی کو ٹھہرنے نہیں دیتی تھی لیکن اسے ثوبیہ کا خیال کرنا چاہیے تھا۔ احسن نے اگر اسے نظر انداز کر دیا تھا تو یہ کوئی ایسی بات تو نہیں تھی جسے انا کا مسئلہ بنا لیا جاتا......؟ جب تک اس نے بدلہ نہیں لے لیا چین سے نہیں بیٹھی لیکن میں سمجھتا ہوں احسن کا تو کچھ نہیں بگڑا بے چاری ثوبیہ ہی......" ابرار اپنی دھن میں بولے جا رہے تھے اچانک اس پر نظر پڑی۔ وہ اتنے گم صم انداز میں انہیں دیکھ رہی تھی کہ وہ خاموش ہو گئے۔ تب وہ ذرا سا چونکی اور ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کھوئے ہوئے لہجے میں بولی۔

"کیا ہوا تھا ماموں......! بتائیں ناں......؟"

"کیا تمہیں ثوبیہ نے نہیں بتایا......؟" ان کے پوچھنے پر پہلے اس نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا۔ پھر فوراً سنبھل کر بولی۔

"مما کبھی کبھی کوئی بات بتاتی تو ہیں لیکن تفصیل سے کبھی نہیں بتایا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ البتہ ڈیڈی کی اب بھی تعریف کرتی ہیں۔ آپ بتائیں ناں کیا کہہ رہے تھے......؟" اس نے منت بھرا اصرار کیا تب ابرار ماموں نے اسے سارے حالات کہہ سنائے۔ آخر میں کہنے لگے۔

"لگتا ہے شینا کو اب بھی چین نہیں ملا۔ آخر وہ چاہتی کیا ہے......؟"

وہ کیا کہتی۔ وہ تو بولنے کے قابل بھی نہیں رہی تھی۔ اسے تو یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے جسم میں جان ہی نہ رہی ہو جبکہ ذہن میں جھکڑ چل رہے تھے اور یہ خیال کہ وہ ہمیشہ اپنی ماں کو جھٹلا کر اس عورت کا یقین کرتی رہی ہے جو عورت نہیں ناگن تھی ایسی ناگن جو برسوں سے اپنا زہر دھیرے دھیرے اس کی رگوں میں اُتارتی آ رہی تھی۔ اسے اپنے وجود سے گھن آنے لگی۔

"لائبہ......! کچھ دیر سو لو بیٹا......!" ممانی نے آ کر کہا تو اس نے چونک کر انہیں دیکھا پھر بہت خاموشی سے اُٹھ کر حنا کے کمرے میں آ گئی۔

حنا پہلے سے لیٹی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر کنارے کھسک گئی اور اس نے برابر لیٹتے ہی فوراً آنکھیں بند کر لیں کیونکہ اس کا ذہن بری طرح متاثر ہوا تھا اور وہ بات کرنے کے قابل بھی نہیں تھی۔ کتنی دیر تک ابرار ماموں کی باتوں کو بار بار سوچتی رہی پھر ان کا موازنہ بعد کے حالات سے کرتے کرتے سو گئی۔

شام میں حنا نے اسے اُٹھایا۔ ساتھ ہی چائے کا کپ تھما کر بولی۔

"آپ کے کزن آپ کو لینے آئے ہوئے ہیں۔"

"میرے کزن......؟ کون ہیں......؟" اس نے کچھ اُلجھ کر پوچھا۔

"پتا نہیں......! میں نے نام نہیں پوچھا۔"

"ڈیڈی بھی ہیں......؟"

"نہیں......! وہ اکیلے ہیں۔"

"اچھا......!" وہ چائے پینے کے ساتھ سوچنے میں لگ گئی کہ کہیں سلمان تو نہیں آ گیا اور سلمان کے ساتھ ہی اس کا ذہن پھر بھٹکنے لگا۔ جلدی جلدی چائے ختم کر کے اٹھی اور منہ ہاتھ دھو کر کمرے سے نکل آئی۔

"ابھی نہیں......! رات کا کھانا کھا کر جانا۔" ممانی اسے دیکھتے ہی بولیں۔

"میں پھر آؤں گی ممانی......! ابھی تو میں یہیں ہوں ناں......!" اس نے سہولت سے منع کیا پھر ان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آئی تو ابرار ماموں کے ساتھ علی کو دیکھ کر ہمیشہ کی طرح اس کی پیشانی شکن آلود ہوئی۔ بس قدرے انجان بن کر ماموں سے جانے کی اجازت چاہی۔

"پھر آؤ گی ناں......؟" ابرار نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"جی......! آپ بھی ضرور آیئے گا ممانی......! اور حنا کو لے کر۔" وہ کہتے ہوئے ممانی کے گلے لگ گئی۔

"ابھی تو لاہور جانا مشکل ہے۔" ابرار نے کہا تو وہ پلٹ کر بولی۔

"میں لاہور کی نہیں یہاں اپنے گھر کی بات کر رہی ہوں۔" اس نے محسوس کیا۔ علی نے چونک کر اسے دیکھا تھا پھر وہ حنا سے مل کر باہر نکل آئی اور جب علی گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا تو شاید اس سے کہنا ضروری سمجھا۔

"انکل خود نہیں آ سکے۔ انہوں نے مجھے آپ کو لینے بھیج دیا۔" اس نے اپنی صفائی پیش کی۔ وہ خاموش رہی اور کچھ دیر خاموشی سے ڈرائیو کرنے کے بعد وہ پھر کہنے لگا۔

"شاید آپ کو میرا آنا ناگوار گزرا ہے......؟ میں جانتا ہوں آپ مجھے پسند نہیں کرتیں لیکن میں انکل کی بات نہیں ٹال سکتا تھا۔"

وہ اب بھی کچھ نہیں بولی تو قدرے رک کر وہ پھر گویا ہوا۔

"سنیں......! صبح اگر میری کوئی بات آپ کو بری لگی ہو تو آئی ایم سوری......! یقین کریں میرا مقصد آپ کو تنگ کرنا ہرگز نہیں تھا۔ میں تو بس یونہی......" وہ قصداً بات اُدھوری چھوڑ گیا۔

پھر گھر آتے ہی اس نے اپنے کمرے کا رخ کیا اور اندر سے دروازہ لاک کر کے بیٹھ گئی کیونکہ وہ یکسوئی سے سوچنا اور فیصلہ کرنا چاہتی تھی لیکن کچھ دیر بعد ہی وہ خود کو سرزنش کر رہی تھی کہ مما اور ڈیڈی کے ہوتے ہوئے وہ کون ہوتی ہے اپنے بارے میں فیصلہ کرنے

والی۔ اسے تو محبتوں کی پہچان بھی نہیں ہے اس لئے کہ اس کی رگوں میں نفرتوں کا زہر اتارا گیا ہے۔

"ہنی......! آپ کا فون ہے۔" سمیر نے اس کا دروازہ ناک کر کے پکار کر کہا تو وہ ثوبیہ کے خیال سے بھاگی چلی آئی لیکن دوسری طرف سلمان تھا۔ اس کی آواز سنتے ہی کہنے لگا۔

"سنو......! بس اب فوراً واپس آجاؤ۔"

"کیوں......؟" وہ تنفر جو یہاں والوں کے لئے اس کے اندر بھرا گیا تھا وہ یکلخت ادھر منتقل ہو گیا تھا۔

"اس لئے کہ یہاں امی میرے لئے لڑکیاں دیکھنے لگی ہیں۔" سلمان اس کے کیوں پر چڑ کر بولا تھا۔

"لو...... کیا......ں......؟" وہ لمبا کھینچ کر پوچھنے لگی۔

"کتنی لڑکیوں سے شادی کرو گے......؟"

"پہلی بہرحال تم ہی سے کروں گا۔ اس کے بعد کوئی پابندی تو نہیں ہے۔ آخر تمہارے باپ نے......" اس نے زور سے ریسیور پٹخ دیا۔ اچانک اندر ایسا ابال اٹھا تھا کہ چہرے کے ساتھ آنکھیں بھی سرخ ہو گئی تھیں۔

"میں آپ کو اس وقت کی بات بتاؤں ہنی......! جب میں چھوٹا تھا۔" سمیر ابھی اتنا بڑا تو نہیں تھا پھر بھی کس طرح اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اور میں......" اسے اپنے آپ پر افسوس ہونے لگا۔

"میں کیسی بیٹی ہوں......؟ کبھی احساس ہی نہیں ہوا کہ چھوٹے بڑے سب مجھے تمہارا باپ، تمہارا باپ کرتے رہتے ہیں اور میں اب بھی انہی سے ناتا جوڑنے کا سوچ رہی ہوں......؟ اور کیا میں بقیہ ساری زندگی اسی طرح اپنے ڈیڈی کی تذلیل کرواتی رہوں گی......؟ ہرگز نہیں......!" وہ نڈھال سی ہو کر وہیں صوفے پر ڈھے گئی اور ہاتھوں سے

چہرے کو ڈھانپ لیا۔ کتنا ڈھیر سارا پانی آنکھوں میں جمع ہو گیا تھا۔

"لائبہ......! آپ ٹھیک تو ہیں ناں......؟" علی کی آواز تھی۔ وہ ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ کر سیدھی ہو بیٹھی تو وہ تشویش سے پوچھنے لگا۔

"کس کا فون تھا......؟ ثوبیہ آنٹی خیریت سے ہیں ناں......؟" وہ بے حد خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ کیا لگتا تھا وہ اس کا یا اس کی مما کا جو یوں پریشان ہو رہا تھا اور وہ قدم قدم پر اس کی تذلیل کرتی آئی تھی۔ پھر بھی وہ سب بھلائے کھڑا تھا اور اسے اس طرح دیکھتے پا کر اپنی سمجھ کے مطابق کہنے لگا۔

"آئی ایم سوری......! میں بھول جاتا ہوں کہ آپ مجھ سے بات کرنا پسند نہیں کرتیں۔ ٹھہریئے میں انکل کو بلاتا ہوں۔" وہ فوراً جا کر احسن کو بلا لایا تو وہ ان کے سینے میں منہ چھپا کر یوں پھوٹ پھوٹ کر روئی کہ سب وہیں آ گئے۔ اسے چپ کراتے کراتے تھک گئے لیکن اس کے آنسو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ جانے کب کا اور کتنا غبار تھا۔ پھر نفرتیں کدورتیں سب اس سیلاب میں بہہ رہی تھیں۔ اس کے بعد وہ ایک دم پرسکون ہو گئی۔

"کیا بات ہو گئی تھی......؟" احسن نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر پوچھا اور اس کے خاموش رہنے پر سوالیہ نظروں سے باری باری سب کو دیکھنے لگے۔ تب علی کو کہنا پڑا۔

"انکل......! جب میں آیا تو یہ فون پر بات کر رہی تھیں۔ اس کے بعد رونے لگیں۔"

"کس کا فون تھا......؟" احسن نے پھر اس سے پوچھا۔ وہ اب بھی خاموش رہی تو سونی نے قیاس کیا۔

"ثوبیہ آنٹی کا ہو گا......؟"

"کیا کہہ رہی تھیں......؟" احسن نے جیسے سونی کا یقین کر لیا۔

"کچھ نہیں......!" وہ بمشکل بول پائی۔

"میرا خیال ہے آپ اُداس ہو گئی ہو۔ کیا واپس جانا ہے......؟"

"جی......!" وہ بے اختیار بولی پھر فوراً کہنے لگی۔

"لیکن ڈیڈی......! میں جلدی واپس آؤں گی۔ مجھے ماسٹر کرنا ہے اور میں یہیں آپ کے پاس......"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے بیٹا......!" احسن اسے گلے لگا کر بولے۔

"ابھی آپ کا اپنی مما سے ملنے کو دل چاہ رہا ہے......؟"

"جی......! میں کچھ دن ان کے پاس رہ کر آ جاؤں گی۔" وہ سوچتے ہوئے انداز میں بولی۔

"سچ......؟ سچ ہنی......! آپ آ جائیں گی......؟" سمیر اور سونی خوش ہو گئے۔ وہ اثبات میں سر ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں تیاری کر لوں ڈیڈی......! آپ میری سیٹ بک کروا دیں پھر میں مما کو فون کر دوں گی۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

پھر اگلے دن ائیر پورٹ پر احسن کمال نے اسے رخصت کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹا......! میرا مقصد آپ کو آپ کی مما سے الگ کرنا ہرگز نہیں ہے۔ خود آپ کی مما کی خواہش ہے کہ آپ میرے پاس رہو اس لئے کہ وہ آپ کو شینا سے دور رکھنا چاہتی ہیں۔"

"میں جان گئی ہوں ڈیڈی......! اور میں وہی کچے دھاگے توڑنے جا رہی ہوں جن کے سرے تھام کر شینا آنٹی مجھے اپنی مرضی پر چلایا کرتی تھیں۔" وہ آزردہ ہو گئی تھی۔

"لیکن بیٹا......! آپ یہ مت بھولنا کہ آپ اچھی ماں کی اچھی بیٹی ہیں۔ آپ کی مما نے کبھی لحاظ و مروت کا دامن نہیں چھوڑا۔ آپ بھی کوشش کیجئے گا۔" احسن کمال نے کہہ کر اس کی پیشانی چومی۔

"جی ڈیڈی......! میں کوشش کروں گی لیکن ضروری نہیں ہے کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب بھی ہو جاؤں کیونکہ میرے اندر بہت...... میں آپ کو بتا نہیں سکتی ڈیڈی......! کہ میں کیا محسوس کر رہی ہوں۔ میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں......"

"ریلیکس بیٹا......!" احسن کمال اس کا کندھا تھپک کر بولے۔

"بے شک آپ کا ردعمل فطری ہے لیکن ان سب باتوں سے گیا وقت لوٹ کر نہیں آ سکتا اور آپ گئے وقت پر ملال کرنے کے بجائے آنے والے وقت کو سوچو جو آپ کا ہے۔" اس نے ذرا سا اثبات میں سر ہلایا پھر انہیں خدا حافظ کہہ کر تیزی سے آگے بڑھ گئی تھی۔

○○○

اسے یقین تھا کہ اسے لینے سلمان ہی آئے گا اور وہی سامنے موجود تھا۔ وہ اسے دیکھ کر بے ساختہ مسکرائی حالانکہ سفر میں تمام وقت یہی سوچتی رہی تھی کہ اب وہ مغرور بن کر رہے گی لیکن برسوں کا ناتا تھا۔ اتنی جلدی کہاں وہ خود کو کسی خول میں بند کر سکتی تھی۔ اپنے پرانے انداز میں بولی۔

"مجھے پتا تھا تم ہی آؤ گے کیونکہ گھر میں ایک صرف تم ہی فالتو ہو۔"

"زیادہ اترانے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ یہیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔" سلمان نے دھمکی دینے کے ساتھ اس کا سوٹ کیس بھی اٹھا لیا پھر چلتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"اتنے دن کیوں لگا دیئے......؟ کیا زیادہ دل لگ گیا تھا وہاں......؟"

"پہلے تو نہیں لگا لیکن اب لگنے لگا تھا اور کتنی عجیب بات ہے جب دل لگنے لگا تو میں چلی آئی۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"یہ تم نے اچھا کیا بلکہ عقلمندی کی۔" وہ گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے بولا۔ پھر اس کا سوٹ کیس پچھلی نشست پر رکھ کر خود ڈرائیونگ کی طرف چلا گیا تو وہ بھی بیٹھ گئی۔

"مما کیسی ہیں......؟"

"ٹھیک ہیں......! ہمیشہ کی طرح پرسکون۔ البتہ شینا آنٹی بڑی بیقراری سے تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔" سلمان نے بتایا تو وہ خود کو کچھ کہنے سے باز رکھنے کی خاطر ہونٹ بھینچ کر شیشے سے باہر دیکھنے لگی اور بقیہ راستہ اس کی باتوں پر صرف ہوں ہاں کرنے میں کٹا تھا۔ پھر گھر میں داخل ہوتے ہی وہ مما مما چلاتی ہوئی سیدھی ثوبیہ کے سینے سے جا لگی پھر اس کا گال

چوم کر بولی۔

''مما......! میں آپ کے لئے بہت اداس ہو گئی تھی۔''

''اور ہمارے لئے......؟'' شینا نے اسے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

''ارے......! شینا آنٹی......!'' وہ ثوبیہ کو چھوڑ کر شینا کے گلے لگی لیکن نہ اس کی آواز میں پہلے جیسی کھنک تھی نہ انداز میں گرم جوشی جو غالباً شینا کو محسوس نہیں ہوئی ورنہ ٹھٹکتی ضرور۔ پھر اماں جی، مامی جی، فرح، سدرہ سب سے مل کر وہ ثوبیہ کے پاس بیٹھی اور اس کا ہاتھ ہاتھوں میں لے کر بولی۔

''کتنی کمزور ہو گئیں ہیں آپ......؟''

''ارے......!'' شینا زور سے ہنسی پھر کہنے لگی۔

''تم شاید وہاں ہٹے کٹے لوگوں کو دیکھ کر آ رہی ہو جب ہی ان کے مقابلے میں تمہیں یہ کمزور لگ رہی ہے۔''

''یہ بات نہیں ہے شینا آنٹی......! مما واقعی کمزور ہو گئی ہیں۔'' وہ بہت ضبط سے بولی تھی۔

''اچھا خیر......! تم وہاں کی سناؤ......! کیسا رہا تمہارا ٹور......؟ تمہارے باپ نے کیا کیا داستانیں سنائیں تھیں......؟'' شینا یہ جاننے کو بے چین تھی کہ اس کے سکھائے پر وہ کتنا عمل کر کے آئی ہے۔

''ڈیڈی اور داستانیں......؟ اوہ نو شینا آنٹی......! وہ تو بہت کم بولتے ہیں مما کی طرح۔'' اس نے بظاہر سیدھے سادے انداز میں کہا تھا پھر بھی شینا بری طرح سلگ گئی اور محض ثوبیہ پر یہ جتانے کہ احسن اس کا نہیں ہے صائمہ کے بارے میں پوچھنے لگی۔

''اور وہ کیسی ہے تمہاری سوتیلی ماں......؟ وہ تو اب راج کر رہی ہوگی وہاں......؟''

''جی......!'' وہ اسی قدر کہہ سکی کیونکہ ثوبیہ نے اس کا ہاتھ دبا کر کچھ بھی کہنے سے روکا تھا اور اب تو وہ اس کی بات ہنس کر ٹال سکتی تھی۔

''اس ڈائن کے ساتھ شروع ہی سے تمہارے باپ کا چکر تھا جب ہی فوراً اسے لے آیا۔ پتا نہیں پہلے کیا رکاوٹ تھی......؟ اگر پہلے ہی اس سے شادی کر لیتا تو ثوبیہ کی زندگی تو نہ تباہ ہوتی۔'' شینا بولے جا رہی تھی پھر اس کے چہرے پر اکتاہٹ دیکھ کر فوراً پینترا بدل گئی۔

''لو میں بھی کیسی پاگل ہوں۔ ابھی تو تم سفر سے تھکی ہوئی آئی ہو۔ جاؤ کچھ دیر آرام کر لو۔'' اور وہ بھی چاہ رہی تھی فوراً اٹھ کر چلی گئی تب شینا تشویش ظاہر کرتے ہوئے بولی تھی۔

''پتا نہیں کیا سکھا کر بھیجا ہے باپ نے......؟ بدلی بدلی لگ رہی ہے۔'' ثوبیہ نے ذرا سا سر ہلانے پر اکتفا کیا کیونکہ محسوس وہ بھی کر رہی تھی لیکن اس کے اندر تشویش نہیں اطمینان تھا۔

○ ○ ○

اس نے اوپر آتے ہی پہلے خیریت سے پہنچ جانے کی اطلاع دینے کے لئے کراچی فون کیا تو ادھر سے علی نے فون اُٹھایا تھا۔

''میں لائبہ بات کر رہی ہوں۔'' اس نے ہیلو کے جواب میں کہا تو پوچھنے لگا۔

''خیریت سے پہنچ گئیں آپ......؟''

''جی......! ڈیڈی کہاں ہیں......؟''

''وہ اور آنٹی ابھی باہر گئے ہیں۔''

''اچھا ٹھیک ہے......! آپ انہیں بتا دیجئے گا مجھے سفر میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ آرام سے پہنچ گئی ہوں۔'' اس نے کہہ کر فون رکھ دیا پھر منہ ہاتھ دھو کر چائے بنا رہی تھی کہ ثوبیہ آ گئی اور اسے کچن میں دیکھ کر حیرت سے بولی۔

''ارے......! تم آتے ہی کیا کرنے لگیں......؟''

''چائے بنا رہی ہوں مما......! آپ بھی پئیں گی ناں......؟'' اس نے رنگ سے مگ اتارتے ہوئے جواب کے ساتھ پوچھا۔

''پی لوں گی۔ اپنی شینا آنٹی کے لئے بھی بنا دو۔ وہ بھی آ رہی ہیں۔'' ثوبیہ نے کہا تو وہ

ایک دم اس کی طرف پلٹ کر بولی۔

"آہستہ بولیں مما......! ڈیڈی یہ نام سننا نہیں چاہتے۔"

"کیا مطلب......؟ کون سا نام......؟" ثوبیہ بالکل نہیں سمجھی تھی۔

"شینا آنٹی کا۔" وہ ہنسی پھر ثوبیہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بتانے لگی۔

"ایک بار میں فون پر شینا آنٹی کے ساتھ بات کر رہی تھی تو ڈیڈی نے فون بند کر کے کہا کہ وہ اپنے گھر میں اس خاتون کا نام نہیں سننا چاہتے۔"

"اور......اور کیا کہا......؟" ثوبیہ کا انداز کھویا ہوا تھا۔

"اور تو کچھ نہیں......!" وہ پھر بے نیاز بن گئی اور پلٹ کر مگوں میں چائے ڈالنے لگی۔ تب ہی شینا کی آواز آنے لگی تو ثوبیہ کچن سے نکل گئی۔

"کتنا ڈرتی ہیں مما......!" اس نے تاسف سے سر جھٹکا پھر چائے لے کر اندر آتے ہی کہنے لگی۔

"شینا آنٹی......! اب میں فریش ہو گئی ہوں۔ آپ سے ڈھیروں باتیں کروں گی۔"

"میں بھی تمہارے لئے ہی آئی ہوں۔" شینا نے اپنے انداز سے جتایا۔

"میں جانتی ہوں ایک آپ ہی تو ہیں جن سے میں ہر بات کہہ سکتی ہوں۔ مما تو درمیان میں ٹوک دیتی ہیں۔" اس نے اپنے پہلے والے انداز میں بات کی تو شینا خوش ہو گئی جبکہ ثوبیہ پھر خائف ہونے لگی تھی۔

"تمہاری ماں تو بے وقوف ہے۔" شینا نے اس کے ہاتھ سے چائے کا مگ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں......! ڈیڈی بھی یہی کہہ رہے تھے۔ مما نے آپ کے ساتھ رہ کر بھی کچھ نہیں سیکھا۔ نہ ہوشیاری، نہ چالاکی۔ اگر یہ آپ جیسی ہوتیں تو اپنے گھر میں ہوتیں۔" اس نے بظاہر تعریف کے انداز میں کہا جس پر شینا فخریہ بولی۔

"یہ مجھ جیسی کہاں ہو سکتی ہے......؟"

"اللہ نہ کرے جو کوئی آپ جیسا ہو۔" اس نے سوچا اور چائے کا مگ ہونٹوں سے لگا کر ثوبیہ کو دیکھنے لگی جس کے چہرے پر اس کی سادگی کے باعث اب بھی بڑی ملائمت تھی اور اس کے برعکس شینا خرانٹ نظر آئی تھی۔

"اور پتا ہے شینا آنٹی......! ڈیڈی آپ کی بہت تعریف کر رہے تھے۔" وہ چائے کا سپ لے کر کہنے لگی۔

"کہہ رہے تھے جب میں نے پہلی بار شینا کو دیکھا تو بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ بہت حسین تھی۔ پھر پوچھنے لگے۔ کیا اب بھی ویسی ہے......؟"

"تم نے کیا کہا......؟" شینا نے خوشی ظاہر نہیں کی لیکن تفخر انتہا کو چھو رہا تھا۔

"میں نے کہا میری شینا آنٹی پہلے سے زیادہ حسین، پہلے سے زیادہ اسمارٹ ہیں۔" اس پر ڈیڈی حیران رہ گئے۔ اس نے بتایا تو شینا پوچھنے لگی۔

"اور وہ خود کیسے ہیں......؟"

"پہلے آپ بتائیں اس وقت وہ کیسے تھے جب آپ نے انہیں پہلی بار دیکھا تھا......؟" وہ جانے کیا اُگلوانا چاہ رہی تھی کہ ثوبیہ کی تنبیہی نظریں نظر انداز کر گئی اور شینا کے نزدیک تو شروع ہی سے ثوبیہ کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اب بھی اس کی موجودگی کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ بڑے آرام سے بولی۔

"میں کسی کی تعریف کرتی تو نہیں ہوں لیکن تمہارا باپ واقعی گریٹ پرسنالٹی کا مالک تھا۔"

"اب بھی صرف پرسنالٹی کے لحاظ سے ہی نہیں ہر لحاظ سے گریٹ ہیں لیکن میں نے انہیں بہت تنگ کیا۔ جیسا آپ نے کہا تھا۔ سب کو پریشان کیا۔ دھڑلے سے رہی اور ڈیڈی کے جو بچے ہیں سونی اور سمیرا انہیں تو میں خاطر میں ہی نہیں لاتی تھی۔" وہ شینا کو خوش کرنے کی خاطر جوش سے بولے جا رہی تھی کہ ثوبیہ نے ٹوک دیا۔

"لائبہ......! یہ ایسی باتیں نہیں ہیں جن پر تمہیں شاباش دی جا سکے۔"

''دیکھا شینا آنٹی......! اماتو کے بغیر رہ ہی نہیں سکتیں۔ بس اب چھوڑیں۔ جب میں آپ کے گھر آؤں گی تو ساری باتیں بتاؤں گی۔'' وہ بظاہر غصے کا اظہار کرتی خالی گلاس لے کر کمرے سے نکل گئی۔

○○○

وہ ہمیشہ سے تو یہاں نہیں تھی لیکن اس کے جانے کے بعد یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ہمیشہ سے یہیں اسی گھر میں رہ رہی تھی جب ہی اس کا جانا بری طرح محسوس ہو رہا تھا۔ صرف احسن کمال کو ہی نہیں اور سب کو بھی اور یہ بڑی عجیب سی بات تھی کیونکہ اس نے محبتوں کے جھنڈے نہیں گاڑے تھے۔ مستقل سب سے متنفر اور اکھڑی اکھڑی ہی رہی تھی۔ اپنا دل چاہا تو بات کر لی ورنہ نو لفٹ۔ اس کے باوجود سونی اور سمیر اس کے جانے سے اداس ہو گئے تھے اور اس گھر میں ایک اور فرد بھی تھا جس کے ساتھ اس کا رویہ انتہائی ہتک آمیز تھا اور جس کی تذلیل کرنے میں اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اس کے باوجود وہ نہ صرف اسے مس کر رہا تھا بلکہ اپنے آپ میں گلٹی فیل بھی کر رہا تھا۔ شاید اس لئے کہ باقی سب کی طرح وہ بھی اس کی فیلنگز سمجھتا تھا۔ اس لئے اسے الزام دینے کے بجائے خود کو مجرم سمجھنے لگا تھا۔ بہرحال اس وقت وہ سونی اور سمیر کی فرمائش پر انہیں آئس کریم کھلانے لایا تھا۔ تمام راستہ وہ دونوں لائبہ کی باتیں کرتے رہے تھے اور اب بھی وہی موضوع تھی۔

''ہنی کو جانا نہیں چاہئے تھا۔'' سمیر کی ہر بات اسی جملے پر ختم ہو رہی تھی اور اب تو اس نے اچانک علی کو مخاطب کر لیا تھا۔

''آپ بتائیں علی بھائی......! ہنی کو جانا چاہئے تھا کہ نہیں......؟''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں......؟'' علی نے ذرا سا کندھے اُچکا کر گویا دامن بچانے کی کوشش کی تھی۔

''اپنا خیال بتائیں......!'' سونی نے اصرار کیا تو وہ چند لمحے سوچنے کے بعد کہنے لگا۔

''میرا خیال ہے تم لوگ خواہ مخواہ اُلجھ رہے ہو۔ وہ اپنے بارے میں بہتر سوچ سمجھ سکتی

ہیں۔''

''کچھ تو مسئلہ ہے کہ وہ سوچے سمجھے بنا غلطی کر رہی ہیں اور انہیں احساس بھی نہیں ہے۔'' سمیر نے فوراً اپنی بات پر زور دے کر کہا تو کتنی دیر تک علی اسے دیکھتا رہ گیا کیونکہ وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا۔

''سمیر......! تم اپنی عمر سے بڑی باتیں نہیں کرنے لگے......؟'' علی نے مسکرا کر کہا۔

''اس بات کو چھوڑیں علی بھائی......! یہ بتائیں ہنی کو احساس کیسے دلایا جائے......؟''

سمیر کے سنجیدہ ہونے پر علی خاصا محظوظ ہوا پھر دھیرج سے کہنے لگا۔

''تم ایسی کوشش مت کرنا سمیر......! ورنہ وہ ضد میں آ جائے گی۔ بہتر یہی ہے کہ اسے خود سمجھنے دو اور اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔''

''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں......؟''

''محبت میں بڑی طاقت ہے۔ اپنا آپ منوا کر رہتی ہے۔ تم کیا سمجھے ہو لائبہ وہاں جا کر تمہیں بھول جائے گی......؟ نہیں......! اسے تمہاری محبتیں یاد آئیں گی اور محبتوں کے جواب میں اپنا رویہ سوچ کر وہ خوش نہیں ہو گی۔ اپنے آپ سے نادم ہو گی اور پھر اپنے رویے کی تلافی کرنے دیکھنا وہ ضرور آئے گی۔'' وہ بولتے ہوئے کھو سا گیا تھا اور جانے سمیر کو سمجھا رہا تھا یا خود اپنے آپ کو۔ پھر ایک دم چونک کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

''چلو بہت دیر ہو گئی۔ گھر میں انکل آنٹی پریشان ہو رہے ہوں گے۔''

''آپ ساتھ ہیں تو پریشانی کیسی......؟'' سمیر نے کہا لیکن وہ ان سنی کر کے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا اور بل پے کر کے وہیں سے انہیں اشارہ کرتا ہوا باہر نکل آیا کیونکہ وہ خود کو چھپانے کا فن نہیں جانتا تھا۔ اس لئے کچھ خائف سا ہو گیا تھا کہ کہیں اس کے اندر سے ابھارتی بے نام سے آرزوئیں سمیر اور سونی پر عیاں نہ ہو جائیں۔

اور اس رات غیر ارادی طور پر وہ اپنے اندر جھانکتے ہی حیران ہو گیا کہ وہ لڑکی جسے اس گھر میں اس کا وجود بھی گوارا نہیں تھا اور جس نے پہلے مقام پر ہی اسے ہرٹ کیا تھا وہ

دھڑلے سے اس کے اندر دل کی راہ داری میں دندناتی پھر رہی تھی۔

"لائبہ......!" وہ کتنی دیر سناٹے میں رہا پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کی آہٹیں محسوس کرتے ہوئے دھیرے سے مسکرا رہا تھا۔

○ ○ ○

وہ محسوس کر رہی تھی کہ ثوبیہ اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی ہے اور اس کے انتظار میں لیٹی ہے کہ کب وہ اس کے برابر آ کر لیٹے گی لیکن وہ جانے کس موڈ میں تھی یا دل میں کیا ٹھان چکی تھی کہ ثوبیہ کو سو جانے کا کہا اور لائٹ آف کر کے کمرے سے نکل آئی۔ درمیانی تاریخوں کے چاند نے پوری چھت کو منور کر دیا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی چھت کے بیچوں بیچ آ کھڑی ہوئی اور سر اونچا کر کے چاند کو دیکھتے ہوئے اُلٹے پیروں پیچھے ہٹتے ہوئے خود کو دیوار کے ساتھ لگایا تھا کہ ایک دم اُچھل کر ہٹی اور سلمان کو کھڑے دیکھ کر پہلے ہونٹ بھینچے پھر ضبط سے بولی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو......؟"

"تمہارا انتظار......!" وہ مسکرایا۔

"کیوں......؟"

"کیوں......؟ کیا تمہیں اچھا نہیں لگا......؟" سلمان نے ٹوکا پھر کہنے لگا۔

"میں محسوس کر رہا ہوں لائبہ......! جب سے تم اپنے باپ کے پاس سے ہو کر آئی ہو بدلی بدلی ہو۔"

"میں نہیں بدلی۔ تم سب کی سوچیں بدل گئی ہیں۔ پتا نہیں اپنے آپ کیا فرض کر لیا ہے تم لوگوں نے......؟" وہ ناراضگی سے بولی تھی۔

"اچھا......! موڈ خراب مت کرو ورنہ چاند چھپ جائے گا۔" سلمان نے فوراً مصالحانہ انداز اختیار کیا تو وہ دیار کے ساتھ لگ کر پھر چاند کو دیکھنے لگی۔

"سنو......!" وہ قریب ہو کر دھیرے سے بولا۔

"میں نے ہر پل تمہیں مس کیا۔ آئندہ مت جانا۔"

"کہاں......؟" وہ بے دھیانی میں اسے دیکھنے لگی۔

"اپنے باپ کے پاس......!" سلمان نے کہا تو یکلخت اس کے اندر ابال اٹھنے لگا جس پر بمشکل بند باندھ کر بولی۔

"نہیں جاؤں گی لیکن میری ایک شرط ہے۔"

"کیا......؟" وہ سوالیہ نشان بن گیا۔

"تم بھی اپنا باپ چھوڑ دو۔" وہ آرام سے بولی اور وہ اُچھل پڑا۔

"کی...... کیا مطلب ہے تمہارا......؟"

"ارے......! کوئی مشکل بات تو نہیں کی میں نے یا تمہارے لئے مشکل ہے......؟ آئی مین باپ چھوڑنا......؟" اس کا انداز ہنوز ویسا ہی تھا۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو......؟" سلمان ٹھٹکا تھا۔

"کچھ نہیں......!" وہ بے پروائی سے کہہ کر جانے لگی تھی کہ ایک دم سلمان نے اس کا بازو تھام کر کھینچ لیا۔ خاصا جارحانہ انداز تھا جب ہی اس کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکل گئی پھر غصے سے بولی تھی۔

"یہ کیا طریقہ ہے......؟"

"پہلے میری بات کا جواب دو۔ محبت میں یہ سودے بازی کہاں سے آ گئی......؟ کس نے سکھائی تمہیں یہ سودے بازی......؟ بتاؤ......!" وہ اسے جھنجھوڑ رہا تھا اور اندر ثوبیہ نے لائبہ کی چیخ سنی تھی۔ گھبرا کر اٹھی اور جیسے ہی کمرے کا دروازہ کھولا سامنے ان دونوں کو دیکھ کر اس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔ بمشکل اپنی ساری توانائیاں صرف کر کے وہ پکار پائی تھی۔

"لائبہ......!"

⊖ ⊖ ⊖

ثوبیہ کی پکار پر وہ دونوں اپنی جگہ سن ہو گئے تھے۔

"لائبہ......!" ثوبیہ نے دوبارہ پکارا تب جیسے ہوش میں آ کر سلمان نے اس کا بازو چھوڑ دیا پھر تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا چلا گیا اور وہ بمشکل خود کو گھسیٹتی ہوئی ثوبیہ کے قریب آ کر رک گئی۔

"مجھے تم سے یہ اُمید نہیں تھی۔" ثوبیہ کے لہجے میں انتہائی دُکھ، تاسف اور اس کے لئے ملامت تھی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا مما......!" وہ تڑپ کر ثوبیہ کے گلے لگنا چاہتی تھی لیکن وہ پیچھے ہٹ کر رخ موڑ گئی۔

"مما......! میری بات سنیں......! میں نے سلمان کو نہیں بلایا تھا۔ وہ خود پتا نہیں کب آیا۔ مجھے کچھ نہیں پتا۔" اس نے سامنے آ کر ثوبیہ کو کندھوں سے تھام لیا۔

"یہ بھی نہیں پتا کہ وہ اس وقت کیوں آیا تھا......؟" ثوبیہ نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ جیسے زچ ہو کر بولی۔

"ہمیشہ کی طرح مجھے میرے باپ سے بدظن کرنے کہ میں آئندہ وہاں نہ جاؤں۔"

"تم نے کیا کہا......؟" ثوبیہ کی کھوجتی ہوئی نظریں اس پر جم گئی تھیں۔

"کچھ نہیں......! مجھے کسی سے کچھ نہیں کہنا اور بس جو میرا دل چاہے گا میں وہی کروں گی۔" وہ ناراضی سے کہتی ہوئی کمرے میں داخل ہو کر بیڈ پر جا بیٹھی تو ثوبیہ اس کے قریب آتے ہوئے بولی۔

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تم نے ہمیشہ اپنی من مانی کی ہے۔"

"ہاں......! من مانی کی ہے کیونکہ آپ نے کبھی مجھے حقیقت نہیں بتائی۔" وہ تیز ہو کر بولی۔

"بتا بھی دیتی تو تم کون سا یقین کر لیتیں۔ تم نے ہمیشہ شینا کی باتوں کا یقین کیا ہے۔ میری کسی بات کو کبھی اہمیت ہی نہیں دی۔" ثوبیہ نے دُکھ سے کہا تو وہ اس کے ہاتھ آنکھوں سے لگا کر رو پڑی۔

"بہت بری ہوں میں۔ بہت دُکھ دیئے ہیں میں نے آپ کو۔"

"نہیں بیٹا......!" ثوبیہ اس کے رونے سے ایک دم پریشان ہو گئی۔

"میں نے اپنے نصیب کے دُکھ جھیلے ہیں۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔"

"کیسے نہیں......؟ سب سے زیادہ قصوروار میں ہوں۔ آپ کا دکھ سمجھنے کے بجائے اُلٹا آپ کو الزام دیتی رہی۔ میں بہت بری ہوں مما......! بہت بری ہوں۔" وہ اور شدت سے رونے لگی۔

"لائبہ......! میری بچی......!" ثوبیہ نے اسے بانہوں میں بھر لیا۔

"بیٹا......! مجھے سب سے زیادہ دکھ تمہارے رونے سے ہوتا ہے۔"

"اب نہیں روؤں گی۔" اس نے بڑی سعادتمندی سے فوراً ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ ڈالیں تو ثوبیہ کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔ اس کی پیشانی چوم کر بولی۔

"چلو اب سو جاؤ......!"

"آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں......؟" اس نے پوچھا تو ثوبیہ قصداً مسکرائی۔

"نہیں بیٹا......! میں تم سے ناراض ہو ہی نہیں سکتی۔"

"میرا خیال ہے مما......! آپ کسی سے ناراض نہیں ہو سکتیں۔ ورنہ شینا آنٹی نے جو کچھ آپ کے ساتھ کیا اس کے بعد تو آپ کو کبھی ان سے بات ہی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ آپ کی جگہ اگر میں ہوتی تو......"

"بس بیٹا......!" ثوبیہ نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا پھر پوچھنے لگی۔

"تمہیں سب کس نے بتایا......؟ تمہارے ڈیڈی نے......؟"

"نہیں......! ڈیڈی بھی آپ کی طرح ہیں۔ کچھ نہیں کہتے۔ بس آپ کی تعریف کرتے ہیں جیسے آپ ان کی۔" وہ کہہ کر یوں ہنسی جیسے کتنی عجیب بات ہے۔

"پھر تمہیں کس نے بتایا......؟" ثوبیہ نے اُلجھ کر پوچھا۔

"ابرار ماموں نے۔" اس نے کہا تو ثوبیہ حیران ہوئی۔

"ابرار بھائی......! وہ تمہیں کہاں ملے......؟"

"وہیں کراچی میں۔ ڈیڈی مجھے شاپنگ پر لے گئے تھے وہیں ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے اپنے گھر آنے پر بہت اصرار کیا تھا پھر میں ایک دن ان کے گھر گئی تھی۔ سارا دن وہیں رہی۔ بہت اچھے ہیں ابرار ماموں۔ ان کی ساری فیملی بہت اچھی ہے۔" وہ ابرار کی فیملی کی تعریف کرتے ہوئے اصل بات سے ہٹ گئی تھی اور ایسا اس نے جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔ بس خود ہی ذہن ٹھیک ہو گیا تھا۔

"ابرار بھائی بھی بس......" ثوبیہ اصل بات میں الجھی ہوئی تھی۔ تب وہ چونک کر کہنے لگی۔

"بہت اچھا کیا ابرار ماموں نے۔ میرے حق میں اچھا ہوا مما......! ورنہ میں ہمیشہ ڈیڈی سے نفرت کرتی رہتی اور ابھی تو میں ان سے کہہ آئی ہوں کہ میں جلدی واپس آؤں گی۔ میرا مطلب ہے میں وہیں جا کر ماسٹر کروں گی۔ آپ اجازت دیں گی ناں......؟"

آخر میں اس نے ثوبیہ کے گلے میں بانہیں ڈال کر پوچھا تو ثوبیہ اس کا گال تھپک کر بولی۔

"میں کیوں منع کروں گی بیٹا......!"

"بس ٹھیک ہے......! میں صبح ہی ڈیڈی کو فون کر کے کہہ دوں گی کہ وہاں جیسے ہی ایڈمشن شروع ہوں مجھے بلا لیں۔"

"اچھی بات ہے......! ابھی تو لائٹ آف کرو۔"

"آپ کو نیند آ رہی ہے......؟" اس نے اُٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں......؟ تم نہیں سوؤ گی......؟"

"میں بھی سو رہی ہوں۔" اس نے فوراً بڑھ کر لائٹ آف کی پھر تکیہ لے کر ثوبیہ کے برابر میں لیٹ گئی اور بظاہر آنکھیں بند کر لیں لیکن اس کا ذہن سلمان کی طرف بھٹک گیا تھا۔

○○○

کتنی رات بیت گئی تھی اور سلمان ابھی تک ٹہل رہا تھا کیونکہ اس کا ذہن اس بری طرح چیخ رہا تھا۔ کتنے شوق سے وہ لائبہ کے پاس گیا تھا کہ اسے اس کے بنا گزرے دنوں کا احوال سنائے گا اور پھر اس سے پوچھے گا کہ اس سے دور جا کر اس نے کیسا محسوس کیا لیکن آگے لائبہ۔

"کیا ہو گیا ہے اسے......؟" اس نے سگریٹ سلگا لی۔

"وہ ایسی تو نہیں تھی۔ کبھی مجھ سے ایسی باتیں نہیں کی تھیں۔ اب کیسے کہہ رہی تھی تم اپنا باپ چھوڑ دو......؟ اس نے یہ بات کیوں کی......؟ کیا مقصد تھا اس کا......؟ سودے بازی یا مجھے ہرٹ کرنا......؟" وہ خود سے اُلجھ رہا تھا پھر تھک کر لائٹ آف کر کے لیٹ گیا لیکن نیند کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ کل تک لائبہ کے آنے کی خوشی میں نیند نہیں آ رہی تھی اور آج اس کی باتوں نے نیند اُڑا دی تھی۔ اس نے کروٹ بدل کر سختی سے آنکھیں بند کیں لیکن سماعتوں میں وہ ہنس رہی تھی۔

"تم اپنا باپ چھوڑ دو......!"

"کیا کروں......؟" وہ جھٹکے سے اُٹھ بیٹھا تو اچانک شینا کا خیال آ گیا۔
"شینا آنٹی......! ہاں شینا آنٹی سے بات کروں گا۔ وہی کچھ کریں گی۔" وہ پھر اسی نہج پر سوچتا ہوا سو گیا تھا۔

اگلی صبح آفس جانے کے بجائے وہ سیدھا شینا کے گھر چلا آیا اور لاؤنج میں داخل ہوتے ہی بے اختیار اونچی آواز میں پکار اُٹھا۔

"شینا آنٹی......!"

شینا وہی لاؤنج ہی میں بیٹھی اخبار دیکھ رہی تھی۔ اس کے پکارنے پر اخبار سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"تم آج آفس نہیں گئے......؟"

"آفس ہی جا رہا ہوں لیکن آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے لائبہ کے بارے میں۔" وہ تیز قدموں سے آ کر شینا کے سامنے بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا لائبہ کو......؟ اچھی بھلی تو ہے۔" شینا نے اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے بے نیازی سے کہا۔

"کیا اچھی بھلی ہے......؟ آپ نے غور نہیں کیا......؟ جب سے وہ اپنے باپ سے مل کر آئی ہے کتنی بدلی ہوئی لگ رہی ہے......؟" اس نے جھنجلا کر کہا تو شینا پرسوچ انداز میں سر ہلا کر بولی۔

"ہاں......! بدل تو وہ گئی ہے۔ میرے ساتھ بھی......"

"آپ کے ساتھ کیا......؟" وہ بے صبری سے ٹوک گیا۔

"بتائیں ناں شینا آنٹی......! آپ کے ساتھ کیا کیا اس نے......؟"

"ٹھیک سے بات نہیں کی اور کچھ طنز بھی کر رہی تھی۔ شاید اس کے باپ نے سکھا کر بھیجا ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں شینا آنٹی......! کل اس کی باتوں سے میں نے بھی یہی

اندازہ لگایا ہے۔"

"نادان ہے وہ۔ بھول رہی ہے کہ اس کا باپ اس کے ساتھ فیئر نہیں ہے۔ جو شخص بیوی کا نہیں ہوا وہ بیٹی کا کیسے ہو سکتا ہے......؟" شینا پھر سلگ رہی تھی۔

"یہی بات میں بھی اسے سمجھانا چاہتا تھا لیکن کل تو اس نے حد کر دی شینا آنٹی......! جب میں نے اس سے کہا کہ آئندہ اپنے باپ کے پاس مت جانا تو پتا ہے کیا کہا اس نے......؟"

"کیا......؟" شینا سوالیہ نشان بن گئی۔

"کہنے لگی ٹھیک ہے نہیں جاؤں گی۔ اس شرط پر کہ تم بھی اپنا باپ چھوڑ دو۔" سلمان نے بتایا تو شینا اُچھل پڑی۔

"کیا......؟ یہ کہا اس نے......؟ اتنی تیز ہو گئی ہے......؟ چند دن باپ کے پاس رہ کر اس جیسی مکاری سیکھ گئی۔"

"میں کیا کروں شینا آنٹی......! رات بھر سو نہیں سکا۔ اس کی بات ذہن پر ہتھوڑے برساتی رہی اور مجھے دکھ بھی بہت ہوا۔" سلمان خاصا دلبرداشتہ ہو رہا تھا۔

"تم فکر مت کرو۔ میں اس کے باپ کے ارادوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔" شینا دانت پیس کر بولی تھی۔

"آپ......! آپ کیا کریں گی......؟" وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ خیر تم یہ بتاؤ ناشتہ کر کے آئے ہو......؟" شینا اپنے ارادے ظاہر کرنے کے بجائے موضوع چینج کر کے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں......! میرا بالکل دل نہیں چاہ رہا۔" اس نے ایک طرح سے ناشتے کو منع کر دیا۔

"آفس جاؤ گے......؟"

"جی......!"

"ٹھیک ہے......! تم آفس جاؤ میں ناشتے کے بعد ثوبیہ کے پاس جاؤں گی اور سنو......! تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لائبہ پر چند دن باپ کا اثر رہے گا پھر ٹھیک ہو جائے گی۔" شینا اسے تسلی دیتی ہوئی آگے بڑھ گئی اور وہ باہر نکل آیا تھا۔

○○○

"علی......علی کہاں ہے......؟" احسن نے بیٹھتے ہی علی کی خالی چیئر دیکھ کر صائمہ سے پوچھا تو وہ ان کے سامنے سلائس کی پلیٹ رکھتے ہوئے بولی۔

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ کچھ حرارت ہو رہی ہے۔"

"ارے......! کب سے......؟"

"رات میں کچھ سست لگ رہا تھا۔ شاید اسی وقت بخار ہو گیا لیکن اس نے بتایا ہی نہیں۔ اپنی طرف سے بہت بے پروائی کرتا ہے۔" صائمہ علی کو سخت سست کہنے لگی۔

"یہ اچھی بات نہیں ہے۔ بہر حال ڈاکٹر کو فون کر دینا اور ابھی اسے اٹھا کر کچھ کھلا دو۔" احسن نے کہا۔ پھر سمیر اور سونی کو دیکھ کر بولے۔

"ناشتہ کرو بیٹا......!"

"ڈیڈی......! رات ہم نے ایک پروگرام بنایا ہے۔" سمیر جیسے احسن کے متوجہ ہونے کا منتظر تھا۔ فوراً بولا۔

"کیا پروگرام......؟" احسن نے اس کا اشتیاق دیکھتے ہوئے دلچسپی ظاہر کی۔

"علی بھائی کی شادی......!" سمیر کے پرجوش انداز پر احسن کے ساتھ صائمہ بھی بے ساختہ مسکرائی۔

"پروگرام تو اچھا ہے۔ واقعی اب علی کی شادی ہو جانی چاہئے۔ کیوں صائمہ......!" احسن نے تائید کے ساتھ صائمہ کو دیکھا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔

"ہونی تو چاہئے......!"

"بس تو مما......! ہم تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ میں بہت ساری شاپنگ کروں گی

اور اپنی تمام فرینڈز کو بلاؤں گی۔" سونی نے خوش ہو کر کہا تو سمیر اسے ٹوک کر بولا۔

"جی نہیں......! پہلے علی بھائی کے لئے لڑکی ڈھونڈی جائے گی۔"

"اچھا چلو۔ ناشتہ کرو۔ کالج نہیں جانا کیا......؟" صائمہ نے ان کے سامنے چائے رکھتے ہوئے کہا تو دونوں جلدی جلدی ناشتہ کرنے لگے پھر احسن کے ساتھ ہی چلے گئے۔

تب صائمہ چائے کے ساتھ بسکٹ لے کر علی کے کمرے میں آ گئی۔ علی اٹھ چکا تھا۔ صائمہ کو آتے دیکھا تو بیٹھ بھی گیا۔

"آپ نے کیوں زحمت کی آنٹی......! میں بس ابھی آ رہا تھا۔"

"کیسی طبیعت ہے تمہاری......؟" صائمہ اس کی بات یکسر ان سنی کر گئی۔

"رات کوئی ٹیبلٹ لے لیتے تو بخار تو نہ ہوتا۔"

"بھول گیا تھا۔ خیر کوئی اتنا تیز بخار نہیں ہے۔"

"پھر بھی ڈاکٹر کو ضرور دکھا دینا۔ احسن تو کہہ گئے ہیں کہ میں ڈاکٹر کو فون کر دوں۔"

صائمہ چائے کی ٹرے اسے تھما کر کھڑکی سے پردے سمیٹنے لگی۔

"نہیں آنٹی......! ڈاکٹر کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود چلا جاؤں گا۔" اس نے کہہ کر چائے کا کپ پیا پھر پوچھنے لگا۔

"سونی اور سمیر کالج چلے گئے......؟"

"ہاں......! احسن کے ساتھ ہی گئے ہیں اور پتا ہے ابھی دونوں کیا کہہ رہے تھے......؟" صائمہ کہتے ہوئے اس کے سامنے آئیں تو وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"دونوں تمہاری شادی کی بات کر رہے تھے۔" صائمہ کی مسکراہٹ پر وہ قدرے جھینپ گیا۔

"اچھا......!"

"ہاں......! اور میں بھی کافی دنوں سے یہی سوچ رہی ہوں۔ تم ماشاء اللہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو چکے ہو۔ اب تمہاری شادی......" صائمہ کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ وہ

بول پڑا۔

''ابھی نہیں آنٹی......!''

''کیوں......؟'' صائمہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

''ابھی کیوں نہیں......؟ میرا خیال ہے یہی مناسب وقت ہے۔ ویسے تم کیوں منع کر رہے ہو......؟''

''کسی خاص وجہ سے نہیں۔'' وہ کچھ کنفیوز ہو گیا تھا۔

''جب کوئی وجہ نہیں ہے تو پھر تمہیں منع بھی نہیں کرنا چاہئے......؟'' صائمہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی تھی پھر کہنے لگی۔

''میری نظر میں ایک دو لڑکیاں ہیں لیکن ان کا نام لینے سے پہلے میں تم سے پوچھوں گی کہ اگر تمہاری کوئی پسند ہو تو بتا دو۔''

''میری پسند......؟'' صائمہ نے اصرار سے کہا تو چونکنے کے ساتھ اس کے سینے سے آپ ہی آپ گہری سانس خارج ہوئی۔ پھر افسردگی سے بولا تھا۔

''کوئی فائدہ نہیں آنٹی......! کیونکہ وہ شاید مجھے پسند نہیں کرتی۔''

''کون......؟'' صائمہ نے خود محسوس کیا تھا کہ جیسے ایک نام سننے کے لئے اس کا روم روم سماعت بن گیا تھا۔

''لائبہ......!'' وہ اس کا نام لیتے ہوئے نظریں چرا گیا تھا اور صائمہ کتنی دیر اسے دیکھتی رہی۔ پھر کہنے لگی۔

''وہ ہم میں سے کسی کو بھی پسند نہیں کرتی بیٹا......! اور اس کی وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے پھر بھی میں احسن سے بات کروں گی۔''

''نہیں آنٹی......!'' وہ فوراً بول پڑا۔

''ابھی آپ انکل سے بات نہ کریں۔''

''کیوں......؟''

''پہلے لائبہ کو آنے دیں اور جب تک اس کے دل سے کدورتیں صاف نہیں ہو جاتیں ایسی کوئی بات نہیں ہونی چاہئے۔'' علی نے کہا تو صائمہ مایوسی سے بولی۔

''مجھے نہیں لگتا بیٹا......! کہ اس کے دل میں ہمارے لئے کوئی گنجائش پیدا ہو گی۔''

''تھوڑا انتظار کرنے میں کیا حرج ہے......؟'' علی نے جیسے التجا کی تھی۔

''اس کا مطلب ہے تم اس کے لئے سنجیدہ ہو......؟'' صائمہ بے ساختہ مسکرائی۔ پھر کہنے لگی۔

''مجھے تمہاری خوشی چاہئے اور اس کے لئے تھوڑا کیا میں زیادہ انتظار بھی کر سکتی ہوں۔''

''تھینک یو......!'' وہ ممنونیت سے مسکرایا تھا۔

○○○

شینا حسب عادت آتے ہی شروع ہو گئی تھی۔

''ہاں ثوبی......! اب تو لائبہ آ گئی ہے۔ تم نے بات کر لی ہو گی اس سے......؟ پھر کیا طے کیا......؟''

''کس بارے میں......؟'' ثوبیہ واقعی نہیں سمجھی تھی۔

''لائبہ اور سلمان کی شادی۔ میں تو کہتی ہوں اب دیر نہیں کرو۔ سلمان ماشاءاللہ اچھا کمانے لگا ہے اور لائبہ بھی بی۔اے کر چکی ہے۔'' شینا روانی سے بولے گئی۔

''ہاں......! لیکن لائبہ ابھی مزید پڑھنا چاہتی ہے۔'' ثوبیہ نے اندر ہی اندر جز بز ہوتے ہوئے کہا تو شینا چمک کر بولی۔

''تو ٹھیک ہے......! شادی کے بعد پڑھ لے گی۔''

''نہیں شینا......! شادی کے بعد مشکل ہو جاتی ہے اور پھر شاید بھابی بھی پسند نہیں کریں گی کہ ان کی بہو گھر داری سنبھالنے کے بجائے یونیورسٹی جوائن کرے۔'' ثوبیہ خود پر بہت ضبط کرتے ہوئے بولی تھی۔

"بھابی کی پسند ناپسند چھوڑو۔" شینا نے مزید تیز ہو کر ابھی اس قدر کہا تھا کہ وہ بول پڑی۔

"بھابی کی پسند ناپسند کو کیوں چھوڑوں......؟ سلمان ان کا بیٹا ہے اور پتا نہیں انہوں نے اس کے بارے میں کیا سوچ رکھا ہے۔ ہوسکتا ہے وہ فرح، سدرہ کی شادی کرنے کے بعد اس کا سوچیں۔ اس کا فیصلہ وہ خود کریں گی۔ میں یا تم نہیں۔" ثوبیہ نے حتی الامکان اپنے لہجے پر قابو پا کر اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی ورنہ حقیقت تو یہ تھی کہ اب ثوبیہ کا دل چاہتا تھا شینا سے صاف کہہ دے کہ تمہیں میرے معاملات میں بولنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن بیٹر لحاظ و مروت کا پاس رکھنے والی اپنی فطرت سے مجبور تھی۔

"تمہارا مطلب ہے میں اور تم کچھ بھی نہیں ہیں......؟ سلمان ہمارا کچھ نہیں لگتا......؟ خون ہے ہمارا اور وہ بھی اپنی ماں سے زیادہ مجھے اہمیت دیتا ہے۔ جب ہی بھاگ بھاگ کر میرے پاس آتا ہے اور تم کیا سمجھتی ہو اس کی شادی کی بات میں نے اپنی طرف سے کی ہے......؟ نہیں......! خود سلمان نے کہا ہے مجھ سے۔" شینا ہتھے سے اُکھڑ گئی تھی۔

"ٹھیک ہے......! سلمان نے اگر تم سے کہا ہے تو تمہیں پہلے اس کی ماں سے مشورہ کرنا چاہئے۔" ثوبیہ کی پیشانی پر لکیریں ظاہر ہو گئی تھیں جنہیں دیکھ کر شینا فوراً پینترا بدل گئی۔

"تم خواہ مخواہ بدگمان ہو رہی ہو ثوبی......! میں تو اپنی لائبہ کا بھلا سوچ رہی ہوں۔ سلمان اچھا لڑکا ہے۔ اس سے تم بھی انکار نہیں کرو گی پھر شادی کے بعد بھی لائبہ تمہاری آنکھوں کے سامنے رہے گی۔ تم یہ سب کیوں نہیں سوچتیں......؟" ثوبیہ واقعی سوچ میں پڑ گئی تھی۔ پھر اسی سوچتے ہوئے انداز میں گویا ہوئی۔

"تمہاری بات ٹھیک ہے شینا......! لیکن میں لائبہ کے ساتھ زبردستی بھی تو نہیں کر سکتی۔ وہ اگر مزید پڑھنا چاہتی ہے تو اسے پڑھنے دو۔ اس کے بعد کچھ سوچیں گے۔"

"سوچنا کیا ہے......؟ بس رشتہ طے کرو بلکہ ابھی نکاح کر دیتے ہیں۔ دو سال بعد

شادی کر دیں گے۔ اس دوران ہوسکتا ہے بھابی فرح، سدرہ سے فارغ ہو جائیں۔" شینا نے اب رازداری کا انداز اپنایا تھا۔

"لیکن شینا......! تم پہلے بھابی سے تو بات کرو۔" ثوبیہ پھر اس کی باتوں میں آ کر ایک طرح سے رضامندی ظاہر کر گئی تھی۔

"ہاں ہاں......! بھابی سے بھی بات کرتی ہوں۔" شینا اندر سے خوش ہو گئی تھی پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"یہ لائبہ ہے کہاں......؟"

"نیچے اماں جی کے پاس گئی ہے۔ میں پکارتی ہوں اسے۔" ثوبیہ کہتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی اور جانے لگی تھی کہ لائبہ آ گئی۔

"بہت دل لگتا ہے تمہارا نیچے۔" شینا نے اسے دیکھتے ہی معنی خیز انداز میں کہا تو وہ اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی۔

"کیا کروں شینا آنٹی......! مما تو کچھ بولتی ہی نہیں ہیں۔ ان کی خاموشی مجھے بور کر دیتی ہے۔"

"میرے پاس آ جایا کرو۔" شینا نے دلار سے کہا۔

"روزانہ تو نہیں آ سکتی لیکن آؤں گی ضرور۔ میرا بہت دل چاہ رہا ہے سارا دن آپ کے پاس رہوں اور رات میں بھی۔"

"ہاں ہاں......! ضرور آؤ۔ کس نے منع کیا ہے......؟ تم کہاں جا رہی ہو ثوبی......!" شینا اس سے کہتے ہوئے ثوبیہ سے مخاطب ہو گئی۔

"میں ذرا کچن دیکھ لوں۔" ثوبیہ رُکے بغیر بولی تھی۔

"مما......! آپ بیٹھیں۔ کھانا گرم کرنا ہے ناں......؟ میں کر دوں گی۔"

"نہیں......! تم اپنی شینا آنٹی کے ساتھ گپ شپ کرو۔" ثوبیہ کہتی ہوئی چلی گئی۔ تب شینا اسے اپنے سامنے بٹھا کر پوچھنے لگی۔

"اب تم ایم۔اے کرنا چاہتی ہو......؟"

"جی......!"

"کیا ضرورت ہے......؟ تمہیں کون سا نوکری کرنی ہے......؟" شینا نے بہت پیار سے بات شروع کی تھی کہ وہ بول پڑی۔

"نوکری ہی تو کرنی ہے شینا آنٹی......! کیونکہ میں مما کی طرح نہیں بننا چاہتی۔ گھر سے باہر نکلوں گی تو لوگوں کی پہچان ہوگی پھر اگر خدانخواستہ میرے ساتھ مما جیسے حالات ہوئے تو......"

"اللہ نہ کرے......!" شینا نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ایسی باتیں مت کرو......!"

"خیال تو آتا ہے شینا آنٹی......! کیونکہ سنا ہے بیٹیاں ماؤں جیسا نصیب لے کر پیدا ہوتی ہیں۔"

"غلط سنا ہے تم نے۔ آئندہ ایسی باتیں سوچنا بھی مت۔" شینا نے ٹوک کر اسے بانہوں میں بھر لیا۔ پھر موضوع تبدیل کرنے کے غرض سے پوچھنے لگی۔

"اچھا......! یہ بتاؤ میرے گھر کب آؤ گی......؟"

"جلدی آؤں گی۔"

"سلمان سے کہنا تمہیں صبح سے میرے پاس چھوڑ جائے گا پھر دو چار دن رہنا بھی۔" شینا اب اسے بہلا رہی تھی۔

○ ○ ○

کتنے بہت سارے دن گزر گئے۔ اس دن کے بعد سے پھر سلمان اوپر نہیں آیا تھا اور نیچے آتے جاتے دونوں کا سامنا تو ہوتا تھا لیکن وہ اسے مخاطب نہیں کر رہا تھا اور اس کے چہرے سے ناراضگی بھی ظاہر ہوتی تھی۔ پہلے تو وہ خود بھی انجان سی بنی رہی لیکن جب زیادہ دن ہو گئے تب وہ پریشان ہو گئی کیونکہ ایک تو بچپن کا ساتھ تھا، دوسرے وہ اس کے دل میں

اپنی محبت کے بیج بھی بو گیا تھا جسے نکال پھینکنے پر وہ قادر نہیں تھی اور یہ احساس اسے اب ہو رہا تھا کہ وہ اگر کوشش کرے تب بھی اس کی محبت سے منہ نہیں موڑ سکتی۔ جس نے اکثر بڑی خوبصورتی سے اس کے دل کے تاروں کو چھیڑا تھا۔

"بس اب آجاؤ۔ بڑا جی اُداس ہے۔" جب وہ ڈیڈی کے پاس تھی تو فون پر اس کی آواز سنتے ہی وہ پہلی بات یہی کرتا تھا۔ اس کی سماعتوں میں اب بھی اس کا گمبھیر لہجہ محفوظ تھا۔

"شاید مجھ سے کہیں غلطی ہوگئی ہے۔" وہ سوچنے لگی۔

"ہاں......! میں غلطی کر رہی ہوں۔ شینا آنٹی نے جو کچھ کہا اس کا بدلہ میں سب سے کیوں لے رہی ہوں......؟ اور بدلہ تو مجھے شینا آنٹی سے بھی نہیں لینا۔ صرف انہیں احساس دلانا ہے کہ انہوں نے جو کیا غلط کیا اور وہ جو اپنے اندر ڈیڈی کے خلاف انتقامی آگ کو مسلسل بھڑکائے رکھتی ہیں تو اب اس آگ کو سرد ہو جانا چاہئے ورنہ پھر مجھے قیامت لانے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔" وہ کتنی دیر سے ایک ہی انداز سے بیٹھی سوچے جا رہی تھی۔ ثوبیہ دوسری بار کمرے میں آئی تھی اور اسے ہنوز سابقہ انداز میں دیکھ کر کچھ ٹھٹکی۔ پھر قریب آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"لائبہ......! کیا سوچ رہی ہو بیٹا......!" اس نے چونک کر دیکھا پھر گہری سانس کے ساتھ بولی۔

"کچھ نہیں مما......!"

"مجھ سے بھی چھپاؤ گی......؟" ثوبیہ نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر شاکی انداز میں کہا تو وہ اس کے گلے میں بازو ڈال کر بولی۔

"چھپانے والی تو کوئی بات نہیں مما......!"

"پھر بتاؤ......! کیا سوچ رہی تھیں......؟"

"وہ میں شینا آنٹی کے گھر جانے کا سوچ رہی تھی۔ بہت اصرار سے بلا کر گئی ہیں ناں......! چلی جاؤں مما......!" اس نے بتا کر لجاحت سے پوچھا۔

"میں منع نہیں کروں گی لیکن بیٹا......! کوئی ایسی بات نہ کرنا جو میری......"

"ارے نہیں مما......!" وہ فوراً بول پڑی۔

"میں آپ ہی کی بیٹی ہوں جب آپ نے سب کچھ خاموشی سے سہہ لیا اور صبر کیا تو میں کیوں آپ پر کوئی آنچ آنے دوں گی۔ مجھے ڈیڈی نے بھی منع کیا تھا کہ میں کوئی بدتمیزی نہ کروں۔"

"پھر ضرور جاؤ لیکن کیسے جاؤ گی......؟" ثوبیہ نے اجازت دے کر پوچھا تو وہ بے اختیار بولی تھی۔

"سلمان کے ساتھ......!"

"سلمان کے ساتھ......؟" ثوبیہ نے زیر لب دہرایا۔ تب وہ کچھ خائف سی ہو گئی۔ پھر اس کے ہاتھ تھام کر کہنے لگی۔

"مما......! پہلے بھی تو میں اسی کے ساتھ جاتی آتی رہی ہوں۔ اب بھی وہ چھوڑ آئے گا پھر جب واپس آنا ہوگا تو میں شینا آنٹی کے ساتھ آجاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے......!" ثوبیہ نے مزید کوئی جرح نہیں کی تب وہ اس سے پوچھ کر اس وقت تیار ہو کر نیچے آ گئی۔

"سلمان ابھی آفس سے لوٹا تھا اور سیدھا اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ وہ بھی اس کے پیچھے چلی آئی۔

"سنو......! مجھے شینا آنٹی کے گھر جانا ہے۔" اس نے کہا تو وہ پیشانی پر بل ڈال کر بولا۔

"تو......؟ کس نے منع کیا ہے......؟ ضرور جاؤ......!"

"اسی لئے تمہارے پاس آئی ہوں۔ چھوڑ آؤ مجھے۔ اب پلیز......! یہ مت کہہ دینا کہ میں کیوں چھوڑ آؤں......؟" اس نے کہا تو وہ سر جھٹک کر واش روم کی طرف بڑھ گیا اور منہ ہاتھ دھو کر واپس آیا تو وہ اسی طرح کھڑی تھی۔

"میں ابھی آفس سے آ رہا ہوں۔" وہ اسے انتظار میں دیکھ کر تپ کر بولا۔

"تو یہ کون سی کتاب میں لکھا ہے کہ آفس سے آنے کے بعد بندے کو کہیں نہیں جانا چاہئے......؟" وہ بھی تیز ہو کر بولی تھی۔

"کسی اور کے ساتھ چلی جاؤ......!" سلمان نے ٹکا سا جواب دے دیا۔

"اور کون ہے یہاں......؟ اس سارے گھر میں ایک واحد تم ہی نرینہ اولاد ہو اور ماموں جان کا حکم ہے کہ کہیں آنے جانے کے لئے تمہاری خدمات حاصل کی جائیں۔" وہ کسی طرح ٹلنے والی نہیں تھی۔

"اب تم چل رہے ہو یا میں جا کر ماموں جان سے کہوں......؟"

"چلو......!" وہ غصے سے کہہ کر پہلے ہی باہر نکل گیا تو وہ اس کے پیچھے بھاگتی ہوئی آئی اور گاڑی میں بیٹھتے ہی کہنے لگی۔

"تم غصے میں بالکل اچھے نہیں لگتے۔ پتا ہے تمہاری شکل کیسی ہو جاتی ہے......؟"

"بس......! زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ ہنوز غصے میں تھا۔ اسپیڈ سے گاڑی آگے بڑھا دی تو کچھ دیر کے لئے وہ بالکل خاموش ہو گئی۔ پھر دھیرے سے پکار کر پوچھنے لگی۔

"سنو......! ناراض ہو......؟"

وہ کچھ نہیں بولا۔

"میں بھی ناراض ہو سکتی ہوں اور سوچ لو میں اگر ناراض ہو گئی تو پھر تم کبھی نہیں منا سکو گے۔" اس نے روٹھے لہجے میں کہا۔

"زندہ رہوں گا تو مناؤں گا۔" وہ ونڈ اسکرین پر نظریں جما کر بولا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا......؟" وہ پوری اس کی طرف گھوم گئی۔

"جو بھی سمجھ لو۔ بس مجھ سے بات مت کرو۔" وہ پھر نروٹھا بن گیا۔

"کیوں......؟ کیوں بات نہ کروں......؟"

"کیونکہ تم سودے بازی کرنے لگی ہو۔" وہ اس کی اس دن کی بات بھولا نہیں تھا مگر شاید اسے بھی ایک بات یاد تھی جب ہی فوراً جتا گیا تو وہ گہری سانس کھینچ کر بولی۔

"اوہ...... تو تم اس بات سے خفا ہو......؟"

"معمولی بات تو نہیں ہے۔ کیسے کہہ دیا تھا تم نے کہ اپنا باپ چھوڑ دو۔ میرے باپ سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں......؟ یا چند دن اپنے باپ کے پاس رہ کر یہاں کے سارے رشتے بھول گئی ہو......؟" بولتے ہوئے سلمان کا غصہ ظاہر ہونے لگا تھا۔

"میں کچھ نہیں بھولی سلمان......! میرا مقصد صرف تمہیں احساس دلانا تھا کہ ہر بات میں تمہارا باپ، تمہارا باپ کہنا ایک پڑھے لکھے انسان کو زیب نہیں دیتا۔" وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"یہ تمہیں اب احساس ہو رہا ہے......؟ پہلے تو تم خود بھی......" وہ طنز آمیز لہجے میں اس قدر کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"ہاں......! میں خود بھی جاہلوں جیسی باتیں کرتی تھی کیونکہ میں پدرانہ شفقت سے محروم تھی اور مجھے اس کی اہمیت کا اندازہ بھی نہیں تھا۔ اب اندازہ ہوا ہے ڈیڈی سے مل کر اور اب میں ان کے بارے میں کوئی غلط بات نہیں سن سکوں گی۔ تم یا کوئی بھی ان کے خلاف کچھ بھی کہے گا تو جواب میں مجھ سے ایسی ہی باتیں سنے گا۔" وہ بہت مضبوط لہجے میں بول رہی تھی۔

"سب لوگ مجھے بدلحاظ کہتے ہیں۔ لیکن میری بدلحاظی کی حد ابھی کسی نے نہیں دیکھی۔"
سلمان دشت حیرت میں تھا اور کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ہمیشہ کے برعکس انتہائی سنجیدگی سے بولتی ہوئی وہ بہت مختلف لگ رہی تھی۔ شاید ہمیشہ سے اچھی۔ جب ہی پھر اس نے ٹوکا نہیں خاموشی سے سنتا رہا اور اسی خاموشی سے اسے شینا کے پاس چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

○ ○ ○

رات کے کھانے کے بعد وہ شینا کے ساتھ اس کے بیڈ روم میں آئی تو اس کے شوہر کے بارے میں پوچھنے لگی۔

"انکل ابھی تک نہیں آئے شینا آنٹی......! کیا دیر سے آتے ہیں......؟"

"ارے نہیں......! آج کل وہ اپنی فیملی کے ساتھ چھٹیاں منانے لندن گئے ہوئے ہیں۔" شینا نے بتایا تو وہ اپنی حیرت چھپا کر بولی۔

"آپ کیوں نہیں جاتیں ان کے ساتھ......؟ شینا آنٹی......! آپ کو جانا چاہئے۔ ان کی فیملی نے بہت گھوم پھر لیا۔"

"میرا دل نہیں چاہتا۔" شینا نے بیزاری سے کہا تو وہ مزید حیران ہوئی۔

"کیوں......؟ آپ کو دُنیا گھومنے کا شوق نہیں ہے......؟ لندن، امریکہ، سوئٹزرلینڈ، ہائے شینا آنٹی......! مجھے تو بہت شوق ہے۔"

"تمہاری عمر میں سب ہی کو شوق ہوتا ہے اور اگر من پسند ساتھی مل جائے تو پھر ایسے شوق پورے کرنے میں مزہ بھی آتا ہے۔ دوسری صورت میں شوق مر جاتے ہیں۔" شینا نے کہہ کر حسرت سے گہری سانس کھینچی تھی۔

"تو کیا آپ کو من پسند ساتھی نہیں ملا......؟ میں نے تو سنا ہے شینا آنٹی......! آپ نے اپنی پسند سے......" وہ بات پوری نہیں کر سکی تھی۔

"ٹھیک سنا ہے تم نے اور میں نے تمہارے انکل کو نہیں ان کے اسٹیٹس کو پسند کیا تھا۔"
شینا کی صاف گوئی پر وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

"ارے......!" شینا اسے دیکھ کر ہنسنے لگی۔

"تم اتنی حیران کیوں ہو رہی ہو......؟ بھئی مجھے اپنی مرضی کی زندگی جینا تھی اس لئے میں نے ایسے شخص کو منتخب کیا جو ہر وقت مجھ پر مسلط نہ رہے۔ دیکھ لو کیسے آزادی سے رہتی ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے آپ نے خود ہی بچے......" وہ پھر جھجک گئی جبکہ شینا منہ پھٹ

تھی۔

''ہاں......! میں نے خود ہی بچے پیدا نہیں کیے۔ اس جھنجٹ سے بھی آزاد ہوں۔ ہاں اگر مجھے میرا آئیڈیل شخص ملا ہوتا تو میں اس کے بچوں کی ماں ضرور بنتی۔''

''شینا آنٹی......! آپ تو مجھے حیران پر حیران کیے جا رہی ہیں۔'' وہ صوفے سے چھلانگ لگا کر شینا کے پاس بیڈ پر آ گئی۔

''حیران ہونے کی کیا بات ہے......؟ میں کوئی بہت مشکل باتیں یا انہونی تو نہیں کر رہی۔ دیکھو میں تمہیں سیدھی سی بات بتاؤں۔ شادی اگر اس شخص سے ہو جو ہماری پسند ہو جس سے ہم محبت کرتے ہیں تب تو قربانیاں دی جا سکتی ہیں بلکہ اس محبت میں قربانیاں دے کر خوشی بھی ہوتی ہے اور اگر اپنی پسند اپنی محبت نہ ملے تب پھر اپنا مفاد سوچنا چاہیے۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ ہم کیسے خوش رہ سکتے ہیں اور میں نے یہی کیا۔'' شینا نے بڑے فلسفیانہ انداز میں اسے اپنی زندگی جینے کا گر سمجھایا اور وہ سمجھی یا نہیں۔ البتہ اسے بات کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

''شینا آنٹی......! آپ مجھے شروع سے اپنے بارے میں بتائیں۔ ابھی آپ اتنی خوبصورت ہیں۔ میری عمر میں تو بہت زیادہ حسین ہوں گی اور آپ کے چاہنے والے بھی بہت ہوں گے۔ پھر آپ کو ان سب میں اپنا آئیڈیل کیوں نہیں ملا......؟'' اس نے بہت اشتیاق ظاہر کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

''میرا آئیڈیل......؟'' شینا کی آنکھوں میں جانے کس کا سراپا آن سجا تھا کہ پھر وہ اسی کے تصور میں کھو گئی اور کتنی دیر بعد اسی کھوئے ہوئے انداز میں گویا ہوئی تھی۔

''تھا ایک شخص۔ مہمان بن کر آیا اور میرے دل کا مہمان ہو گیا اور وہ واحد شخص تھا جسے میری خوبصورتی میری کسی بات نے متاثر نہیں کیا اور یہ میرے لئے صرف حیران کن بات نہیں تھی بلکہ اس کی بے نیازی سے مجھے بے حد توہین کا احساس ہوا تھا اور میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اگر میرا نہیں ہوا تو میں اسے کسی اور کا بھی نہیں ہونے دوں گی۔'' شینا کی خاموشی میں بھی تپش تھی۔ وہ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد دھیرے سے بولی۔

''پھر کیا ہوا شینا آنٹی......!''

''اس نے مجھے ریجیکٹ کر دیا۔ مجھے، جس کے ایک اشارے پر لوگ سینہ چیر کر دل قدموں میں رکھنے کو تیار تھے لیکن اس نے مجھے چھوڑ کر ایک معمولی سی لڑکی کو اپنا لیا۔ ہونہہ......!'' شینا کا وہی اولین دنوں والا تفخر عود کر آیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے یہ برسوں پہلے کی نہیں بلکہ ابھی ابھی کی بات ہو جبکہ وہ دم سادھے بیٹھی تھی۔

''مجھ پر ایک معمولی لڑکی کو فوقیت دے کر اس نے مجھ پر، میرے حسن پر طمانچہ مارا تھا پھر میں اسے کیسے چھوڑ دیتی......؟ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھی جب تک اس لڑکی اس سے چھین نہیں لیا۔ اس کی یہی سزا تھی اور اس کی سزا ابھی ختم نہیں ہو گی۔ تمام عمر میری لگائی آگ میں سلگتا رہے گا۔ ہے ناں......!'' آخر میں شینا نے فاتحانہ انداز میں اس سے تائید چاہی تو وہ جو گم صم بیٹھی تھی، نظریں چرا کر بولی۔

''شاید......؟ لیکن شینا آنٹی......! اس میں اس لڑکی کا کیا قصور تھا......؟''

''اس کے بارے میں میں نے کبھی نہیں سوچا۔'' شینا کے بے نیازی سے کہنے پر اس کا دل چاہا اسے جھنجھوڑ ڈالے اور اس پر خوب چیخے چلائے لیکن وہ اچھی ماں کی بیٹی تھی اور یہ بات احسن کمال نے بار بار اسے یاد کرائی تھی۔ اب بھی اس کی سماعتوں میں ان کے الفاظ گونجنے لگے تھے جب ہی وہ خود پر ضبط کے پہرے بٹھا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''چلیں شینا آنٹی......! سوتے ہیں۔ میں کہاں سوؤں گی......؟''

''یہیں سو جاؤ......! مجھے تو نیند نہیں آئے گی۔'' شینا بھی بیڈ سے اُتر آئی۔

''کیوں......؟ آپ کو نیند کیوں نہیں آئے گی......؟'' اس نے پوچھا۔

''تم نے میرے زخموں کو جو چھیڑ دیا ہے اور جب میرے زخموں کے ٹانکے کھل جائیں تو پھر بہت دنوں تک میں سو نہیں پاتی۔ تم سو جاؤ......! میں لاؤنج میں جا رہی ہوں۔'' شینا شکست خوردہ سی کمرے سے جا رہی تھی۔ پھر اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا تو وہ زہر آلود لہجے میں بڑبڑائی تھی۔

"نیندیں تو اب آپ کی اُڑیں گی شینا آنٹی......! اور اب آپ انتقامی آگ میں نہیں خود کو ملامت کرتے ہوئے تڑپیں گی۔"

پھر صبح ناشتے کی ٹیبل پر اس نے دیکھا۔ رت جگے کے باعث شینا کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، جس پر اسے افسوس نہیں بلکہ حیرت اور دُکھ ہوا کہ یہ کیسی عورت ہے، جس کے اندر دہکتی آگ دوسروں کی زندگی تباہ کر کے بھی سرد نہیں ہوتی۔ یہ اپنے ریجیکٹ ہونے پر آج بھی تلملائی ہوئی ہے۔ اسے ذرا احساس نہیں کہ اس نے اپنی بہن کے ساتھ کیا کیا اور کس بے نیازی سے کہہ رہی تھی کہ اس کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔ اگر ایک بار بھی سوچ لیتیں تو انہیں اپنا نہیں بہن کا دُکھ ہوتا۔ اس نے شینا کے اُڑے چہرے کو دیکھتے ہوئے تاسف سے سوچا۔ وہ چائے کا آخری سپ لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"شینا آنٹی......!"

"ہاں......!" شینا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"میں اب گھر جاؤں گی۔" اس نے کہا تو شینا گہری سانس کھینچ کر بولی۔

"کیوں بیٹا......! کچھ دن رہو ناں......!"

"بس آنٹی......! میں جس مقصد سے آئی تھی وہ پورا ہو گیا۔" وہ ایک دم سے کہہ گئی اور شینا حیران ہوئی۔

"مقصد......؟ کس مقصد سے......؟"

"میں آپ کے گھناؤنے جرم کا اعتراف آپ ہی سے کروانا چاہتی تھی۔" وہ اب شینا کو آئینہ دکھانے کے لئے جم کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"گھناؤنا جرم......؟" شینا ٹھٹکی ضرور تھی لیکن سمجھی نہیں۔

"جی ہاں......! گھناؤنا جرم۔ جسے آپ اپنی فتح سمجھتی ہیں وہ آپ کا گھناؤنا جرم ہے۔ آپ عورت نہیں ناگن ہیں شینا آنٹی......! ناگن سے بھی بدتر۔ جس نے کسی اور کی نہیں بلکہ اپنی سگی بہن کی زندگی تباہ کی اور پھر کبھی اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں۔ کیوں......؟" وہ

ٹیبل پر دونوں ہاتھ جما کر ذرا سا جھکی اور شینا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے چند ثانیے کو سوالیہ نشان بنی۔ پھر کہنے لگی۔

"اتنی بے ضمیر ہیں آپ کہ کبھی احساس ہی نہیں ہوا کہ آپ نے کیا کیا اس بہن کے ساتھ جو آپ کی ہر بات پر یقین ہی نہیں ایمان لاتی تھی اور اس پر بس نہیں، آپ نے تو مجھے بھی نہیں چھوڑا۔ میرے اندر بھی زہر اُتارتی رہیں۔ شروع سے میری لگام تھام کر اپنے اشاروں پر چلاتی رہیں۔"

"یہ...... یہ تم کیا کہہ رہی ہو بیٹا......! تمہیں شاید کسی نے......" شینا بوکھلا گئی تھی۔

"کسی نے نہیں بہکایا مجھے۔ میں خود حقیقت جان گئی ہوں۔ میں نے جان لیا ہے کہ آپ کو ریجیکٹ کرنے والے احسن کمال تھے۔ میرے ڈیڈی۔ اور انہوں نے آپ پر مما کو فوقیت دے کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ ظاہری حسن پر مر مٹنے والے احمق انسان نہیں ہیں۔ انہیں انسان کا کردار اور عمل اٹریکٹ کرتا ہے اور آپ کے پاس یہ دونوں چیزیں نہ تھیں نہ ہیں۔"

"لائبہ......!" شینا نے اب تلملا کر ٹوکا تھا۔

"بس میڈم......! اب میں آپ کے رعب میں آنے والی نہیں ہوں۔" اس نے ٹیبل پر زور سے ہاتھ مارا پھر کہنے لگی۔

"میں آپ کا بہت لحاظ کر رہی ہوں کیونکہ میں اچھے ماں باپ کی بیٹی ہوں اور میں بھی اچھی بننا چاہتی ہوں اس لئے آپ سے ہر ناطہ، ہر تعلق توڑ کر جا رہی ہوں۔"

"تم غلطی کر رہی ہو۔" شینا نے جانے کیا سوچ کر کہا تھا۔

"کاش......! یہ غلطی میں نے بہت پہلے کی ہوتی۔ بہرحال اب بھی کچھ زیادہ نہیں بگڑا۔ میں واپس ڈیڈی کے پاس جا رہی ہوں اور بہت جلد مما کو بھی وہیں بلا لوں گی۔" اس نے کہا تو شینا طنز سے بولی تھی۔

"کس ناطے......؟"

"محبت سے بڑھ کر کوئی ناطہ نہیں۔ آپ جان لیں کہ احسن کمال کے دل میں آج بھی ثوبیہ راج کرتی ہے اور جو دلوں پر راج کرنے والے ہوں انہیں دُنیا کی کوئی طاقت نہیں توڑ سکتی۔ مما کو دیکھا ناں آپ نے۔ کتنے سکون سے رہتی ہیں۔ اتنے ہی سکون سے سوتی بھی ہیں۔ رت جگے تو آپ کے حصے میں آئے ہیں۔ بقول آپ کے ایک معمولی لڑکی کے مقابلے میں۔ چہ چہ......!" اس نے تاسف کا اظہار کیا۔ پھر کہنے لگی۔

"میری مما معمولی نہیں ہیں۔ دلوں پر راج کرنے والے معمولی نہیں ہوتے۔ یہ اب آپ کو مان لینا چاہئے ورنہ آپ کے اندر دہکتی آگ کبھی سرد نہیں ہوگی۔ ہمیشہ آپ کو جلاتی رہے گی۔"

"تم......!" شینا دانت پیس کر کچھ کہنا چاہتی تھی کہ وہ ہاتھ اُٹھا کر بولی۔

"بس......! مجھے اور کچھ کہنا سننا نہیں ہے۔ خدا حافظ......!" اس کے ساتھ ہی تیزی سے پلٹ کر وہ باہر نکل گئی تھی۔

○ ○ ○

وہ رکشے میں سیدھی گھر آئی تھی اور کہیں رُکے بغیر سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی اوپر آئی تو ثوبیہ اسے دیکھ کر حیران ہو گئی کیونکہ وہ دو چار دن وہاں رہنے کا کہہ کر گئی تھی اور بس ایک رات رُک کر آ گئی۔ جب ہی ثوبیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"کیا ہوا بیٹا......! اتنی جلدی کیسے آ گئیں......؟ شینا بھی آئی ہے کیا......؟"

"نہیں......! بس میرا دل نہیں لگا، میں آ گئی۔" اس نے قصداً ہنس کر بتایا۔

"ڈرائیور چھوڑ گیا ہے......؟" ثوبیہ نے یونہی پوچھ لیا تھا اور وہ جھنجلا گئی۔

"ارے نہیں مما......! رکشے سے آئی ہوں۔ ان کا ڈرائیور چھٹی پر تھا۔ آپ اتنی جرح کیوں کر رہی ہیں......؟"

"جرح کہاں کر رہی ہوں......؟ میں نے تو یونہی پوچھ لیا تھا۔ خیر ابھی تمہارے ڈیڈی کا فون آیا تھا۔" ثوبیہ نے بتایا تو وہ فوراً پوچھنے لگی۔

"کیا کہہ رہے تھے......؟"

"تمہارا پوچھا اور میں نے انہیں شینا کے گھر کا نہیں بتایا۔ تم بھی کچھ اور کہہ دینا۔ جاؤ فون کر لو انہیں۔"

وہ ثوبیہ کی بات سن کر لابی میں آ گئی اور ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کئے تو اُدھر سے صائمہ کی آواز آئی۔

"ہیلو......!"

"السلام علیکم آنٹی......! میں لائبہ بات کر رہی ہوں۔" اس نے کہا تو صائمہ ہمیشہ کی طرح ملائم لہجے میں بولی۔

"خوش رہو بیٹا......! کیسی ہو......؟"

"میں ٹھیک ہوں......! آپ کیسی ہیں......؟"

"میں بھی ٹھیک ہوں......!"

"ڈیڈی کہاں ہیں......؟" وہ پوچھ کر جانے کیوں خائف سی ہوئی۔

"ابھی آفس گئے ہیں۔ کچھ دیر پہلے انہوں نے فون کیا تھا تمہیں۔ تم شاید سو رہی تھیں۔" صائمہ نے بتا کر کہا۔

"جی......!" وہ اسی قدر کہہ سکی۔

"اچھا......! انہوں نے اس لئے فون کیا تھا کہ یہاں ایڈمشن ہونے والے ہیں۔ اگر تمہارا ارادہ یہاں ماسٹر کرنے کا ہے تو تم آنے کی تیاری کرو۔ احسن کہہ رہے تھے وہ ٹکٹ وغیرہ بھیج دیں گے۔"

"اچھی بات ہے......! میں پھر رات میں فون کر کے ڈیڈی سے بات کر لوں گی اور سونی اور سمیر کیسے ہیں......؟" اسے ایک دم سے ان دونوں کا خیال آیا تھا۔

"ٹھیک ہیں دونوں۔ بہت یاد کرتے ہیں تمہیں۔" صائمہ نے کہا تو وہ بے اختیار بولی تھی۔

"میں بھی انہیں یاد کرتی ہوں۔ آپ ان دونوں کو بتا دیں کہ میں جلدی آنے والی ہوں۔ او کے......!" اس نے ریسیور رکھ دیا پھر بھاگ کر ثوبیہ کے پاس آئی تھی۔

"مما......! ڈیڈی نے میرے ایڈمشن کے لئے فون کیا تھا۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں تیاری کرلوں۔ میں جاؤں ناں مما......!" اس نے بتا کر اتنی آس سے پوچھا کہ ثوبیہ کا دل بھر آیا۔ اس کا گال چھو کر بولی۔

"کتنی بار پوچھو گی......؟"

"آپ خوشی سے اجازت دے رہی ہیں ناں......؟" اس نے ثوبیہ کے ہاتھ تھام لئے۔

"ہاں بیٹا......! مجھے تمہاری خوشی اور تمہاری بہتری چاہئے اور میں سمجھتی ہوں تمہارے لئے یہی اچھا ہے کہ تم اپنے ڈیڈی کے پاس رہو۔"

"یہ سب تو ٹھیک ہے مما......! لیکن آپ جو اکیلی ہو جاتی ہیں۔" اس نے ثوبیہ کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

"جب تمہاری شادی ہو جائے گی تب بھی تو اکیلی ہو جاؤں گی۔"

"اوں......! مجھے نہیں کرنی شادی وادی......!" وہ ثوبیہ کے کندھے پر پیشانی ٹکا کر بولی۔

"اچھا......! جاؤ ابھی تو تیاری کرو۔ تمہارے ڈیڈی پتا نہیں کب ٹکٹ بھیج دیں۔" ثوبیہ نے نرمی سے اپنے گلے سے اس کے بازو ہٹائے۔

"جلدی بھیجیں گے۔" وہ کہتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی اور اس بار اس نے گزشتہ کی طرح اعلان نہیں کیا تھا کہ وہ اپنے باپ کے پاس جا رہی ہے۔ البتہ شینا سے کہہ کر آئی تھی اور شاید اس نے یہ خبر یہاں پہنچائی تھی جب ہی پہلے اماں جی نے اس سے نہ صرف پوچھا بلکہ اسے باز رکھنے کی کوشش بھی کی۔ پھر فرح، سدرہ اس کے پاس بھاگی آئی تھیں۔

"کیا سچ مچ تم پھر اپنے باپ کے پاس جا رہی ہو......؟"

"ہاں......!" اس نے بظاہر سکون سے جواب دیا تھا۔

"کیوں......؟ کیوں......؟"

"میری مرضی......!" اسے مجبوراً ہٹ دھرمی دکھانی پڑی تھی کہ فرح، سدرہ خاموش ہو کر رہ گئیں۔

اور سلمان کو وہ خود ہی کچھ پوچھنے بلکہ بات کرنے کا موقع بھی نہیں دے رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ سب کی طرح صرف رُکنے کو نہیں کہے گا بلکہ اس کے پاؤں میں اپنی محبت کی زنجیریں پہنا دے گا اور اس مقام پر وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی جب ہی خود کو پابند کر لیا تھا کہ جب سلمان کے آفس سے آنے کا وقت ہوتا تب سے اگلے دن اس کے آفس جانے تک وہ نیچے نہیں اُترتی تھی اور سلمان اس رات کے بعد سے جب ثوبیہ نے ان دونوں کو دیکھا تھا، اوپر نہیں آ رہا تھا۔ غالباً وہ گلٹی فیل کر رہا تھا اور اس کے علاوہ شینا بھی اس دن کے بعد سے نہیں آئی تھی جس پر ثوبیہ کو حیرت تھی اور انتظار بھی۔ دن میں کتنی بار شینا کا ذکر کرتی پھر اس کے نہ آنے پر کبھی حیرت کبھی تشویش ظاہر کرتی۔ ایک دو بار ثوبیہ نے شینا کو فون کر کے اس کے جانے کا بتایا بھی لیکن اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ بہر حال اس بار اس کے جانے سے گو کہ باقاعدہ اعتراضات کا محاذ نہیں کھلا تھا لیکن سب رُوٹھے ہوئے تھے اور یہ بھی نہیں تھا کہ اسے کسی کے رُوٹھنے کی پرواہ نہیں تھی، بہت پرواہ تھی کیونکہ اس نے بہر حال اپنی زندگی کے ادوار بچپن، لڑکپن اور اس سے آگے کے چند سال ان سب کے ساتھ گزارے تھے اور سب کے دُکھ سکھ کی ساتھی بھی بنی تھی لیکن اس کا دُکھ کسی نے نہیں سمجھا تھا۔ اس کے باوجود اسے سب کی خفگی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ دل پر بڑا بوجھ آن پڑا تھا اور ایسے ہی بوجھل دل لئے وہ سب سے رُخصت ہوئی اور جتنا وہ سلمان سے کترا رہی تھی۔ گزشتہ کی طرح وہی اسے چھوڑنے جا رہا تھا۔

"کیا تم ہمیشہ کے لئے جا رہی ہو......؟" سلمان نے گاڑی مین روڈ پر لاتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"تمہارا کیا خیال ہے......؟"

"میں کچھ نہیں سمجھ پا رہا۔ تمہارے رویے نے مجھے اُلجھا دیا ہے اور تمہاری بڑی مہربانی ہو گی اگر تم سیدھے سیدھے میری بات کا جواب دو۔"

"ارے......! تم تو غیریت برتنے لگے۔" وہ ہنس کر بولی تھی۔

"غیر تم بن رہی ہو۔" وہ شاکی ہو رہا تھا۔ تب وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"نہیں سلمان......! تم غلط سمجھ رہے ہو۔ سیدھی سادی بات یہ ہے کہ میرے دل میں اپنے ڈیڈی کی محبت جاگ گئی ہے اور یہ بات تمہیں بلکہ کسی کو بھی ہضم نہیں ہو رہی تھی جبکہ یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے اور کتنی عجیب بات ہے جب میں ان سے متنفر تھی اور بدتمیزی سے ان کا نام لیتی تھی تب سب خوش تھے۔ کبھی کسی نے مجھے نہیں ٹوکا تھا اور اب سب ٹوک رہے ہیں کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ کیوں......؟ کیوں سلمان......! ایسا کیوں ہے......؟"

"ایسا اس لئے ہے لائبہ......! کہ تمہارے ڈیڈی نے اس گھر کی بیٹی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا۔" سلمان نے کہا تو اس نے فوراً ٹوک دیا۔

"اس بات کو چھوڑو کیونکہ تم کچھ نہیں جانتے۔ حقیقت کچھ اور تھی۔ بہر حال اس بات سے قطع نظر میرے دل میں ڈیڈی کی محبت جاگنا فطری اَمر ہے اور تمہیں یہ بات تسلیم کرنی چاہئے۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ تم اس نئی محبت کے جوش میں اپنی ماں کو اور ہم سب کو چھوڑ کر جا رہی ہو۔" سلمان کی اس بات میں وزن تھا جب ہی وہ اسے دیکھ کر بولی۔

"ہمیشہ کے لئے تو نہیں جا رہی۔"

"پھر......؟"

"بس......! میں نے سوچا کہ دُنیا کے دستور کے مطابق شادی کے بعد تو مجھے پرایا ہو جانا ہے پھر کیوں نہ یہ وقت میں ڈیڈی کے ساتھ گزاروں۔ کچھ ان کی خدمت کروں۔ کچھ

ان سے لاڈ کروں تاکہ میرے دل میں حسرت نہ رہے۔"

"خیر......! اگر تم نے یہ سوچا ہے تو بالکل ٹھیک سوچا ہے۔" وہ اس کی تائید کر کے مسکرا دیا۔ غالباً دل سے بوجھ سرک گیا تھا پھر ایک نظر اسے دیکھ کر پوچھنے لگا۔

"اور شادی کے کب تک ارادے ہیں......؟"

"یہ میں نہیں بتا سکتی۔"

"میں بتا سکتا ہوں اور تم سن لو کہ میں بس انہی دو تین مہینوں کے اندر شادی کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں تم سے زیادہ عرصہ دوری برداشت نہیں کر سکتا۔ سن رہی ہو ناں......؟" سلمان نے آخر میں اس کے بالوں کی لٹ کھینچی تو وہ نروس سی ہو گئی۔ پھر فوراً سنبھل کر کہنے لگی۔

"میں تو سن رہی ہوں لیکن یہ میرا معاملہ نہیں ہے۔ آئی مین شادی کا فیصلہ ڈیڈی کریں گے صرف ڈیڈی۔ کیونکہ مما نے بھی یہ اختیار انہیں سونپ دیا ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا......؟" سلمان پارکنگ میں گاڑی روک کر پورا اس کی طرف گھوم گیا۔

"تم اپنے ڈیڈی کی مرضی سے شادی کرو گی......؟"

"ڈیڈی میری مرضی بھی ضرور پوچھیں گے۔" وہ اپنی طرف کا دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔ پھر اُتر بھی گئی تو سلمان فوراً گاڑی لاک کر کے اس کے پاس چلا آیا۔

"اور تمہاری مرضی کیا ہے......؟"

"جو تمہاری مرضی ہے......!" وہ شریر مسکراہٹ ہونٹوں میں دبا کر بولی تھی۔

"اوہ گاڈ......! تم نے تو میری جان ہی نکال دی تھی۔" سلمان نے گہری سانس کھینچی۔ پھر اس کا سوٹ کیس اُٹھا کر چل دیا تو وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"پھر کب بھیجو گے پروپوزل......؟"

"بس ابھی جاتے ہی پھپھو کے سامنے گھٹنے ٹیک دوں گا۔" وہ خاصے جوش سے بولا

تھا۔

"مما کے سامنے کیوں......؟ ابھی میں نے بتایا تو ہے کہ مما اس معاملے سے دستبردار ہو چکی ہیں۔ تمہیں ڈیڈی سے بات کرنی پڑے گی۔" اس نے کہا تو سلمان ایک دم خاموش ہو گیا۔ غالباً سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اس بات کے جواب میں کیا کہے۔

"کیا بات ہے......؟ تم خاموش کیوں ہو گئے......؟" اس نے ٹوکا۔

"کچھ نہیں......!" وہ سوٹ کیس نیچے رکھ کر کچھ انجان سا بن کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے......! میں چلتی ہوں۔ وہاں پہنچ کر فون کروں گی۔" اس نے کہتے ہوئے سوٹ کیس آگے دھکیلا۔ پھر جاتے جاتے پلٹ کر بولی تھی۔

"سنو......! میں انتظار کروں گی بلکہ مجھے تمہارا ہی انتظار رہے گا۔"

وہ چپ چاپ اسے دیکھے گیا۔ کچھ بولا نہیں تھا۔ تب اس کا دل ڈوبنے لگا۔ دھیرے سے خدا حافظ کہہ کر آگے بڑھ گئی تھی۔

○○○

وہ اپنا سوٹ کیس کھینچتی ہوئی آ رہی تھی جب علی اس کے سامنے آ کر بولا۔

"السلام علیکم......!" وہ جواب دینے کے بجائے متلاشی نظروں سے اس کے دائیں بائیں پھر پیچھے دیکھنے لگی تو وہ سمجھ کر کہنے لگا۔

"سوری......! انکل ایک ضروری میٹنگ میں مصروف تھے اس لئے نہیں آ سکے۔"

"کوئی بات نہیں......!" وہ یہی کہہ سکی اور اس کے ساتھ چل پڑی۔ پھر تمام راستہ کچھ نہیں بولی۔ یہ نہیں تھا کہ وہ بولنا نہیں چاہتی تھی بس اس سے کیا بات کرے اور وہ بھی شاید یہی سوچ کر خاموش تھا۔ پھر جب گھر پہنچی تو صائمہ اس کی منتظر تھی اور وہ ایک لمحہ کو جھجکی پھر بڑھ کر اس کے گلے لگ گئی۔

"کیسی ہیں آنٹی آپ......!"

"تم سناؤ بیٹا......! سفر میں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی......؟"

"بالکل نہیں......! سونی اور سمیر کہاں ہیں......؟" اس نے صائمہ سے الگ ہو کر پوچھا۔

"کالج......! بس آنے والے ہیں۔ تم جب تک فریش ہو جاؤ۔" صائمہ نے اس کا گال تھپک کر کہا۔ پھر پوچھنے لگی۔

"تمہاری امی ٹھیک ہیں......؟"

"جی......! آپ کو سلام کہہ رہی تھیں۔"

"وعلیکم السلام......! تم پہلے انہیں پہنچنے کا فون کر دو۔ انتظار کر رہی ہوں گی۔" صائمہ نے جواب کے ساتھ کہا۔

"ہاں......! پہلے مما کو فون کر دوں۔" وہ کہتی ہوئی فون کی طرف بڑھ گئی اور کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کی۔ خیریت سے پہنچنے کا بتا کر پھر اپنے کمرے میں آ گئی۔ اب اسے کچھ بھی اجنبی نہیں لگ رہا تھا بلکہ یوں جیسے وہ ہمیشہ سے یہیں رہتی آ رہی ہو کیونکہ اب وہ دل میں کدورتیں لئے نہیں آئی تھی اور یہی بات انسان سمجھ نہیں پاتا۔ دوسروں کی خامیاں اور غلطیاں دیکھتے ہوئے اپنے اندر نہیں جھانکتا کہ آیا اپنا دل صاف ہے کہ نہیں۔ بہرحال اب اپنا دل صاف تھا تو سب اچھا لگ رہا تھا۔ سونی اور سمیر کالج سے آئے تو وہ ان سے نہ صرف خوش ہو کر گرم جوشی سے ملی بلکہ پوری دوپہر ان کے ساتھ گپ شپ کرتی رہی۔ پھر شام میں ڈیڈی سے ملاقات ہوئی تو سب کے سامنے وہ اس کی پڑھائی کے بارے میں پوچھتے رہے اور اب اس کے انداز ہی الگ تھے۔ شینا کے چڑھائے خول سے نکل کر وہ سب کو اپنی لگ رہی تھی۔

احسن کمال نے اس کے ایڈمشن کی ذمہ داری علی پر ڈال دی تو اگلے دن سے وہ اس کے ساتھ یونیورسٹی جانے لگی۔ ابتدائی مراحل علی کی وجہ سے ہی آسانی سے طے ہو گئے تھے۔ اس کے بعد جب باقاعدہ کلاسز شروع ہوئیں تب وہ پوائنٹ سے جانے آنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ اسے یہاں ایڈجسٹ ہونے میں کچھ وقت لگے گا۔ اس لئے اس نے کسی بات کو

مسئلہ نہیں بنایا جبکہ احسن کمال روزانہ اس سے پوچھتے تھے کہ کوئی پرابلم تو نہیں ہے اور وہ ہنس کر کہتی، نہیں۔ جبکہ اسے بہت دقتوں کا سامنا تھا۔ ایک تو لاہور کی نسبت کراچی میں بہت زیادہ افراتفری تھی۔ ہر شخص اسے ٹینشن میں اور بھاگتا ہوا لگتا۔ پھر ٹریفک کا اژدحام۔ وہ واقعی پریشان ہو جاتی لیکن اب اسے ان سب باتوں کا عادی ہونا تھا۔

○ ○ ○

سلمان اس دن سے اس کی ایک ہی بات سوچنے میں لگا تھا۔ وہ جو کہہ گئی تھی کہ شادی کے لئے اسے اس کے ڈیڈی سے بات کرنی پڑے گی۔ گویا یہ اس کی شرط تھی اور سلمان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہوگا۔ کیونکہ اس گھر میں کبھی اس کے باپ کا اچھے لفظوں میں ذکر نہیں ہوا تھا پھر بھلا کوئی کیسے اس کے پاس سوالی بن کر جا سکتا تھا اور یہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کسی کو بتائے بغیر خود ہی چلا جائے۔ پھر اس بات کی کیا گارنٹی تھی کہ اس کا باپ مان بھی جائے گا۔ وہ اتنے دنوں سے خود ہی سوچتا اور اُلجھ رہا تھا۔ آخر تھک کر وہ پھر شینا کے پاس چلا آیا۔

"کیا ہوا......؟ چلی گئی وہ......؟" شینا اسے دیکھتے ہی بولی تھی۔

"جی......!" وہ دل گرفتہ سا تھا۔

"کیا کہہ گئی ہے تم سے......؟ کتنے دنوں کے لئے گئی ہے......؟" شینا کے لہجے میں مسلسل طنز تھا۔

"پتا نہیں شینا آنٹی......! مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی۔ کہہ رہی تھی اپنی شادی ہونے تک میں اپنے ڈیڈی کے پاس ہی رہوں گی۔" اس نے بتایا تو شینا کے اندر کی کھولن بڑھ گئی۔

"ہونہہ......! ڈیڈی کے پاس رہے گی......؟ اس کی سوتیلی ماں رہنے دے گی ناں۔ یکھنا پھر روتی ہوئی یہیں آئے گی۔"

"نہیں شینا آنٹی......! مجھے ایسا نہیں لگ رہا۔ کل میں نے سنا تھا پھپھو اماں جی کو بتا تھیں کہ لائبہ نے وہاں یونیورسٹی جوائن کر لی ہے۔" اس نے کہا تو اب شینا ایک دم تیز ہو

کر بولی۔

"تو تمہیں کیا پریشانی ہے......؟ پڑھنے دو اُسے جتنا پڑھتی ہے۔"

"مجھے اس کے پڑھنے سے پریشانی نہیں ہے آنٹی......! وہ کہہ گئی ہے کہ اگر مجھ سے شادی کرنی ہے تو پرپوزل میرے باپ کے پاس بھیجو۔" وہ بھی جھنجلا کر بولا تھا۔

"کیا......؟" شینا واقعی چکرا گئی تھی کیونکہ اسے لائبہ سے اس چالاکی کی ہرگز توقع نہیں تھی۔

"اب بتائیں......! کون جائے گا اس کے باپ کے پاس......؟ آپ......؟"

"مائی فٹ......!" شینا نے انتہائی غصے سے سامنے رکھی گلاس ٹیبل کو اس زور سے ٹھوکر ماری کہ شیشہ چکنا چور ہو گیا تھا۔

⊖ ⊖ ⊖

اسے کراچی آئے ہوئے دو مہینے ہو گئے تھے اور اس کی روٹین بھی سیٹ ہو گئی تھی۔ صبح جلدی اُٹھتی، ناشتہ بنانے میں صائمہ کی مدد کرتی پھر سب کے ساتھ ناشتہ کرتی اور اب وہ اجنبی بن کر نہیں بیٹھی رہتی تھی۔ سمیرا اور سوہنی کی طرح ہر بات بلا جھجک کرنے لگی تھی۔ ان کے ساتھ ہنسی مذاق بھی کر لیتی۔ بس ایک علی تھا جس سے بات کرتے ہوئے وہ خاصی محتاط ہو جاتی تھی، گو کہ اس کے خلاف اب اس کے دل میں کوئی کدورت نہیں تھی پھر بھی شاید وہ اس کے ساتھ کوئی تعلق جوڑ نہیں پا رہی تھی یا شاید اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ناطہ ہے حالانکہ وہ اسی گھر کا فرد شمار ہوتا تھا لیکن وہی بات کہ وہ شروع سے تو اس گھر میں نہیں رہی تھی اس لئے وہ اسے اجنبی سا لگتا تھا پھر علی کا اپنا مزاج بھی کچھ الگ سا تھا۔ وہ نہ تو اس سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈتا تھا نہ زبردستی خود کو منوانا چاہتا تھا، اسے پسند کرنے اور اس سے شادی کی خواہش رکھنے کے باوجود وہ خاصا ریزرو رہتا تھا اور اس کی وجہ یقیناً یہی تھی کہ وہ اس کے محسن کی بیٹی تھی اور اس معاملے میں وہ شروع سے ہی بہت حساس تھا کہ وہ کوئی ایسی بات، ایسا کام نہ کرے جس سے احسن کمال کو شکایت ہو اور صائمہ کو ان کے سامنے

شرمندہ ہونا پڑے۔

بہر حال لائبہ کو یہاں آئے دو مہینے ہو چکے تھے اور ابتدائی دنوں میں تو وہ ایڈمشن کے سلسلے میں مصروف رہی تھی پھر اس گھر کی روٹین کے مطابق خود کو ایڈجسٹ کرنے میں لگی رہی اور اب جب وہ سیٹ ہو گئی تھی تو اسے پچھلے گھر کا خیال آیا اور سب سے پہلی بات اس نے یہ محسوس کی کہ وہ اپنی مما سے دُور آ گئی ہے اور اس کے پاس تو پھر بھی پڑھائی وغیرہ کی مصروفیت تھی لیکن اس کی مما جن کی ساری مصروفیات اسی کے لئے ہوتی تھیں، وہ اکیلی ہو کر کتنی پریشان ہو گئی ہوں گی۔ گو کہ آتے ہوئے وہ سوچ کر آئی تھی بلکہ شینا سے بھی کہہ آئی تھی کہ وہ جلد مما کو بھی کراچی بلا لے گی اور یہ کوئی اتنا مشکل بھی نہیں تھا۔ وہ احسن کمال سے کہتی اور الگ رہائش کا انتظام کر کے ثوبیہ کو بلا کر اس کے ساتھ وہاں شفٹ ہو سکتی تھی۔ اب بھی اس کا یہی ارادہ تھا لیکن وہ جو آتے ہوئے سلمان سے کہہ آئی تھی کہ وہ اس کا انتظار کرے گی تو اسے سلمان کا ہی انتظار تھا۔ اب جبکہ کچھ فراغت سے ہو کر وہ سوچنے بیٹھی تھی تو اس پر ادراک ہوا کہ اس کے اندر انتظار کے سوا کچھ بھی نہیں ہے جس روز سے وہ آئی ہے اس روز سے اس کی سماعتیں منتظر ہیں، مانوس آہٹیں، مانوس دستک یا پھر فون پر ہی وہ کہہ دے میں آ رہا ہوں لیکن ابھی تک اس کی طرف سے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی تھی۔ وہ اب دنوں کو شمار کرتے ہوئے آزردگیوں میں گھر گئی تھی۔

اس وقت کھانے کی ٹیبل پر وہ بہت خاموش بیٹھی تھی، کھانا کھانے کو بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن محض سب کے سوالوں سے بچنے کی خاطر آ بیٹھی تھی اور پلیٹ میں تھوڑا سا سالن نکال کر زبردستی نوالے حلق سے اُتار رہی تھی۔

”بیٹا......! یہ لو ناں......!“ صائمہ نے اس کی پلیٹ دیکھتے ہوئے سالن کا ڈونگا اُٹھا کر اس کی طرف بڑھایا تو وہ چونک کر بولی۔

”بس آنٹی......! مجھے اصل میں بھوک نہیں تھی یونہی سب کے ساتھ شامل ہو گئی۔“

”بھوک کیوں نہیں ہے بیٹا......! طبیعت تو ٹھیک ہے ناں آپ کی......؟“ احسن کمال

نے پوچھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں ڈیڈی......!" وہ زبردستی مسکرائی۔

"کوئی ٹھیک نہیں ہیں، میں کل سے دیکھ رہا ہوں چپ چپ پھر رہی ہیں۔" سمیر نے کہا تو وہ اسے گھور کر بولی۔

"تمہیں بس ایسے ہی لگتا ہے۔ ڈیڈی......! آپ اس کی باتوں پر دھیان نہ دیا کریں۔"

"میں اس کی باتوں پر دھیان نہیں دے رہا۔ مجھے خود محسوس ہو رہا ہے آپ کچھ سست لگ رہی ہیں بیٹا......!" احسن کمال اب پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"تو یہ کوئی بیماری تو نہیں ہے۔" وہ عاجز سی ہو کر بولی تھی۔

"بیماری نہیں ہے پھر بھی سستی اچھی نہیں ہوتی۔"

"ہاں......! اسے فوراً بھگانا چاہئے۔ ایسا کرتے ہیں سی ویو چلتے ہیں۔ کھلی فضا، ٹھنڈی اور بیجل ہوا اور سمندر کا نظارہ۔ آپ یقیناً فریش ہو جائیں گی۔ کیوں ڈیڈی......! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں......؟" سمیر نے فوراً پروگرام بنا کر احسن کمال سے تائید چاہی تو وہ مسکرا کر بولے۔

"تم کبھی غلط نہیں کہتے۔"

"تھینک یو......!" سمیر نے گردن اکڑائی پھر مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔

"زیادہ اترانے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ کہہ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے......! آپ تو چلنے کو تیار بھی ہو گئیں۔ ویری گڈ......! دیکھا ڈیڈی......! سی ویو کے نام پر ہی ان کی سستی بھاگ گئی۔"

"ڈیڈی......! ممی......! آپ بھی چلیں گے ناں......؟" سونی نے پوچھا تو احسن کمال نے پہلے صائمہ کو دیکھا اور اس کے نفی میں سر ہلانے پر بولے۔

"نہیں بیٹا......! آپ لوگ علی کے ساتھ جاؤ۔"

"چلیں علی بھائی......!" سمیر فوراً کھڑا ہوا اور اس کا گو کہ بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن اب وہ دوسروں کا دل رکھنے لگی تھی جب ہی کوئی عذر نہیں تراشا اور بظاہر خوشی سے ان کے ساتھ چل پڑی۔

اندر کا موسم خوشگوار ہو تو معمولی معمولی باتوں میں بھی حسن نظر آتا ہے۔ دوسری صورت میں حسین مناظر بھی توجہ کھینچنے میں ناکام رہتے ہیں اور وہ اندر سے مرجھائی ہوئی تھی جبھی اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ کوشش کے باوجود سمیر اور سونی کا ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔ قدرے الگ تھلگ بنچ پر بیٹھ کر انہیں دیکھنے لگی جبکہ اس کا ذہن مختلف سوچوں کی آماجگاہ بن گیا تھا۔

"ایکسکیوزمی......!" علی نے اسے متوجہ کیا تو وہ یونہی بے دھیانی میں اسے دیکھنے لگی۔

"میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں......؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ اس نے اب بھی بے دھیانی میں سر ہلا دیا تو وہ بنچ کے دوسرے سرے پر بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بالکل خاموشی رہی۔ لائبہ کو تو شاید اس کی موجودگی کا احساس ہی نہیں تھا جبکہ علی صرف اسے ہی محسوس کر رہا تھا۔ اس کی طرف نہ دیکھتے ہوئے بھی وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا اور صرف یہاں ہی نہیں ہر طرف، ہر منظر میں وہی نظر آ رہی تھی۔ تب وہ خود پر جبر نہیں کر سکا اور گردن موڑ کر اسے دیکھتے ہوئے دھیرے سے پکارا۔

"لائبہ......!"

"ہوں......!" اس کے بند ہونٹوں کے اندر سے جیسے بلا ارادہ ہی "ہوں" کی آواز اُبھری تھی پھر ایک دم چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"آپ شاید بور ہو رہی ہیں......؟" علی کو اس کا چونکنا اور دیکھنا اچھا لگا تھا۔

"نہیں تو......!" وہ یہی کہہ سکی۔

"اچھا......! ایک بات کہوں......؟ آپ مائنڈ تو نہیں کریں گی......؟" علی نے خاصے محتاط انداز میں پوچھا۔

"نہیں......!" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے لگتا ہے آپ کو کوئی بات پریشان کر رہی ہے اور بے چین بھی۔ کیا واقعی ایسا ہے......؟" وہ کہہ کر مجسم سوالیہ نشان بن گیا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کہے تو اس پر سے نظریں ہٹا کر سونی اور سمیر کو دیکھنے لگی۔ وہ دونوں اسے ہاتھ ہلا رہے تھے جواباً اس نے بھی ہاتھ ہلایا۔

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" وہ منتظر تھا۔

"میں صرف یہی کہہ سکتی ہوں، آپ کا وہم ہے۔" وہ کہہ کر اُٹھ کھڑی ہوئی پھر ایک دم بھاگتی ہوئی سونی اور سمیر سے جا ملی تھی۔

○○○

شینا بڑے دنوں بلکہ عرصے بعد آئی تھی یعنی جب لائبہ نے اسے آئینہ دکھایا تھا تو اس کے بعد وہ آج آئی تھی اور چونکہ ثوبیہ اس تمام بات سے بے خبر تھی اس لئے وہ ہمیشہ کی طرح ہی اس سے ملی پھر شکوہ کرنے لگی۔

"ایسی کیا مصروفیات پال لی ہیں تم نے کہ اِدھر کا راستہ ہی بھول گئی ہو......؟"

"میں کچھ نہیں بھولی۔ بس دیکھنا چاہتی تھی کہ تمہیں میرے پاس آنے کی توفیق ہوئی ہے کہ نہیں۔" شینا نے سلگ کر اس کے نہ آنے کو جتایا۔

"یہ بات مت کرو شینا......! تم جانتی ہو کہ میں اکیلی کہیں آ جا نہیں سکتی۔" ثوبیہ نے کہا تو شینا اُکتاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

"اچھا چھوڑو۔ یہ بتاؤ کراچی کب جا رہی ہو......؟"

"کراچی......؟ میں کیوں جاؤں کراچی......؟" ثوبیہ حیران ہوئی تھی۔

"میرا کون ہے وہاں......؟"

"لائبہ......! تمہاری بیٹی اور وہی مجھ سے کہہ گئی ہے کہ تمہیں بھی وہیں بلا لے گی۔" شینا کھوجتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ کر بول رہی تھی۔

"بے وقوف ہے وہ۔" ثوبیہ نے ذرا سا سر جھٹکا۔

"نہیں ثوبی......! تمہاری بیٹی بے وقوف نہیں ہے۔ یقیناً کوئی چکر چلا کر تمہیں دوبارہ اس گھر میں لے جائے گی۔ وہ وہاں گئی ہی اس مقصد سے ہے۔" شینا کے اندر اس بات کی بڑی کھولن تھی جسے چھپانے میں اسے بہت مشکل ہو رہی تھی۔

"یہ ممکن نہیں ہے شینا......! تم خود سوچو میں وہاں کیسے جا سکتی ہوں......؟" وہ عاجز ہو کر بولی تھی۔

"ناممکن بھی نہیں ہے۔ تم اگر چاہو تو ٹوٹے ناطے دوبارہ جڑ سکتے ہیں۔" شینا بظاہر کندھے اُچکا کر بولی۔

"یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو......؟ اب اس عمر میں......" ثوبیہ نے پریشان ہو کر ابھی اس قدر کہا تھا کہ وہ بول پڑی۔

"بوڑھی نہیں ہو گئیں تم اور آج کل تو تمہاری عمر کی لڑکیاں کہلاتی ہیں۔"

"اس لئے کہ وہ غیر شادی شدہ ہوتی ہیں اور میں جوان بیٹی کی ماں ہوں۔" ثوبیہ بھی فوراً بولی تھی۔

"تو کیا ہوا......؟ جب جوان بیٹی ہی ایسا چاہ رہی ہے پھر تمہیں کیا ڈر ہے......؟" شینا اسے اُکسا نہیں رہی تھی بلکہ اس کے خیالات جاننا چاہتی تھی کیونکہ اس کے اندر یہی خدشہ تھا کہ کہیں وہ دوبارہ نہ احسن کمال سے ناطہ جوڑ لے۔

"بس کرو شینا......! خدا کے لئے بس کرو۔ میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی اور اگر لائبہ نے ایسا کچھ سوچا ہے تو میں اس سے بھی ناطہ توڑ لوں گی۔" بولتے ہوئے ثوبیہ کی آواز بھرا گئی تھی پھر وہ باقاعدہ رونے لگی۔

"ارے پاگل ہو گئی ہو کیا......؟" شینا اندر سے مطمئن سی ہو کر اسے ٹوکنے لگی۔

"رونے کی کیا بات ہے......؟ اور مجھے تو حیرت ہو رہی ہے کہ تمہیں کسی بات کا پتا ہی نہیں۔ لائبہ نے اپنے آپ ہی سارے پروگرام بنا لئے۔ خیر چھوڑو، وہ واقعی نادان ہے۔ تم

رونا بند کرو تو میں تمہیں ایک اور بات بتاؤں۔"

"اور کیا بات......؟" وہ خائف ہوگئی تھی۔

"پہلے تم یہ بتاؤ کیا تم نے لائبہ کے سارے اختیار اس کے باپ کو دے دیئے ہیں......؟" شینا نے پوچھا تو وہ اُلجھ کر بولی۔

"کیا مطلب......؟ کیسے اختیارات......؟"

"میرا مطلب اس کی شادی سے ہے کیونکہ وہ کہہ گئی ہے کہ وہ اپنے باپ کی مرضی سے شادی کرے گی اور اگر سلمان کو اس کے ساتھ شادی کرنی ہے تو وہ پروپوزل اس کے باپ کے پاس بھیجے۔" شینا بظاہر ہلکے پھلکے انداز میں بول رہی تھی اور اس کی آخری بات پر ثوبیہ گہری سانس کھینچ کر رہ گئی، بولی کچھ نہیں۔

"یہ کیسے ممکن ہے بھلا......؟" چند لمحے انتظار کے بعد شینا پھر شروع ہوگئی۔

"میرا خیال ہے بھیا بھابی تو کبھی احسن کمال کے پاس جانے کو تیار نہیں ہوں گے، ویسے انہیں جانا بھی نہیں چاہئے۔" وہ کھوئے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

"ہاں......!" شینا نے ہاں کو لمبا کھینچا پھر پوچھنے لگی۔

"اب تم ہی بتاؤ یہ رشتہ کیسے طے ہوگا......؟"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ جانے لائبہ کے نصیب میں کیا لکھا ہے......؟ جو اللہ کو منظور ہوگا وہی ہوگا۔ ہمیں ابھی سے فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔" ثوبیہ نے اپنی طرف سے موضوع ختم کر دیا لیکن شینا پیچھے پڑ گئی۔

"فکر کرنی پڑتی ہے ثوبیہ......! بے شک ہر کام اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے لیکن یہ سوچ کر انسان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تو نہیں بیٹھ جاتا۔"

"اچھا جب وقت آئے گا تب فکر کر لیں گے۔ ابھی تو لائبہ ایم اے کر رہی ہے۔"

ثوبیہ کہہ کر اُٹھ کھڑی ہوئی تو شینا اندر ہی اندر پیچ و تاب کھانے لگی۔

○ ○ ○

سلمان ان دنوں بے حد پریشان تھا کیونکہ ایک تو شینا نے صاف جواب دے دیا تھا کہ وہ لائبہ کی شرط کے مطابق کچھ نہیں کر سکتی۔ دوسرے وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کے ماں باپ بھی تیار نہیں ہوں گے اور وہ لائبہ کو کھونا نہیں چاہتا تھا جبکہ ان حالات میں اسے پانا ناممکن لگ رہا تھا۔ ایسے میں اسے لائبہ پر بھی بہت غصہ آتا کہ اسے یہ شرط رکھنے کیا ضرورت تھی۔ اپنی راہ میں خود ہی دیواریں کھڑی کر گئی تھی جسے وہ تو پھلانگنا چاہتا تھا لیکن کوئی بھی اس کا ساتھ دینے کو تیار نہیں تھا پھر بھی ایک آخری کوشش کے طور پر وہ اس وقت اپنے امی ابو کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا اور بغیر کسی تمہید کے بولا تھا۔

"میں لائبہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" دونوں نے اس کے انداز پر ٹھٹک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر ابو بولے تھے۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں بلکہ میں تو خود یہی سوچ رہا تھا کہ ثوبیہ سے بات کروں۔"

"بات ثوبیہ پھپھو سے نہیں لائبہ کے ڈیڈی سے کرنی ہے۔" اس نے کہا تو ابو ناگواری سے پوچھنے لگے۔

"کیا مطلب......؟"

"مطلب یہ کہ لائبہ اپنے ڈیڈی کے پاس ہے۔ آپ کو پروپوزل لے کر بھی ان ہی کے پاس جانا پڑے گا۔" وہ یہ بات گول کر گیا کہ ثوبیہ اس کے اختیارات احسن کمال کو سونپ چکی ہے۔

"یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ لائبہ کی ماں یہاں موجود ہے۔ میں اس سے بات کروں گا۔" ابو کے حتمی انداز پر وہ جھنجلا گیا۔

"اس کی ماں کچھ نہیں کر سکتی۔ وہ بیٹی پر اختیار کھو چکی ہے۔ خود لائبہ یہ کہہ گئی ہے کہ اس کی شادی اس کے باپ کے گھر سے ہوگی۔"

"اگر ایسا ہے تو پھر تم اس کا خیال چھوڑ دو۔" ابو نے گویا بات ہی ختم کر دی اور اسے اسی جواب کی توقع تھی اسی لئے اُڑ گیا۔

"یہ ممکن نہیں ہے۔ میں شادی کروں گا تو لائبہ سے ورنہ کسی سے بھی نہیں۔"

"اگر یہی تمہارا فیصلہ ہے تو میرا فیصلہ بھی سن لو کہ میں کسی قیمت پر اس کے باپ کے در پر نہیں جاؤں گا۔ اگر تمہیں جانا ہے تو شوق سے جاؤ لیکن کسی بھول میں مت رہنا۔ وہاں سے سوائے ذلت کے تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔" ابو نے غصے سے اپنا فیصلہ سنا کر اسے باور بھی کرایا تو وہ پاؤں پٹختا ان کے کمرے سے ہی نہیں گھر سے بھی نکل آیا اور جانے کہاں کہاں کی خاک چھانتا پھرا۔ اس وقت وہ مایوسیوں کی انتہا پر تھا۔ ذہن بھی بالکل کام نہیں کر رہا تھا جب ہی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ بس لمبی سڑکوں پر گاڑی دوڑائے جا رہا تھا۔ جب تھکن سے چور ہو گیا تب ایک ریسٹورنٹ میں آ بیٹھا اور چائے کے بعد سگریٹ سلگاتے ہوئے اسے پہلا خیال یہی آیا کہ اس طرح تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔

"مجھے لائبہ سے بات کرنی چاہئے۔" کچھ دیر اسی نہج پر سوچنے کے بعد اس نے جیب سے موبائل نکالا اور اس کا نمبر پش کر دیا تو دوسری بیل کے بعد اس کی آواز آئی تھی۔

"ہیلو......!"

"لائبہ......! تم بہت بری ہو۔ مجھے بہت مشکل میں ڈال گئی ہو۔" اس نے فوراً کہا تو اُدھر سے وہ آزردگی سے بولی تھی۔

"کیا ہوا ہے......؟"

"کیا ہوا ہے......؟ تم نہیں جانتیں کیا......؟ یہاں سب لوگ تمہارے ڈیڈی سے کتنے متنفر ہیں، کوئی بھی ان کے پاس آنے کو تیار نہیں ہے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں......؟" وہ پھٹ پڑا تھا۔ اُدھر وہ خاموش رہی تو وہ اور جھنجلا گیا۔

"بولو لائبہ......! مجھے کوئی راستہ بتاؤ۔ کیسے مانگوں میں تمہیں تمہارے ڈیڈی سے......؟"

"مجھے نہیں پتا......!" وہ خود اُلجھ رہی تھی۔

"ایسا کرو تم یہاں آ جاؤ۔ یہاں ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ ہماری

شادی ہو جائے پھر میں خود تمہیں تمہارے ڈیڈی کے پاس لے جایا کروں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ پلیز لائبہ......! میری بات سمجھو۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔" وہ اب عاجزی سے منت کر رہا تھا۔

"میں کب تمہارے بنا خوش ہوں......؟" وہ دُکھ سے بولی تھی۔

"پھر آ جاؤ ناں......!" اس کے لہجے میں بڑا مان تھا اور وہ دوراہے پر آ کھڑی ہوئی تھی۔ کس کا مان رکھے کس کا توڑے اور وہ کسی کا مان نہیں توڑ سکتی تھی جب ہی فون رکھ دیا۔

"لائبہ......! لائبہ......!" وہ پکارتا رہ گیا تھا۔

○ ○ ○

ثوبیہ نے عشاء کی نماز کے بعد حسب معمول تسبیح اُٹھائی تھی کہ سلمان کے امی ابو کو آتا دیکھ کر وہ جائے نماز لپیٹ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"نماز پڑھ رہی ہو......؟" بھابی نے پوچھا تو وہ مسکرا کے بولی۔

"پڑھ چکی، آپ بیٹھیں......!" اس نے صوفے پر کشن ٹھیک کیا پھر بھیا کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

"ہم تمہارے پاس خاص مقصد سے آئے ہیں۔" بھابی نے بیٹھتے ہی کہا۔

"اچھا......!" وہ سمجھی نہیں تھی، یونہی ہنس دی۔

"ہاں بھئی ثوبیہ......!" بھیا نے فوراً بات آگے بڑھائی۔

"ہم سلمان کے لئے آئے ہیں تمہاری لائبہ مانگنے۔ میرا شروع سے ہی ارادہ تھا بس انتظار میں تھا کہ سلمان کسی قابل ہو جائے۔"

"ہاں......! اب تو ماشاء اللہ اچھا کمانے والا ہو گیا ہے اور اس کی تعریف میں میں کیا کہوں......؟ تمہارے سامنے ہی بڑا ہوا ہے۔" بھابی نے کہا تو وہ بے ساختہ مسکرا کر بولی۔

"جی بھابی......! میرا اپنا ہی بچہ ہے۔"

"تم نے لائبہ کے بارے میں کیا سوچا ہے......؟" بھیا نے پوچھا تو وہ سنجیدہ ہو گئی۔

"ابھی تو کچھ نہیں بھیا......! کیونکہ ابھی وہ پڑھ رہی ہے۔ ایم اے کر لے پھر......"

"بیٹا......! ایم اے کے بعد بھی تو شادی ہی کرنی ہے پھر کیوں نہ یہ نیک کام ابھی کر لیا جائے......؟" بھیا کی اس بات پر وہ قدرے جزبز ہو کر بولی۔

"لیکن بھیا......! پہلے میں لائبہ کی مرضی بھی تو معلوم کر لوں۔"

"ہاں ہاں......! ضرور معلوم کرو اور یہ ضروری بھی ہے۔ پھر انشاء اللہ قسمت میں یہ جوڑ لکھا ہوگا تو جلد ہی شہنائیاں بجوائیں گے۔"

"جی......!" وہ یہی کہہ سکی۔

پھر بھیا بھابی خود ہی جانے کیا کیا پروگرام بناتے ہوئے چلے گئے۔ وہ چپ چاپ سنتی رہی تھی اور ان کے جانے کے بعد سوچ میں بیٹھی تھی۔ یہ نہیں تھا کہ اسے اس رشتے پر کوئی اعتراض تھا۔ سلمان اس کا اپنا بھتیجا اور اسے بہت عزیز بھی تھا پھر جانے کیوں جب بھی لائبہ کو اس سے منسوب کرنے کی بات ہوتی تو اس کے اندر سناٹا چھا جاتا تھا۔ اب بھی یہی حال تھا۔ کتنی دیر گم صم سی بیٹھی رہی پھر ٹائم دیکھا، دس بج رہے تھے۔ تب وہ اُٹھ کر لابی میں آ گئی اور لائبہ کے موبائل پر اسے فون کیا تو وہ ریسیو کرتے ہی بولی۔

"کیوں مما......! بہت یاد آ رہی ہوں میں......؟"

"تم ہر وقت یاد رہتی ہو بیٹی......!" اس نے کہا تو لائبہ کھلکھلا کر بولی۔

"مجھے پتا ہے......!"

"اچھا......! اس وقت میں نے ایک ضروری بات کے لئے فون کیا ہے۔ تم سنجیدگی سے سنو اور سنجیدگی سے جواب دو۔" اس نے کہا تو اُدھر وہ پوری طرح متوجہ ہو گئی۔

"جی مما......! کہیے......!"

"بیٹا......! ابھی تمہارے ماموں اور مامی جی آئے تھے، سلمان کا پروپوزل لے کر۔ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے......؟" اس نے پوچھا تو چند لمحوں کی خاموشی کے بعد لائبہ کہنے لگی۔

"میرا خیال ہے مما......! اس سلسلے میں آپ کو ڈیڈی سے بات کرنی چاہئے کیونکہ میں اور آپ ہم دونوں ہی کوئی بہتر فیصلہ نہیں کر سکتے۔ آپ بھتیجے کی محبت میں جذباتی ہو سکتی ہیں اور مجھے یہ خیال آئے گا کہ میں ایک عرصہ اس گھر میں رہی ہوں تو مجھے اس بات کا خیال کرنا چاہئے یعنی مروت میں ماری جاؤں گی۔" قدرے رُک کر پھر گویا ہوئی۔

"یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے مما......! یہ جذبات سے طے نہیں کرنا چاہئے۔ یوں تو آپ کو اختیار ہے۔ اگر آپ یہی بہتر سمجھتی ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بس میری خواہش ہے کہ آپ ڈیڈی سے مشورہ ضرور کر لیں۔"

"ہوں......!" ثوبیہ حیران کھڑی تھی کہ اس کی بیٹی اتنی سمجھدار ہو گئی ہے۔

"کیا ہوا مما......! آپ خاموش کیوں ہو گئیں......؟" اُدھر سے اس نے پوچھا تب وہ چونک کر بولی۔

"میں تمہاری باتیں سوچ رہی تھی بیٹا......! تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مجھے احسن کمال سے بات کر لینی چاہئے۔ میں صبح انہیں فون کروں گی اور ہو سکتا ہے وہ بھی کوئی اعتراض نہ کریں۔"

"جی......!" اس نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

"اور بیٹا......! تم ٹھیک ہو......؟ خوش ہو......؟"

"جی مما......! بس آپ کو مس کرتی ہوں۔ سوچ رہی ہوں سمسٹر ہو جائیں تو پھر کچھ دنوں کے لئے آپ کے پاس آؤں گی۔"

"اچھی بات ہے......! اپنا خیال رکھنا۔" وہ فون رکھ کر واپس کمرے میں آ گئی۔ پھر اگلے دن اس نے احسن کمال کے آفس میں انہیں فون کیا اور اس تمام عرصے میں وہ پہلی بار خود سے انہیں فون کر رہی تھی۔ اس لئے اسے بڑا عجیب لگ رہا تھا حالانکہ وہ اکثر ان کا فون ریسیو کر چکی تھی جو وہ لائبہ کے لئے کرتے تھے اور اسے بھی لائبہ کی ہی بات کرنی تھی پھر بھی نمبر ڈائل کرتے ہوئے اس کی اُنگلیاں کانپ رہی تھیں اور جب اُدھر سے احسن کمال کی آواز

سنائی دی تب بھی وہ بمشکل بولی تھی۔

"السلام علیکم......!"

"وعلیکم السلام......!" احسن کمال جواب دینے کے بعد چونکے تھے۔

"ثوبیہ......! کیسی ہیں آپ......؟"

"میں ٹھیک ہوں......! وہ لائبہ......" اس کی سمجھ میں نہیں آیا کیسے بات شروع کرے۔

"لائبہ ٹھیک ہے۔ خوش ہے۔ فون نہیں کرتی آپ کو......؟" احسن کمال کے پوچھنے پر وہ فوراً بولی۔

"کرتی ہے۔ رات بھی میری بات ہوئی ہے اس سے لیکن ابھی مجھے کچھ اور بات کرنی ہے، لائبہ کے بارے میں ہی۔"

"جی کہئے......!"

"وہ میرا بھتیجا ہے سلمان۔ بھیا بھابی نے لائبہ کے لئے اس کا پروپوزل دیا ہے۔ میں نے سوچا آپ سے مشورہ کرلوں۔" وہ رُک رُک کر بولی تھی۔

"ہوں......!" احسن کمال چند لمحے سوچنے کے بعد کہنے لگے۔

"میں کیا مشورہ دے سکتا ہوں......؟ آئی مین سلمان کو دیکھے بغیر تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہاں اگر آپ بہتر سمجھتی ہیں تو بلکہ پہلے آپ لائبہ سے پوچھ لیں۔"

"میں لائبہ سے بات کر چکی ہوں۔"

"پھر کیا کہا اس نے......؟" احسن کمال نے فوراً پوچھا تھا۔

"یہی کہ پہلے میں آپ سے مشورہ کرلوں۔ اس کا کہنا ہے کہ آپ بہتر فیصلہ کریں گے۔" وہ بہت سنبھل کر بول رہی تھی۔

"اور آپ کیا سمجھتی ہیں......؟" احسن کمال نے اپنا سارا دھیان اس کی طرف یوں منتقل کردیا تھا جیسے اس کے دل کی آواز سن لینا چاہتے ہوں جبکہ وہ خاصی کنفیوز ہوگئی تھی۔

"میں......میرا مطلب ہے لائبہ ٹھیک کہتی ہے۔"

"اوکے......! میں سوچ کر بتاؤں گا اور کوئی بات......؟"

"نہیں بس......!" اس نے فون رکھ دیا۔ اچانک اس کے اندر ڈھیروں آزردگی سمٹ آئی تھی۔

○○○

وہ آج صبح سے اپنے کمرے میں بند تھی اور مسلسل اپنے آپ سے اُلجھ رہی تھی کہ جب اس نے اپنے ماں باپ کے فیصلے پر سر جھکا دینے کا تہیہ کرلیا ہے تو پھر وہ مطمئن کیوں نہیں ہو جاتی۔ اس کے اندر بے چینی کیوں ہے۔ اس کا دل سلمان کی طرف کیوں کھنچ رہا ہے اور دل پر تو اختیار نہیں ہوتا پھر جہاں محبت ڈیرا جما چکی تھی وہ لاکھ اس کی نفی کرتی رہی لیکن دل کسی طور پر نہیں مان رہا تھا۔ مزید سماعتوں میں مسلسل اس کی آواز گونج رہی تھی۔

"تم بہت بری ہو۔ مجھے بہت مشکل میں ڈال گئی ہو۔"

"تم یہاں آجاؤ۔ یہاں ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔"

"ہماری شادی ہوجائے پھر میں خود تمہیں ڈیڈی کے پاس لے جایا کروں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

"مجھے کسی کے وعدے کا اعتبار نہیں۔" وہ پریشان ہوکر بڑبڑائی تھی سب ہی سونی اس کا دروازہ کھول کر بولی۔

"بنی کھانا لگ چکا ہے۔"

"پھر......؟" وہ بے دھیانی میں بولی تھی۔

"پھر کیا مطلب......؟ کھانا نہیں کھائیں گی......؟" سونی نے کہا تو وہ دل نہ چاہتے ہوئے بھی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو......! کھالیتی ہوں۔"

"یہ احسان کس پر......؟ مجھ پر یا کھانے پر......؟" سونی نے ہنس کر پوچھا۔

"دونوں پر......!" وہ ہنستی ہوئی اس کے ساتھ ڈائننگ روم میں آئی تو صائمہ اسے دیکھتے ہی پوچھنے لگی۔

"کیا بات ہے بیٹا......! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے......؟"

"میں ٹھیک ہوں آنٹی......! آپ پریشان نہ ہوا کریں۔ مجھے اکثر ایسے دورے پڑتے ہیں۔ کبھی کھانا کھانے کو دل نہیں چاہتا، کبھی بات کرنے سے کتراتی ہوں۔" وہ بولتی ہوئی چیئر کھینچ کے بیٹھ گئی۔

"یہ تو خاصی تشویش ناک بات ہے۔" سمیر نے کہا تو وہ اسے دیکھ کر بولی۔

"جی نہیں......! کوئی تشویش کی بات نہیں ہے۔ بس موڈ کی بات ہے۔"

"تو آج آپ کا یونیورسٹی جانے کا بھی موڈ نہیں تھا......؟" سمیر نے اس کے موڈ پر زور دیا۔

"یہی سمجھ لو......!" اس نے کہہ کر اپنی پلیٹ میں سالن نکالا اور کھانے میں مصروف ہو گئی۔

پھر کھانے کے بعد وہ دوبارہ اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔ یوں بھی دوپہر میں سب آرام کرتے تھے اس لئے اس وقت کسی نے محسوس نہیں کیا لیکن جب شام میں بھی وہ کمرے سے نہیں نکلی تب سب کو تشویش ہونے لگی۔ پہلے سونی پھر سمیر اور آخر میں احسن کمال اس کے کمرے میں آئے تو اس کا احوال پوچھ کر کچھ دیر ہلکے پھلکے انداز میں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے اور جب محسوس کیا کہ وہ خاصی ریلیکس ہو چکی ہے تب کہنے لگے۔

"بیٹا......! آپ کی مما کا فون آیا تھا۔ آپ کے ماموں زاد کے پروپوزل کا بتایا۔ شاید آپ سے بھی بات کر چکی ہیں۔"

"جی......!" اس نے سر جھکا لیا جبکہ دل بڑی زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔

"بیٹا......! میں نے سلمان کو نہیں دیکھا۔ میں نہیں جانتا وہ کیسا لڑکا ہے۔ اگر بہت اچھا ہو تب بھی صرف اس کی اچھائی دیکھتے ہوئے فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ پورے گھر کو دیکھنا

پڑے گا کیونکہ میں نہیں چاہتا بیٹا......! کہ کوئی دوسری شینا آپ کی زندگی خراب کرے۔"

قدرے توقف سے پھر کہنے لگے۔

"میں نہیں جانتا کہ اس گھر میں کوئی دوسری شینا ہے یا نہیں لیکن جو ہے اسے بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اس گھر پر اب بھی شینا ہی کا ہولڈ ہوگا۔ وہ سب کو اپنے اشاروں پر چلاتی ہوگی تو ایسے میں بیٹا......! میرا دل نہیں مانتا کہ میں آپ کو وہاں بھیجوں لیکن یہاں مجھے اپنے دل کو نہیں آپ کے دل کو دیکھنا ہے۔ آپ کیا چاہتی ہو......؟"

انہوں نے بڑی خوبصورتی سے آخر میں بات اس پر رکھ دی تھی۔

"میرے خدا......!" اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔ اگر دل کا کہا ماننا ہوتا تو وہ فیصلہ ان پر کیوں چھوڑتی۔

"بتاؤ بیٹا......! آپ پر کوئی جبر نہیں ہے۔ اگر آپ کی سلمان کے ساتھ انڈر اسٹینڈنگ ہے تو بلا جھجک بتا ڈالو۔" انہوں نے اصرار سے کہا تو بہت ضبط کے باوجود اس کی پلکوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے ہاتھوں پر گرنے لگے۔

احسن کمال نے بہت خاموشی سے اس کی ہتھیلی پر آنسوؤں کو دیکھا پھر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ بولے کچھ نہیں تھے۔

○○○

احسن کمال نے جان لیا تھا کہ اس کے آنسو سلمان کے لئے تھے یعنی وہ اسے کھونا نہیں چاہتی تھی اور پانے میں خدشات تھے۔ وہی خدشات جو خود انہیں بھی تھے جب ہی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے۔ کتنے دن سوچنے میں گزر گئے۔ اس رات صائمہ ان کے پاس آ بیٹھیں۔

"احسن......! مجھے ایک بات کہنی ہے۔" صائمہ نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگے۔

"کہو......!"

"میں علی کی شادی کا سوچ رہی ہوں اور اس کے لئے لائبہ......" صائمہ ان کے

تاثرات بدلتے دیکھ کر بات پوری نہیں کر سکی۔

"ہوں......؟ لائبہ......؟" احسن کمال سوچ میں پڑ گئے۔ پھر اسی سوچتے ہوئے انداز میں کہنے لگے۔

"مجھے بھی خیال آیا تھا علی اور لائبہ کا لیکن ابھی لائبہ کی ممانے اس کے لئے ایک پروپوزل دیا ہے۔"

"کون ہے......؟" صائمہ نے بے اختیار فوراً پوچھ لیا۔

"وہیں لاہور میں ہے۔" انہوں نے ثوبیہ کا بھتیجا کہنے سے خود کو باز رکھا تھا۔

"پھر کیا سوچا آپ نے اس کے بارے میں......؟"

"ابھی تک تو سوچ ہی رہا ہوں۔ کسی نتیجے پر نہیں پہنچا۔ میرا مطلب ہے میں لڑکے سے ملنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کروں گا۔" انہوں نے کہا تو صائمہ پوچھنے لگی۔

"اس سے ملنے لاہور جائیں گے......؟"

"نہیں......! اسے یہاں بلوایا ہے۔ اس ویک اینڈ پر آ رہا ہے لیکن تم ابھی کسی سے ذکر مت کرنا۔ میں اس سے آفس میں ہی ملوں گا پھر اگر ممکن ہوگا تو اسے گھر لے آؤں گا، ٹھیک ہے......؟" انہوں نے آخر میں صائمہ سے تائید چاہی تو وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی جبکہ اندر سے خاصی پریشان ہو گئی تھی۔ کیونکہ علی اس کے سامنے لائبہ سے وابستگی کا اظہار کر چکا تھا اور وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اگر لائبہ کی لاہور میں بات طے ہو گئی تو علی کتنا ڈس ہارٹ ہوگا پھر اب تو لائبہ میں بہت تبدیلی آ گئی تھی۔ گزشتہ کی طرح اس کے دل میں کدورتیں نہیں تھیں، سب کو اپنا سمجھنے لگی تھی جب ہی خود اسے بھی افسوس ہو رہا تھا۔

"تم کیا سوچنے لگیں......؟" احسن کمال نے ٹوکا تو وہ گہری سانس کھینچ کر ذرا سا مسکرائی پھر کہنے لگی۔

"اب تو ہم سب لائبہ سے مانوس ہو گئے ہیں اور آپ پھر اسے واپس بھیجنے کی باتیں کرنے لگے۔"

"ہاں......! لیکن اتنی جلدی تو نہیں جائے گی، ابھی تو وہ پڑھ رہی ہے پھر دیکھو اللہ کو کیا منظور ہے......؟ دُعا کرو جو بھی ہو اچھا ہو۔"

"انشاء اللہ اچھا ہی ہوگا۔" صائمہ کہتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی اور بچوں کو دیکھنے کے بہانے کمرے سے نکل آئی۔

سونی اور سمیر ٹی وی دیکھ رہے تھے، وہ کچھ دیر ان کے پاس بیٹھی پھر علی کے کمرے میں آئی اور کچھ بے دھیانی میں اسے دیکھے گئی۔

"کیا بات ہے آنٹی......!" علی اسے دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"آیئے بیٹھیں......!"

"تم سوئے نہیں ابھی......؟" اور کوئی بات نہیں سوجھی تھی۔

"نیند آئے گی تو سو جاؤں گا، آپ بیٹھیں ناں......!" علی نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اپنے ساتھ بیڈ پر بٹھا لیا پھر اس کا ہاتھ ہاتھوں میں لے کر بولا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔"

"کیا بات......؟" وہ جس طرح چونکی اس سے علی ہنس پڑا۔

"ارے آنٹی......! آپ تو یوں ڈر گئیں جیسے میں نے کوئی خوفناک بات کہہ دی ہو۔"

"سوری......! میں اصل میں کسی اور خیال میں تھی، خیر تم اپنی بات کہو۔" اس نے کہا تو علی نفی میں سر ہلا کر بولا۔

"نہیں......! پہلے آپ بتائیں کس خیال میں تھیں......؟" صائمہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر یہ سوچ کر کہ اس سے پہلے کہ وہ لائبہ کی بات کرے اسے بتا دینا چاہئے۔ کہنے لگی۔

"بیٹا......! ابھی تمہارے انکل نے بتایا ہے کہ لائبہ کے لئے اس کی ممانے لاہور سے کوئی پروپوزل بھیجا ہے۔ میں اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔" اس نے بات کے اختتام پر علی کو دیکھا۔ اس کا چہرہ یکلخت تاریک ہو گیا تھا اور کچھ کہنے کی کوشش میں ہونٹ نیم وا ہو کر رہ گئے تھے، تب وہ نظریں چرا کر بولی۔

"لیکن بیٹا......! پروپوزل آنا کوئی ایسی بات نہیں ہے، ہو سکتا ہے تمہارے انکل کو پسند نہ آئے اور وہ منع کر دیں پھر ابھی میں نے احسن سے تمہاری بات بھی کر دی ہے۔" وہ اب سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا تھا اور شاید بولنا ہی چاہتا تھا لیکن آواز ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"احسن کہہ رہے تھے کہ وہ بھی تمہارے اور لائبہ کے بارے میں سوچ رہے تھے۔" صائمہ اس کی کیفیت سمجھتے ہوئے پھر خود ہی کہنے لگی۔

"اب میرا خیال ہے کہ وہ محض لائبہ کی مما کی بات رکھنے کی خاطر اس لڑکے سے ملیں گے اور کچھ چھان بین کے بعد شاید منع کر دیں۔"

"شاید......؟" اس کے لہجے میں بلا کی مایوسی تھی جسے محسوس کر کے صائمہ بے چین ہو گئی۔

"بیٹا......! تمہارے لئے کوئی کمی نہیں ہے۔ بے شک لائبہ اچھی لڑکی ہے اور میں تمہارے لئے اس سے بھی اچھی لڑکی......"

"آنٹی پلیز......!" علی نے عاجزی سے اسے مزید بولنے سے روک دیا پھر بہت سنبھل کر کہنے لگا۔

"میں یہ نہیں کہوں گا کہ لائبہ نہیں تو کوئی بھی نہیں کیونکہ مجھ پر، میری زندگی پر مجھ سے زیادہ آپ کا حق ہے۔ آپ کا اور انکل کا اور میں وہی کروں گا جو آپ اور انکل چاہیں گے لیکن پلیز......! ابھی کوئی بات نہ کریں۔"

"اوکے بیٹا......! خوش رہو......!" صائمہ اس کا ہاتھ تھپک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

○ ○ ○
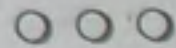
اسے جب ثوبیہ نے بتایا کہ اس کے ڈیڈی سلمان سے ملنے کے بعد کوئی فیصلہ کریں گے اور یہ کہ اس ہفتے سلمان کراچی جا رہا ہے تو وہ بہت حیران ہوئی۔ کیونکہ اس سے تو احسن کمال نے اشارتاً بھی ایسی کوئی بات نہیں کی تھی یا پھر وہ ہی نہیں سمجھی تھی۔ وہ صرف یہ سمجھ سکی

تھی کہ احسن کمال شینا کی وجہ سے اسے وہاں نہیں بھیجنا چاہتے اور اس روز سے یہ نہیں تھا کہ اس نے سلمان کا خیال چھوڑ دیا تھا بلکہ وہ دل گرفتہ سی رہنے لگی تھی اور اپنی محبت کا گلا گھونٹنے کی کوشش بھی کرتی جس میں گو کہ کامیابی نہیں ہوتی تھی اور اس کا خیال تھا کچھ وقت گزرنے کے بعد وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو جائے گی لیکن آج ثوبیہ کے فون نے اس کے اندر پھر سے ہلچل مچا دی تھی۔ کتنے دنوں سے چھایا جمود بھی ٹوٹ گیا تھا۔ جب ہی شام کا سارا وقت وہ سونی اور سمیر کے ساتھ لان میں بیڈمنٹن کھیلتی رہی۔ کھیلنے کے ساتھ ساتھ کمنٹری بھی کرتی رہی تھی اور کھلکھلا بھی رہی تھی۔

"کیا بات ہے ہنی......! آج آپ بہت خوش ہیں۔" سمیر نے آخر پوچھ ہی لیا اور وہ گردن اکڑا کر بولی۔

"میں کب خوش نہیں ہوتی......؟ یہ اور بات ہے کہ تمہیں آج لگ رہی ہوں۔"

"اللہ کرے آپ ہمیشہ ایسی ہی خوش نظر آئیں۔" سمیر کہتا ہوا ریکیٹ پھینک کر اس کے پاس چلا آیا اور رازداری سے پوچھنے لگا۔

"کوئی خاص بات ہے کیا......؟"

"خاص بات......؟ کون سی خاص بات......؟" وہ ایک دم انجان اور بے نیاز بن گئی۔

"ٹھیک ہے......! نہ بتائیں، میں خود ہی معلوم کر لوں گا۔" سمیر کہہ کر اندر کی طرف بڑھ گیا تو وہ پیچھے سے پکار کر بولی۔

"سنو......! جب معلوم کر لینا تو مجھے ضرور بتانا۔" پھر سونی کو دیکھ کر ہنسنے لگی۔

"ہنی......! آپ کی ہنسی بہت خوبصورت ہے۔" سونی نے پورے خلوص سے اس کی تعریف کی۔

"تھینک یو......!" اس نے سونی کو گلے لگا کر پیار کیا پھر اس کے ساتھ اندر آ گئی۔ وہ ابھی تک ایک ہی پہلو سے سوچ رہی تھی جب ہی خوش تھی لیکن رات میں جب اچانک یہ

خیال آیا کہ اگر سلمان ڈیڈی کے معیار پر پورا نہ اُترا تو...... اور اس "تو" کے ساتھ ہی وہ پریشان ہوگئی تھی۔

"نہیں نہیں......! ایسا نہیں ہوسکتا۔" وہ خود کو تسلی دینے لگی تب ہی اس کا موبائل فون بجنے لگا تو اس نے فوراً اُٹھا کر کان سے لگالیا۔

"ہیلو......!"

"میں آرہا ہوں......!" سلمان کی آواز پر وہ بے چین ہوگئی۔

"کب...... کب آرہے ہو......؟"

"بس......! کسی بھی دن آجاؤں گا لیکن تم سے شاید ہی ملاقات ہوسکے۔" سلمان نے کہا تو وہ اُلجھ کر بولی۔

"کیا مطلب......؟"

"بھئی......! تمہارے ڈیڈی نے مجھے اپنے آفس بلایا ہے اور ہوسکتا ہے وہیں سے رُخصت بھی کردیں۔" سلمان نے بتایا تو وہ فوراً بولی۔

"جی نہیں......! ایسا نہیں ہوسکتا۔"

"پھر کیسا ہوسکتا ہے......؟"

"مجھے نہیں پتا۔ تم یہ بتاؤ ڈیڈی نے تمہیں کیوں بلایا ہے......؟" وہ جھنجلا گئی تھی۔

"انہوں نے یہ کہا ہے کہ انہیں مجھ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ تم بتا سکتی ہو کہ وہ ضروری باتیں کیا ہوسکتی ہیں......؟" سلمان نے بتا کر اس سے پوچھا تو اس نے معذوری ظاہر کی۔

"سوری......! مجھے کچھ نہیں پتا۔"

"یار......! میں بہت کنفیوز ہورہا ہوں۔" وہ زور دے کر بولا۔

"پھر......؟ میں کیا کرسکتی ہوں......؟"

"اچھا یہ بتاؤ......! میرے آنے کا سن کر تمہیں خوشی ہوئی......؟" وہ اب دھیمے لہجے

میں پوچھ رہا تھا۔

"سچ بتاؤں سلمان......! مجھے اپنی کیفیات کے لئے خوشی بہت چھوٹا لفظ لگ رہا ہے۔" اس نے ایمانداری سے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے۔" سلمان نے اس کی تائید کی۔

"اچھا سنو......! گھر میں کسی کو تمہارے یہاں آنے پر اعتراض تو نہیں ہے......؟" اس نے اچانک کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"نہیں......! بس ایک شینا آنٹی مخالفت کررہی ہیں۔" سلمان نے بتایا تو وہ ناگواری سے پوچھنے لگی۔

"کیوں......؟ وہ کیوں مخالفت کررہی ہیں......؟"

"یہ میں تمہیں آکر بتاؤں گا۔ ابھی اجازت دو۔"

"اوکے......!" اس نے موبائل آف کردیا پھر تکیے پر سر رکھا تو مختلف سوچیں تھیں۔ کبھی سوچتی جانے ڈیڈی کو سلمان کے ساتھ کون سی ضروری باتیں کرنی ہیں۔ کبھی شینا کی مخالفت سوچنے لگتی اور یونہی سوچتے سوچتے نیند کی وادیوں میں جا اُتری تھی۔

پھر جمعہ کی شام کو ثوبیہ کا فون آیا کہ سلمان روانہ ہوچکا ہے تو اس کی بری حالت ہوگئی۔ یعنی دل کسی ایک بات پر ٹھہر نہیں رہا تھا، کبھی آس بندھاتا، کبھی دھڑک دھڑک کر خدشوں کا اعلان کرتا۔ وہ اپنا دھیان بٹانے کو اِدھر اُدھر چکراتی پھری۔ کبھی سمیر کے کمرے میں، کبھی سونی کے کمرے میں، پھر ٹیرس پر چلی آئی لیکن وہاں بھی زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکی۔ واپس سیڑھیاں اُتر رہی تھی کہ سامنے سے علی کو آتے دیکھ کر اس خیال سے رُک گئی کہ وہ اُوپر چلا جائے تب اُترے گی اور اُدھر علی بھی اس خیال سے رُک گیا تھا۔ چند لمحے انتظار میں سرک گئے پھر ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے وہ ایک ایک سیڑھی اُترنے لگی اور اُدھر سے علی ایک ایک سیڑھی اُوپر چڑھ رہا تھا پھر بہت خاموشی سے دونوں ایک دوسرے کے قریب سے گزر گئے تو اس پل علی نے سوچا تھا۔

"شاید ہمارا تعلق اتنا ہی تھا۔ اتنا ہی رہے گا۔"

○ ○ ○

وہ یونیورسٹی نہ جا کر پچھتا رہی تھی کیونکہ گھر میں وقت کٹ کے نہیں دے رہا تھا گو کہ سلمان نے کہا تھا کہ ہو سکتا ہے اس کے ڈیڈی آفس سے ہی اسے رُخصت کر دیں۔ اس کے باوجود وہ شدت سے منتظر تھی۔ ہر ہر آہٹ پر چونک رہی تھی پھر کبھی جھنجلاتی، کبھی خود کو سرزنش کرنے لگتی۔ عجیب سی بے کلی آن سمائی تھی اس کے اندر۔ دوپہر میں سونی اور سمیر آئے تو بس کھانا کھانے تک ہی اس کا دھیان بٹا پھر وہ دونوں اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے اور یہ اکیلی ہو کر پھر بے کل ہو گئی۔ سونے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ آخر ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی اور چینل بدل بدل کر دیکھنے لگی۔

"لائبہ......!" صائمہ نے پکارا لیکن اس نے سنا ہی نہیں۔

"لائبہ......!" اب صائمہ نے آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر جیسے ہی کھڑی ہوئی صائمہ کے پیچھے سلمان کو کھڑے دیکھ کر اس کا دل جیسے ٹھہر سا گیا تھا۔

"بیٹا......! یہ تمہارے کزن آئے ہیں۔" صائمہ نے کہا تو سلمان نے ہاتھ کے اشارے سے اسے سلام کیا۔

"کیسے آئے......؟" وہ بلا ارادہ پوچھ گئی۔

"وہ انکل کا ڈرائیور چھوڑ گیا ہے۔" سلمان نے جواب دیتے ہوئے اسے آنکھ ماری تو وہ بوکھلا کر صائمہ کو دیکھنے لگی۔

"اچھا بیٹا......! تم لوگ بیٹھو بلکہ لائبہ......! تم ان سے کھانے وغیرہ کا پوچھو۔" صائمہ نے اس سے کہا پھر اس کا کندھا تھپک کر چلی گئی۔

"آنٹی سمجھدار ہیں۔" وہ صائمہ کے جاتے ہی شرارت سے بولا۔

"یہاں سب سمجھدار ہیں۔ بے وقوف ایک صرف میں ہی ہوں۔ خیر تم یہ بتاؤ ڈیڈی سے کیا باتیں ہوئیں......؟" اس نے بے صبری سے پوچھا۔

"یار......! تمہارے ڈیڈی...... ویری نائس......! ویری گریٹ......!" وہ اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے احسن کمال کی تعریف میں رطب اللسان ہو گیا۔

"افوہ......! تم مجھے اصل بات تو بتاؤ......!" وہ جھنجلا گئی۔

"اصل بات کیا......؟ انہوں نے مجھے دیکھا، پسند کیا پھر اپنی زندگی کی ٹریجڈی بتا کر پوچھا کہ میں تمہیں شینا آنٹی سے بچا سکتا ہوں کہ نہیں۔" سلمان نے ایک جملے میں ساری بات سمجھا دی تو وہ اطمینان کا سانس لے کر پوچھنے لگی۔

"تم نے کیا جواب دیا......؟"

"تم واقعی بہت بے وقوف ہو اپنی مما کی طرح۔ یعنی میری یہاں موجودگی کے باوجود جواب پوچھ رہی ہو......؟ چہ چہ......!" سلمان نے اس کا مذاق اُڑایا پھر اس کے قریب آ کر کہنے لگا۔

"سنو......! میں نے انکل کو یقین دلایا ہے کہ تمہارے نصیب کی بارشیں تمہاری ہی چھت پر برسیں گی۔ خواہ آندھی آئے یا طوفان، میں ان بوندوں کو کسی اور سمت نہیں مڑنے دوں گا۔" وہ اس کے لہجے میں سچائیوں میں کھو گئی تھی۔

"اے......! میرا اعتبار ہے ناں......؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھ رہا تھا اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

⊖ ⊖ ⊖